

# مشائخ

## تذکرہ مشائخ سیفیہ

ترجمہ و تالیف  
حافظ محمد عرفان طریقتی قادری  
چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام لاہور

موت جہاں  
حضرت مجدد دوران  
اخترزادہ  
سید الرحمن مبارک  
رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو بکر صدیق

حضرت سلیمان فارسی

حضرت امام قاسم

حضرت امام جعفر صادق

حضرت بایزید بسطامی

حضرت ابوالحسن خرقانی

حضرت ابوعلی فارسی

خواجہ یوسف ہمدانی

خواجہ عبدالخالق غجانی

خواجہ عارف یوگری

خواجہ محمود انجیر فغوی

خواجہ علی رامینی

خواجہ محمد بابا سامی

خواجہ امیر کلال

خواجہ بہاؤ الدین شاہ

خواجہ علاؤ الدین عطار

خواجہ یعقوب چرخنی

خواجہ عبداللہ احرار

خواجہ زاہد وحشی

خواجہ درویش محمد

حضرت خواجہ امکنگی

خواجہ باقی باللہ

حضرت مجدد الف ثانی

خواجہ معصوم اول

خواجہ صبغۃ اللہ

خواجہ محمد اسماعیل

علی غلام محمد معصوم

شاہ غلام محمد

حاجی محمد صفی

حضرت ایشان شہید

حضرت میا نجی

حضرت شمس الحق

حضرت شاہ رسول طالقانی

مولانا محمد ہاشم منگانی

بہار اسلام پبلیکیشنز  
1910 اکی دن بلاک گجر پورہ کیم لاہور  
0322-0333-4229760  
0322-0313-4642506



مشائخ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کا ایمان افروز تذکرہ



ترجمہ و تالیف

محمد عرفان طریقتی قادری  
چیف ایڈیٹر  
ماہنامہ بہار اسلام لاہور

بہار اسلام پبلیکیشنز  
1910/D-1 بلاک گجر پورہ  
سکیم شیر شاہ روڈ لاہور

0333-0312-0322-4229760-0322-0313-4642506-0423-6844786

marfat.com

Marfat.com

# جملہ حقوق بحق مترجم و مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب..... **تذکرہ مشائخ سیفیہ**

تالیف..... مولانا محمد عرفان طریقتی القادری

حسب الارشاد..... ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی

اشاعت بار اول..... ستمبر 2010ء شوال 1413ھ بموقع عرس مولانا ہاشم سمنگانی

ٹائٹل ڈیزائنر..... رانا محمد عمران

کمپوزنگ..... محمد شہزاد

ناشر..... بہار اسلام پبلی کیشنز 1910/D-1 گجر پورہ سکیم لاہور

پرنٹرز..... نفیس دارالکتابت شیخ ہندی سٹریٹ داتا دربار

تعداد..... 2000

قیمت..... روپے

مکتبہ سیفیہ مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

اصغر علی سیفی کیپ ہاؤس مرکزی آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف

دارالعلوم جیلانیہ رضویہ نادرا آباد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

آستانہ عالیہ سیفیہ بابا فرید کالونی چونگی امرسدھولا ہور

دارالعلوم جامعہ سیفیہ رحمانیہ للبنات بادشاہی روڈ ادھوال کلاں گجرات

مکتبہ سیفیہ مدنی سیفی پلازہ رحمن شہید روڈ گجرات

نیو انٹرنیٹ کارپوریشن گنج بخش روڈ لاہور 0423-7355359



انجمن بہار اسلام دارالعلوم جامعہ سیفیہ (پبلشر) 1910/D-1 گجر پورہ سکیم لاہور

0333-0312-0322-4229760-0322-0313-4642506-0423-6844786

marfat.com

Marfat.com

## حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
6	انتساب	1
7	عرض تالیف	2
10	عرض مؤلف	3
13	تقریظ	4
14	تقریظ	5
15	تقریظ	6
17	تقریظ	7
18	تقریظ	8
19	تقریظ	9
20	تقریظ	10
21	بہار اسلام اور اس کے بانی پر ایک نظر	11
26	بہار اسلام کے ارتقائی مراحل	12
39	مقدمہ (تصوف و صوفیاء پر ایک نظر)	13
47	حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ	14
55	حاشیہ جات	15

61	حضرت سیدنا صدیق اکبر ﷺ	16
67	حضرت سیدنا عمر بن خطاب ﷺ	17
71	حضرت سیدنا عثمان غنی ﷺ	18
73	حضرت سیدنا علی بن ابوطالب ﷺ	19
76	خلفائے راشدین ﷺ سے مروی احادیث کی تعداد	20
77	حضرت سیدنا سلمان فارسی ﷺ	21
85	حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	22
87	حضرت امام جعفر الصادق بن امام محمد باقر ﷺ	23
90	حضرت طیفور بن عیسیٰ عرف بایزید بسطامی ﷺ	24
97	حضرت خواجہ علی بن جعفر الخرقانی ﷺ	25
101	حضرت شیخ فضل بن محمد طوسی عرف بوعلی فارمدی ﷺ	26
105	حضرت خواجہ ابو یعقوب محمد یوسف ہمدانی ﷺ	27
110	حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی ﷺ	28
112	حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری ﷺ	29
113	حضرت خواجہ محمود انجیر نقوی ﷺ	30
116	حضرت خواجہ علی النساج رامینی ﷺ	31
117	حضرت خواجہ محمد بابا ساسی ﷺ	32
118	حضرت خواجہ سید محمد امیر کلال ﷺ	33

119	حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد بن محمد البخاری شاہ نقشبند <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	34
124	حضرت خواجہ علاؤ الدین محمد البخاری عرف خواجہ عطار <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	35
126	حضرت علامہ یعقوب چرخئی لوگری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	36
132	حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرار <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	37
134	حضرت مولانا محمد زاہد خوشی حصاری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	38
135	حضرت خواجہ درویش محمد انخوارزی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	39
136	حضرت خواجہ محمد مقتدی عرف خواجہ ملکنی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	40
137	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	41
140	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	42
144	حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم عرف معصوم اول <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	43
147	حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	44
150	حضرت خواجہ محمد اسماعیل <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	45
151	حضرت خواجہ حاجی غلام محمد معصوم عرف معصوم ثانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	46
153	حضرت خواجہ شاہ غلام محمد <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	47
155	حضرت حاجی محمد صفی اللہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	48
157	حضرت شاہ ضیاء الحق عرف ایٹان شہید <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	49
160	حضرت خواجہ حاجی شاہ ضیاء عرف میاں جی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	50
162	حضرت شاہ شمس الحق عرف حضرت صاحب کوہستان <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	51

166	حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	52
173	حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	53
181	حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن مبارک <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	54
183	حضرت مبارک صاحب اور محبت شیخ	55
183	ازدواجی زندگی	56
184	قطغن میں تشریف آوری	57
185	درس و تدریس	58
185	آپ مبارک کا تقویٰ	59
186	اوصاف کریمانہ	60
186	آپ کا بیعت کرنے کا طریقہ	61
187	سرکار مبارک کی خدمات	62
187	علمی مقام و مرتبہ	63
189	تفسیر قرآن میں آپ کی خدمات	64
189	علم حدیث میں گویا نشانیاں	65
190	فقہ و اصول فقہ	66
190	صرف و نحو پر نظر اور شریعت و طریقت	67
191	حب الوطن من الایمان	68
192	کرامات و خوارق عادات	69

193	نظر کی سیاہی	70
193	جبین نیاز جھک گئی	71
194	وفات حسرت آیات	72
		73
		74
		75
		76
		77
		78





## انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

شیخ الحدیث والقرآن محدث کبیر عالم اجل

فقہ بے مثل پیر طریقت عامل شریعت

حضرت علامہ مولانا اخندزادہ

# پیر سیف الرحمن مبارک

پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام منسوب کرتا ہوں

جن کا آنا رحمتوں سے کم نہ تھا

جب گئے تو بجلیاں گرا گئے

خاک پائے اہل اللہ

محمد عرفان طریقتی القادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ ماہنامہ بہار اسلام لاہور

## غرض تالیف

بسم الله الرحمن الرحيم

کوئی لگ بھگ 10 ماہ قبل کی بات ہے کہ استاذ مکرم محمد عباس گنجدی سیفی صاحب سے حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن مبارک صاحب کی ذات و خدمات کے حوالے سے گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنی عظیم علمی شخصیت ہمارے درمیان موجود ہے مگر بد قسمتی سے ان کی خدمات پر کوئی قابل ذکر کام نہ ہو سکا اور ان کی ذات تعصب و عناد کی بھینٹ چڑھ گئی۔

بہت ساروں نے فقط سن سنا کر قلب و ذہن میں ایک ایسی ذات کا تصور قائم کر لیا جس میں علمی لیاقت اور عملی قیادت کے سوا سب کچھ ہو اور پھر اس خاکے کو ”پیر سیف الرحمن“ کا نام دے کر اختلافات کی آندھی چلا دی۔ اور بہت سے ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے جانا اور پھر جان کر انجان بن گئے اور فقط حسد و جلن کی بنیاد پر مخالفت کی دیواریں کھڑی کر دیں۔

علماء میں اختلاف رحمت ہوتا ہے مگر جب یہ اختلاف مخالفت کی راہ پر چل نکلے تو ایسی زحمت بن جاتا ہے جس سے بچاؤ کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اور یقیناً کچھ ایسا ہی حضرت پیر سیف الرحمن مبارک صاحب کے ساتھ ہوا اور وہ ”لوگوں“ کی مخالفت کا نشانہ بن گئے۔

بہر حال بات ہو رہی تھی ان کی ذات اور خدمات کے حوالے سے۔ تو ہم دونوں نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور دل میں مصمم ارادہ کیا کہ آپ کی خدمات پر بساط بھر کوشش ضرور کی جائے گی۔ ہم نے اپنے خیالات کا اظہار ”حضرت علامہ پیر عابد حسین رضوی سیفی“ سے کیا تو انہوں نے نہ صرف ہاں میں ہاں ملائی بلکہ ”ہاں“ (بازو) سے ”ہاں“ ملاتے ہوئے

اس کام میں تعاون کرنے کا وعدہ بھی فرمایا۔

پیر صاحب کے علاوہ شیخ الحدیث صاحبزادہ مولانا محمد حمید جان سیفی، استاذ العلماء علامہ صاحبزادہ احمد سعید یار جان سیفی، فاضل نوجوان مولانا صاحبزادہ سید احمد حسن پاچا سیفی، اور دیگر صاحبزادگان و خلفاء سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے محبت سے ”تھاپی“ دیتے ہوئے ہر قسم کے علمی و قلمی تعاون کی یقین دہانی کروائی۔

ان احباب کی محبتوں اور ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب بانی و سرپرست اعلیٰ انجمن بہار اسلام کی کوششوں سے آج الحمد للہ درج موضوعات پر کام جاری و ساری ہے۔

(1)..... حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک کی مجددانہ صلاحیتیں

(2)..... حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک کی فقہی بصیرت

(3)..... حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک فقہ حنفی کے نابغہ عصر محقق

(4)..... حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک کی ترویج حدیث میں خدمات

(5)..... حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک بحیثیت مفسر قرآن

(6)..... استحکام پاکستان میں آپ کے خلفاء کا کردار

(7)..... تحفظ ختم نبوت اور اخندزادہ مبارک

(8)..... حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک کے تجدیدی کارنامے

ان کے علاوہ متعدد قابل قدر موضوعات پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ یاد رہے کہ یہ کام

حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا۔

”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ اس سے قبل ”عکس مجدد

الف ثانی حضرت امام خراسانی“ کے نام سے تاریخی دستاویز داد تحسین وصول کر چکی ہے۔ اور

ان شاء اللہ یہ کتاب بھی اہل محبت کیلئے سکون کا باعث ہوگی۔



اصل میں یہ سارا کریڈٹ حضرت ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب کو جاتا ہے جنہوں نے ”بہار اسلام“ کے پلیٹ فارم سے اس کام کی ابتداء فرمائی۔ اور ہر طرح کے تعاون کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اس کام میں سرعت کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضریٰ عطا فرمائے اور اسی طرح خدمت اولیاء کرتے رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

طالب دعا و وفا

عبد ذوالمنن محمد عرفان طریقتی القادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام

مدرس دارالعلوم جامعہ سیفیہ (رجسٹرڈ) گجر پورہ سکیم لاہور

## عرض مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْهِ جَبِیْبَةُ الْکَرِیْمِ

میرا سلسلہ بیعت تو سلسلہ عالیہ قادریہ سے ہے مگر سلسلہ محبت و مودت ہر اس سلسلے سے ہے جو دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں سرگرم ہو اور مذہب اسلام کی روح (تصوف) کو لوگوں تک پھیلانے میں کوشاں ہو۔ غالباً 1998ء کی بات ہے جب میں حفظ قرآن کے سلسلہ میں ”مدرسہ سیفیہ تعلیم القرآن“ کے طلباء کی صف میں متمکن ہوا۔ (الحمد للہ! آج یہ مدرسہ ”دارالعلوم“ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جہاں سینکڑوں طلباء و طالبات علم کی تشنگی بجھا رہے ہیں۔) اور تبھی سے مربی و محسن ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی، صاحب کے توسط سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ کے مشائخ و پیران سے میل ملاقات اور گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے۔

ہمارے ہاں ہر اتوار نماز فجر کے بعد ختم خواجگان اور محفل ذکر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی دوران جب ایک روز محفل پاک سے فراغت ہوئی تو یہ سوال اٹھایا گیا کہ جن اولیاء و بزرگان دین کے ایصال ثواب اور ان سے حصول فیوض و برکات کیلئے ختم خواجگان کا اہتمام کیا جاتا ہے کم از کم ان کے مفصل نہیں تو مجمل حالات سے تو واقفیت ہونی چاہئے۔ ہم لوگ دن رات ان احباب کی محبت کا راگ لاتے ہیں مگر ان کی خدمات اور سوانح حیات سے مطلق بے نیاز نظر آتے ہیں۔

ان احوال کے پیش نظر استاذی المکرم حضرت علامہ ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب نے حکم ارشاد فرمایا کہ ان بزرگان نیک بخت کے حالات اور ان کی خدمات پر ایک

مختصر مگر جامع کتاب مرتب کرو۔ لہذا آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں اس کام میں مشغول ہو گیا۔  
 یہ غالباً نومبر 2009ء کی بات جب میں نے ”سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ“  
 کے مشائخ کا تذکرہ تالیف کرنا شروع کیا۔ ”ماہنامہ بہار اسلام“ کے مضامین کی ترتیب و  
 تدوین اور دیگر مصروفیات کا بوجھ سر پر اٹھائے آہستہ آہستہ اس ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ  
 ہونے کی کوشش جاری رہی۔

نصف کے قریب یہ کام مکمل ہو چکا تھا کہ رضائے الہی سے حضرت اخندزادہ پیر  
 سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ واصل جنت ہو گئے۔ جس کے بعد اس کام میں تیزی لائی  
 گئی تاکہ آپ کے ختم چہلم کے موقع پر اس کو منظر عام پر لایا جاسکے۔ مگر پھر ”عکس مجدد الف  
 ثانی“ کی ترتیب و اشاعت کی وجہ سے یہ کام ”پھر“ پر ڈال دیا گیا اور عرس مولانا محمد ہاشم  
 سمنگانی علیہ الرحمہ تک موخر کیا گیا۔

مختلف کتب تواریخ و تراجم میں مغز ماری کرنے جیسا وقت طلب کام، اور وقت کی  
 قلت کی بنیاد پر کچھ احباب نے مشورہ دیا کہ جن مشائخ کے حالات رہ گئے ہیں ان کے کیلئے  
 علامہ علی محمد بلخی کی کتاب ”تاریخ اولیاء“ کا ترجمہ تحریر کر لیا جائے۔ لہذا ان کا مشورہ ماننے  
 ہوئے باقی ماندہ مشائخ کے حالات کو ”تاریخ اولیاء“ سے اخذ کیا گیا۔ اور اب الحمد للہ سلسلہ  
 نقشبندیہ کے ”مشائخ“ کا تذکرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اعتراف: بندہ حقیر پر تقصیر کو اپنی کم علمی اور کم فہمی کا اعتراف ہے۔ ممکن ہے مہری کم علمی کی  
 وجہ سے ترجمہ و ترتیب میں کچھ اغلاط رہ گئی ہوں جو کسی کی طبع نازک پر گراں گزریں۔ مگر میں  
 علامہ شرف الدین بخاری کی زبانی، یہ اعتراف اور گزارش کرتا ہوں.....  
 من بعجز و قصور معترفم



نے چونادان و احق خرم

مجھے اپنی کمزوری اور کوتاہی کا اعتراف ہے، میں بے عقل، بے سمجھ بوڑھے پاگل کی طرح نہیں ہوں۔

پیش ازیں گفتہ اند اہل سلف

عذر من صنف قد استہدف

اس سے پہلے بزرگ یہ فرما چکے ہیں کہ جس نے کتاب لکھی وہ (لوگوں کی باتوں) کا نشانہ بن گیا۔

لیک برقد رخو لیش کوشیدن

بہ زبیکاری و خموشیدن

لیکن اپنی کسی کوشش کرنا کچھ نہ کرنے اور خموش رہنے سے بہتر ہے۔

من بقدر مجال کوشیدم

میں نے اپنی طاقت کے مطابق کوشش کی ہے (اور بزرگوں کے حالات قلم بند کئے ہیں)

نہ کنی عیب گر تو بتوانی

اگر تمہارے پاس طاقت ہے تو میری کتاب سے عیب مت نکال بلکہ اس سے اچھی اور قیمتی

کتاب تصنیف کر دو۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کتاب کو سالکین و عامین کیلئے

سود مند بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

عبد ذوالمنن: محمد عرفان طریق القادری

چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام

جگر گوشہ امام خراسان شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت علامہ مولانا محمد حمید جان السینی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز القدر مولانا محمد عرفان طریقتی کی تالیف ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ کے بعض مضامین کو میں نے عمیق نظر سے دیکھا اور خوب تر پایا۔ پاکستان کے سلاسل اربعہ کے مشائخ پر اردو میں خاصہ کام نظروں سے گزرا مگر مشائخ نقشبندیہ سیفیہ کی بعض شخصیات کا تذکرہ دیکھنے میں نہیں کیونکہ اس میں سے اکثر کا تعلق افغانستان ہے اور پاکستان کے کثیر علماء و مشائخ ان سے ناواقف ہیں۔ خصوصاً مولانا محمد ہاشم سمنگانی، مولانا شاہ رسول طالقانی، اور حضرت مولانا شمس الحق کوہستانی وغیرہ کا تذکرہ، اردو تو اردو، فارسی میں بھی سوائے علامہ بلخی کی تالیف کے نظروں سے نہیں گزرا۔ تو عزیز القدر نے بڑی محنت اور کوشش سے اس کو جمع کر کے ایک گلدستہ کی صورت پیش کیا۔

اس کام کو اشاعت کی دادیوں سے گزار کر سالکین تک پہنچانے میں پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی سعی فرمائی ہے۔ جو قابل ستائش ہے۔ علامہ عباس سیفی صاحب کا کمال مؤلف مذکور کی تربیت میں واضح بول رہا ہے۔ عزیزم محمد عرفان طریقتی اسادری کا تعلق اگرچہ سلسلہ قادریہ سے ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ بہار اسلام کے بانی مہدوی علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے مؤلف سے سلسلہ نقشبندیہ پر کام کروالیا۔

اس سے قبل علامہ مجددی سیفی صاحب کی زیر سرپرستی ”ماہنامہ بہار اسلام“ نے بہت

کم عرصے میں ترقی کے زینے چڑھے ہیں۔ اور اب تصنیف و تالیف اور اشاعت کتب میں ان کی رفتار دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً وہ اس میدان میں بھی نمایاں حیثیت حاصل کر لیں گے۔ قبلہ والد گرامی حضور مجدد ملت حضرت اخندزادہ مبارک، مولانا محمد ہاشم سمنگانی اور مولانا شاہ رسول طالقانی علیہم الرحمہ پر مضاہین ماہنامہ بہار اسلام میں اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں اور اب باقاعدہ ان حضرات کے حالات پر ایک کتاب کی صورت میں گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ مجددی سیفی اور عزیز القدر طریقتی کے قلم میں اور طاقت و زور عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

(شیخ الحدیث) محمد حمید جان سیفی

آستانہ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ فقیر آباد

تقریظ..... ﴿

پیر طریقت رہبر شریعت جانشین اخندزادہ مبارک حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد سعید حیدری سیفی دام ظلہ

میں مولانا محمد حمید جان کی تحریر کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اراکین بہار اسلام کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

(صاحبزادہ جسٹس) محمد سعید حیدری سیفی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیفیہ لکھوڈیر فقیر آباد شریف



جگر پارہ مجدد ملت استاذ العلماء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد احمد سعید یار جان سیفی دام ظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشائخ نقشبندیہ پر اردو زبان میں بہت سے اکابرین نے کام کیا ہے۔ پروفیسر نور بخش توکلی کی تالیف تذکرہ مشائخ نقشبندیہ اور تذکرہ مشائخ نقشبندیہ خیر یہ وغیرہ اس موضوع پر اہم دستاویزات ہیں۔ مگر اردو زبان میں ہمارے مشائخ کا تذکرہ بہت کم تھا جس کی کمی ہم عرصہ دراز سے محسوس کر رہے تھے۔ اس پر مولانا محمد عرفان طریقتی کی کوشش قابل ستائش ہے۔ انہوں نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ مواد جمع کیا اور اس کی کو کافی حد تک پورا کر دیا ہے۔ ان میں سے اکثر مشائخ کا تذکرہ سینہ بسینہ چلا آ رہا تھا اور ان کی زیارت کرنے والے، مجلس اور صحبتوں میں بیٹھنے والے دن بدن دنیا سے رخصت ہوتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت شاہ رسول طالقانی کا تذکرہ جاننے والے چند ایک افراد صرف باقی ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں جامع منقول و معقول استاذ الکل علامہ عبدالحی زعفرانی، اور محدث کبیر مجدد ملت والد گرامی حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہما کا انتقال ہوا جن سے ان ہستیوں کا ذکر سننے کو مل جاتا تھا۔ یہ احباب ان کے تذکرے سینوں میں چھپائے ہی رخصت ہو گئے۔ علامہ علی محمد بلخی کی کچھ تحریریں ان مشائخ کے بارے موجود ہیں، لیکن وہ فارسی زبان میں ہیں۔ برادر م مولانا محمد عرفان طریقتی القادری نے ان فارسی تحریروں کا اردو ترجمہ کر کے سائلین پر احسان فرمایا اور ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ کے نام سے رنگارنگ مہکتے ہوئے پھولوں سے ایک خوشبودار گلدان تیار فرمایا جس کی خوشبو سے ایک زمانہ مستفید ہوتا رہے گا۔ (ان شاء

اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ بہار اسلام کے بانی پیر طریقت محمد عباس مجددی سیفی صاحب کو بھی اجر عظیم  
عطا فرمائے جنہوں نے اس کارِ عظیم کو اشاعت کے مرحلوں سے گزار کر اس کے چاہنے والوں  
تک پہنچایا۔

والسلام مع الاکرام

(استاذ العلماء) محمد احمد سعید المعروف یار جان سیفی

آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد (لکھوڈیر) شریف رنگ روڈ لاہور



شیخ الحدیث والقرآن استاذ العلماء مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی

پیر محمد عابد حسین رضوی سیفی اطال اللہ عمرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر کتاب ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ جس میں مشائخ کے مستند تذکروں سے استفادہ کیا گیا ہے، قابل قدر ذخیرہ ہے۔ اس میں بالخصوص علامہ علی محمد بلخی کی تصنیف ”تاریخ اولیاء“ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ علامہ بلخی کی شخصیت سلسلہ سیفیہ میں انتہائی ثقہ اور جامع ہے۔ علامہ دعائے یارسول بعد الموت، احسن المعارب، تاریخ اولیاء، فتاویٰ سیفیہ اور معمولات سیفیہ وغیرہ کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اور ان کی شخصیت افغانستان، پاکستان روس کی آزاد ریاستوں ایران وغیرہ میں علماء اہلسنت میں مسلم ہے۔

عزیز القدر علامہ محمد عرفان طریقتی القادری نے ان کی تصنیف تاریخ اولیاء سے بالخصوص استفادہ کر کے مشائخ نقشبندیہ سیفیہ کا تذکرہ مرتب کیا ہے۔ امید ہے کہ مشائخ نقشبندیہ سیفیہ اور صوفیاء اس سے خوب استفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل نوجوان کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

خاک پائے صاحب دلاں

(ڈاکٹر مفتی پیر) محمد عابد حسین رضوی سیفی

خادم جامعہ جیلانیہ رضویہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

شیخ العلماء پیر طریقت عامل شریعت حضرت پیر

میاں محمد حنفی سیفی زید فیوضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے کچھ مشائخ کا تذکرہ فارسی زبان میں تھا جس سے ہر قاری مستفید ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ عرصہ دراز سے خواہش تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ اٹھے اور ان احوال و واقعات کا اردو ترجمہ کرے۔

حال ہی میں میرے پیارے اور عزیز القدر پیر بھائی علامہ محمد عباس مجددی سیفی بانی و سرپرست بہار اسلام، نے اطلاع دی کہ ہمارے ایک دوست فاضل جلیل علامہ محمد عرفان طریقتی قادری نے اس موضوع پر سعی کی ہے اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے حالات و واقعات کو تالیف کرنے کے ساتھ ساتھ فارسی تحریرات کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہ سن کر مجھے کافی دلی سکون و اطمینان محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نوجوان اور سکارڈ دوستوں کی تحریروں میں برکت عطا فرمائے۔ میں ہمہ وقت ایسے دوستوں کیلئے دعا گو ہوں۔

خاک پائے صوفیائے سیفیہ

(شیخ العلماء پیر طریقت) میاں محمد حنفی سیفی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف



استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا غلام شبیر تبسم

علامہ محمد عرفان طریقتی نے بڑی محنت اور لگن سے صوفیائے نقشبندی کی سوانح حیات کو زینت قرطاس کیا ہے۔ ان کے مضامین کا اگرچہ طائرانہ نظر سے مطالعہ کیا لیکن موصوف مؤلف کی سلسلہ نقشبندیہ کے ساتھ جو عقیدت و محبت اور جو احترام ہے وہ ان کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہوتا ہے۔

دیگر سلاسل کے اکابرین و بزرگان کی خدمات اور ان کی حیات کے مختلف گوشوں کو برصغیر پاک و ہند میں آشکار کیا گیا۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے بزرگوں کی خدمات کو کتابوں کی زینت نہ بنایا گیا، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا تعلق افغانستان و کوہستان سے ہے۔ علامہ موصوف نے بڑی جانفشانی سے علامہ بلخی کی کتاب ”تاریخ الاولیاء“ اور دیگر اکابرین کی کتب سے استفادہ کر کے ایک بہترین کتاب ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ تالیف کی ہے۔ یقیناً یہ کتاب تشنگان راہ سلوک کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب پہلے بھی ”بہار اسلام“ کے نام سے مجلہ شائع کر رہے ہیں جو اور ان کی خدمت و کاوش اور محبت و لگن کا منہ بولنا ثبوت ہے۔ چونکہ علامہ محمد عرفان طریقتی قادری صاحب اس مجلہ کے چیف ایڈیٹر ہیں جنکی ذہانت و فطانت مجلہ کے مضامین کی ترتیب و تدوین سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ محمد عباس سیفی اور علامہ محمد عرفان طریقتی صاحب کو مزید خدمت دین

اور خدمت بزرگان دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام: (علامہ) غلام شبیر تبسم فاضل بصیرہ شریف

استاذ العلماء نو جوان مذہبی سکالر

حضرت علامہ حافظ محمد عرفان اللہ عابدی سیفی

علامہ محمد عرفان طریقتی صاحب نے سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ کے حالات پر ایک کتاب ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ تالیف کی ہے۔ موصوف نے بڑی محنت سے اکابرین کی کتب کا مطالعہ کیا اور صوفیاء کی خدمات کا نچوڑ اس کتاب کی صورت میں ہم تک پہنچایا ہے۔

اس کتاب پر ہمارے اکابرین نے تقریظ لکھیں ہیں جن میں صاحبزادہ مولانا محمد حمید جان سیفی، صاحبزادہ احمد سعید یار جان سیفی، میرے والد گرامی مفتی محمد عابد حسین صاحب، پیرمیاں محمد حنفی سیفی اور علامہ غلام شبیر تبسم جیسی شخصیات شامل ہیں۔ ان احباب کا اس کتاب پر تقریظ لکھنا اس کی اہمیت و افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اور ان کے علوم و فنون میں مزید برکتیں عطا فرمائیں۔

اصل میں یہ ساری کاوش علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب کی ہے جو ”بہار اسلام“ کے پلیٹ فارم سے مختلف موضوعات پر مشتمل لٹریچر ”ماہنامہ بہار اسلام“ کی صورت میں اور مختلف کتب اپنی زیر نگرانی شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے ان کی تالیف ”عکس مجدد الف ثانی حضرت امام خراسانی“ شائع ہو کر داد محسین وصول کر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں احباب کو مزید خدمت دین متین کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(علامہ صاحبزادہ) حافظ محمد عرفان اللہ عابدی سیفی

فاضل بحیرہ شریف و ناظم اعلیٰ جامعہ جیلانیہ رضویہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

## ادارہ بہار اسلام اور اس کے بانی پر ایک نظر

انجمن بہار اسلام پاکستان نے جتنے قلیل وقت میں ترقی کے زینے چڑھے ہیں اس نے بڑے بڑے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ لوگ انگشت بدندان انجمن بہار اسلام کو آسمان شہرت کی بلندیوں پر چمکتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

جس ہستی کی بدولت یہ ساری کامیابیاں انجمن کے حصے میں آئی ہیں ان کے مختصر

حالات و واقعات سے آگاہی ضروری ہے۔ لہذا ان کے مختصر حالات آپ کے سامنے ہیں۔

اسم گرامی: آپ کا نام ”محمد عباس“ اور والد کا نام ”محمد یسین“ ہے۔ آپ کے دادا ”محمد

اسماعیل“ اولیاء اللہ میں سے تھے۔

ولادت: آپ ولادت باسعادت 8-10-1972 کو شمالی لاہور کے علاقہ ”محلہ غوث

پارک سنگھ پورہ“ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم قاری محمد ریاض نقشبندی اور قاری محمد اسلم قادری

صاحبان سے حاصل کی۔ گورنمنٹ نگہت پرائمری سکول سے ”پرائمری“ کا امتحان نمایاں

حیثیت سے پاس کیا۔ 1988ء میں میٹرک کا امتحان ”کیمپری ہینسو سکول گجر پورہ چوک

لاہور“ سے پاس کیا۔ درس نظامی کی ابتدائی کتب ”دارالعلوم جامعہ جیلانیہ رضویہ“ لاہور

کینٹ میں ”علامہ پیر عابد حسین رضوی سیفی“ صاحب سے پڑھیں۔ جبکہ استاذ الاساتذہ

حضرت علامہ مفتی عبدالکریم ابدالوی رحمۃ اللہ علیہ سے سماعت حدیث کی سعادت حاصل کی۔

بیعت و خلافت: 1988ء میں میٹرک کے امتحانات کے دوران کچھ دوستوں سے معلوم

ہوا کہ شہر لاہور میں ایک ولی اللہ تشریف لائے ہیں جن دل سے (لوگوں کے مقولے کے

مطابق) اللہ، اللہ کی آوازیں آتی ہیں۔ جب آپ زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے تو دل سے اللہ اللہ کی آواز آتی تھی یا نہیں مگر ان کے چہرے کا نور اور شریعت مطہرہ کی پابندی دیکھ کر ان کی زبان پر ”سبحان اللہ“ ضرور جاری ہو گیا، جو کہ کسی اللہ کے ولی کو پہچاننے کا نبوی طریقہ ہے۔ حضور انور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ اللہ کا ولی وہ ہوتا جسے دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔

لہذا آپ نے ان بزرگوں کے دست حق پرست پر خود کو بیچ دیا۔ اس صاحب علم و عمل شخصیت لوگ ”حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن مبارک“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

**کسب فیض اور سند خلافت:** حضرت علامہ ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی صاحب نے حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے خوب فیوضات و برکات حاصل کئے۔ آپ نے جس سرعت اور تیزی کے ساتھ ترقی کے زینے طے کئے اس کا اندازہ آپ کی اسناد خلافت پر نظر ڈالنے سے ہو جاتا ہے۔

آپ نے 1988ء میں بیعت کی اور محض ایک سال کے قلیل عرصے میں سلسلہ نقشبندیہ سے اسباق بدرجہ اتم مکمل کئے اور 1989ء میں سند اجازت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد دیگر سلاسل کے اسباق کو بھی تقریباً ایک ایک دو دو سال کے عرصے میں مکمل کئے اور 1990ء میں قادریہ، 1992ء میں چشتیہ، 1994ء میں سہروردیہ اور 1996ء میں خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔ تب سے خدمت شریعت اور اقامت طریقت میں شب و روز صرف کر رہے ہیں۔

**مختلف شعبہ جات میں خدمات:** حضرت ابوالرضا، کو بچپن سے ہی اسلام اور اسلامیان سے محبت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اسلامی شعبہ جات میں سے تقریباً ہر شعبے میں خدمات سرانجام دیں ہیں۔ جن کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے۔



صلوٰۃ کمیٹی کا قیام: 12-8-1987 کو آپ نے بچوں میں نماز کا شعور بیدار کرنے اور

رب کائنات کے سامنے جبین نیاز جھکانے کا ذوق پیدا کرنے کیلئے ”صلوٰۃ کمیٹی“ کا قیام فرمایا۔ اس کمیٹی میں آپ سمیت آپ کے مختلف دوستوں نے بے مثال کردار ادا کیا اور نوجوان نسل اور نوجوان بچوں میں نماز کا ایسا ولولہ پیدا کر دیا کہ ہر گھر سے ”نمازی بچے“ نکلنے لگے۔

دارالعلوم کا قیام: اسلامی خدمات میں مدرسہ یا دارالعلوم ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت ابوالرضا، 1992 میں ایک چھوٹے سے کمرے میں ”مدرسہ مدنیہ غوثیہ سیفیہ تعلیم القرآن“ کے نام سے ایک اکیڈمی کا آغاز کیا۔ یہ آپ کا خلوص اور محبت ہی تھی کہ چند ہی سالوں میں وہ لگایا ہوا پودہ تناور درخت بن کر لوگوں کے سامنے آشکار ہوا۔ آج وہ چھوٹا سا مدرسہ ”دارالعلوم جامعہ سیفیہ (رجسٹرڈ)“ کی شکل اختیار کر چکا ہے جہاں پر سینکڑوں طلباء و طالبات، ناظرہ، حفظ، تجوید و قرأت، درس نظامی اور علوم عصریہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جمعیت علماء پاکستان میں خدمات: 1993 میں آپ کو جمعیت علماء پاکستان حلقہ

پی پی 120 کا نائب صدر بنایا گیا۔ اور پھر آپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے 1994 میں دوبارہ آپ کی سلیکشن ہوئی۔ آپ نے اس شعبہ میں بھی گرانمایہ خدمات انجام دیں۔

سنی جہاد کونسل کا نائب امیر: 1995 میں پیر سید علی رضا بخاری صاحب نے آپ کو

”سنی جہاد کونسل“ پنجاب کا نائب امیر مقرر کیا۔ جس میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

انجمن غلامان رسول کا قیام: 1999 میں آپ نے اپنے دوستوں سے مل کر انجمن

غلامان رسول ﷺ کے نام سے ایک تنظیم کا آغاز کیا جس کی خدمات آج تک لوگوں کے سینوں

میں تازہ ہیں۔ اس انجمن نے درجنوں محافل میلاد اور کانفرنسز کا انعقاد کیا، جن میں وقت کے

جید علماء و مشائخ تشریف لاتے رہے۔

جامع مسجد گلزار مدینہ کا افتتاح: ایک چھوٹے کمرے سے شروع ہونے والے مدرسہ

کے بانی کے خلوص کا صلہ اللہ جل شانہ نے یہ عطا فرمایا کہ تقریباً 17 مرلے پر مشتمل ایک پلاٹ مدرسہ و مسجد کیلئے آپ کو ”الاٹ“ کیا گیا۔ جہاں آپ نے ”جامعہ مسجد گلزار مدینہ“ کے نام سے اللہ کا گھر تعمیر کیا۔ 17 نومبر 2000 میں اس مسجد میں پہلی نماز ”نماز مغرب“ ادا کی گئی اور اسلامی تقویم کے لحاظ سے یہ وہی رات تھی جس رات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نماز جیسی نعمت عطا فرمائی تھی یعنی 26 رجب المرجب معراج النبی ﷺ کی رات۔

اس مسجد و مدرسہ کا باقاعدہ افتتاح، پیر طریقت رہبر شریعت غوث جہاں حضرت سیدنا اخندزادہ سیف الرحمن مبارک علیہ الرحمہ نے اپنے دست اقدس سے فرمایا اور عشاء کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔

یاد رہے کہ اسی تاریخ اور دن کو آستانہ عالیہ سیفیہ لکھوڈیر (فقیر آباد) کا افتتاح بھی حضرت مبارک علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔ اور ہمارے لئے اعزاز کی بات تھی آپ ان کاموں کیلئے خصوصی طور پر پشاور سے تشریف لائے تھے۔ (الحمد للہ علی ذالک)

جماعت اہلسنت کا نائب امیر: حضرت ابوالرضا محمد عباس سیفی صاحب کو 2007

میں مرکزی جماعت اہلسنت شمالی لاہور کا نائب امیر چنا گیا۔ آپ نے یہ تمام ذمہ داریوں خندہ پیشانی سے اٹھائی اور پایہ تکمیل تک پہنچا کر عہدہ براہوئے۔

انجمن بہار اسلام کا قیام: 2008 میں انجمن بہار اسلام وجود میں آئی بلکہ اگر یہ کہا

جائے تو غلطی نہ ہوگا کہ یہ وہی انجمن تھی جو اس سے قبل مختلف ناموں سے کام کرتی رہی اور 2008 میں اس کو ”انجمن بہار اسلام“ کا نام دیا گیا۔

ماہنامہ بہار اسلام لاہور: اسی انجمن کے زیر اہتمام ایک فرقہ پرستی سے پاک غیر سیاسی مجلہ ”ماہنامہ بہار اسلام“ کے نام سے شائع ہوتا ہے، جو اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کم وقت میں اس مجلے کو تاریخی شہرت عطا فرمائی ہے۔ اور یہ مجلہ پاکستان کے علاوہ، افغانستان، ہندوستان، انگلینڈ، برطانیہ، ہالینڈ سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا ذمہ لئے ہوئے ہے۔

بہار اسلام ویلفیئر سوسائٹی: ابھی چند ماہ قبل حضرت علامہ محمد عباس مجددی سیفی صاحب کی زیر سرپرستی ”بہار اسلام ویلفیئر سوسائٹی“ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس کے تحت غریب بچیوں کی شادی کی تقریبات کیلئے تقریباً تمام سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مسلمان بھائی بھی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

حضرت ابو الرضادام ظلہ کی خدمات کے چند گوشے نظر نواز کئے ہیں جن سے ان کی خدمات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل امر نہیں۔

ازدواجی زندگی: ”النکاح من مستی“ (نکاح میری سنت ہے۔ الحدیث) پر عمل کرتے ہوئے 19-9-2003 بروز جمعہ روضۃ ازدواج سے منسلک ہوئے۔ اور زندگی کے ایک اور دور میں قدم رکھا۔

اولاد امجاد: شادی کے ایک سال بعد 2004 میں اللہ تعالیٰ نے چاند سے بیٹے کا تحفہ عطا فرمایا جس کا نام ”محمد رضاء المصطفیٰ“ متعین ہوا۔ اسی کی نسبت سے آپ کو ”ابو الرضا“ کہا جاتا ہے۔ 2006 اور 2008 میں بالترتیب ایک ایک بیٹی تولد ہوئی۔ اللہ کے فضل و کرم سے ابھی دو ماہ قبل 20 جون 2010 کو ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ”فداء المصطفیٰ“ تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام اولاد کو عمر خضری عطا فرمائے۔ آمین

## انجمن بہار اسلام کے ارتقائی مراحل

(بہار اسلام کے ارتقائی مراحل کے عنوان سے یہ تحریر ماہنامہ بہار اسلام میں شائع ہو چکی ہے جس کے خالق صوفی محمد اختر علی سیفی القادری صاحب ہیں۔)

بچہ پیدا ہوتا ہے تو کوئی اسے چاند کہتا ہے تو کوئی رشکِ قمر، وہ کسی کی آنکھوں کا تارا ہوتا ہے اور کسی کی پلکوں کا جھومر، وہ فرزندِ نوپید مختلف مرحلوں اور زاویوں سے ہوتا ہوا ایک بھر پور نوجوان کی حیثیت اسے خود کو متعارف کرواتا ہے۔ لیکن ابتدائی مراحل میں وہ بہت سے اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بھانت بھانت کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ لیکن اپنے عروج اور علویت کی بلندیوں پر پہنچ کر جب وہ ایک ٹکمرے ہوئے کردار کی صورت سامنے آتا ہے تو ایک ہی نام اس کی پہچان بن جاتا ہے۔

انجمن بہار اسلام بھی اپنے ارتقائی مراحل سے گزر کر اپنی جوانی کی شاہراہ پر قدم نکال چاہتی ہے۔ اسے بھی بچپن میں کبھی ”صلوٰۃ کمیٹی“ کا نام دیا گیا تو کبھی ”انجمن غلامان رسول ﷺ“ کے نام سے پکارا گیا۔ کہیں ”انجمن تحفظ سنت مصطفیٰ ﷺ“ کی صورت میں شکوفہ انشائی ہو رہی ہے تو کہیں ”جماعت السالکین“ کے نام سے لالہ زار تشکیل دیئے جا رہے ہیں۔ مگر جب جگہ جگہ، گلی گلی، کوچہ کوچہ، نگر نگر، ڈگر ڈگر، مختلف ازمینہ میں بوئے ہوئے بیجوں نے اپنا رنگ روپ نکالا تو ہر سو بہار کا سماں پیدا ہو گیا اور ”انجمن بہار اسلام“ اپنے پورے قد کاٹھ کے ساتھ منصفہ شہود پر وارد ہو گئی۔ بلاشبہ یہ کوئی نئی انجمن یا تنظیم نہیں، بلکہ وہی آنکھ کا تارا اور پلکوں کا جھومر ہے جو ٹکمرے ہوئے کردار کے ساتھ جوانی کی منزلوں کو چھو رہی ہے۔

1988ء میں حلقہ غوث پارک میں صلوٰۃ کمیٹی کا صدر محمد عباس صاحب کو منتخب کیا



گیا تھا۔ اس مرد مجاہد کی بے پنہاں کوششوں اور انتھک محنت نے چند ہی ہفتوں میں ڈیڑھ سو سے زائد بچوں کو مسجد و نماز کی طرف مائل کر دیا تھا، وہی لگن، وہی درد، وہی شوق، وہی جذبہ، وہی ہمت، وہی محبت، وہی جستجو آج بھی مرد مجاہد حضرت پیر محمد عباس مجددی سیفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے چہرے پر عیاں ہے یہی وجہ ہے کہ قلیل عرصہ میں ماہنامہ بہار اسلام دن دو گنی رات چو گنی ترقی اور اعلیٰ پرواز پر گامزن ہے یہ ماہنامہ دفاتر، سکولز، لائبریریز اور گھروں میں بچوں بچیوں، جوانوں، مردوں، عورتوں، بوڑھے، بوڑھیوں الغرض ہر عمر کے لوگوں کی اصلاح کی زینت بن رہا ہے۔ بلکہ غیر ممالک تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔

عوام الناس کی دلچسپی کے اثرات اس سال یوں نظر آئے کہ آج 22 ربیع الاول شریف تک 37 محافل کا انعقاد ہو چکا ہے جو کہ بھرپور رونق اور محبت کا مرکز تھیں محافل کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ انجمن بہار اسلام کا تبلیغی مشن انوکھا ہے جس کی مثال یوں ہے کہ کنواں پیاسے کے پاس اسکی پیاس بھانے کے لئے جارہا ہے۔ یہی مشن انجمن بہار اسلام کا ہے کہ اپنے گھروں میں بغیر تکلفات کے محفل سجاؤ۔ اپنے عزیز واقارب کو محفل میں دعوت دو، اہل محلہ کو دعوت دو۔ میزبان لوگوں کو دعوت دیتا ہے تو انجمن بہار اسلام کے قائدین ان لوگوں کو روحانی تربیتی درس دیتے ہیں اپنی زندگیوں کو جلا بخشنے کے طریقے بتلاتے ہیں جو لوگ انجمن بہار اسلام، ماہنامہ بہار اسلام سے متعلق ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ نبی کریم ﷺ کے طفیل وہ شرعی لباس میں دکھائی دیتے ہیں اور اپنے قول و فعل میں تضاد کے خاتمہ کے ساتھ مخلوق خدا کی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو چکے ہیں اور حتی الامکان خود کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کوشاں ہیں، انجمن بہار اسلام کے تحت کاوشوں کو سراہتے ہوئے وطن عزیز کے اہم ترین میڈیا نے ہمیشہ اس کا ساتھ دیا ہے۔ آج انجمن بہار اسلام کے تمام اراکین و ممبران روزنامہ جنگ، نوائے وقت، خبریں، وقت، آواز، اساس، نیا اخبار، انقلاب، پاکستان، اوصاف، جناح،

ایکسپریس اور ماہنامہ بہار اسلام کے علاوہ وقت، دنیا اور ایکسپریس چینلز کے نہایت ہی شکر گزار ہیں جنہوں نے انجمن بہار اسلام کے پیغام کو عوام الناس تک پہنچانے میں ہمیشہ ساتھ دیا۔ موقع کی مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند احوال کا ذکر کرنا چاہوں گا.....

1987ء میں ہمارے محلہ کی جامع مسجد شیر ربانی میں محترم المقام قبلہ قاری حافظ محمد ریاض نقشبندی صاحب امام مسجد تھے حضرت امام مسجد کی خصوصی محبت اور کاوش تھی کہ وہ فرداً فرداً ہر طالب علم پر خصوصی توجہ دیتے اور مسجد میں خصوصی پروگراموں کا اہتمام ضرور فرماتے۔ وہ عید میلاد النبی ﷺ، معراج مصطفیٰ ﷺ، شب بارات شب قدر کے علاوہ محفل گیارہویں شریف اور جلسوں، نعت خوانی، تقاریر کے پروگرامز کرواتے۔ اور انہوں نے اپنی قیمتی کتب کو سب طالب علموں اور نمازیوں کے مطالعہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ پیر محمد عباس صاحب اُس وقت کتب کے مطالعہ اور دیگر تقریبات میں پیش پیش دکھائی دیتے۔ استاد محترم حضور حافظ القاری محمد ریاض نقشبندی صاحب کی سرپرستی میں بچوں اور جوانوں و دیگر احباب کیلئے جامع مسجد شیر ربانی میں انجمن طلبائے اسلام کا یونٹ بھی متحرک تھا جو شوقین لوگوں کے شوق محبت کو گرم رکھتا۔ اُس وقت بندہ ناچیز اور محترمی جناب محمد عباس صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ محمد صدیق عمر، سید محمد اختر علی شاہ، اور محمد ٹمس (مرحوم) بھی یونٹ کے رکن بن گئے ہم سب کو کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ استاد محترم حافظ القاری محمد ریاض نقشبندی صاحب تقاریر و ثناء خوانی کا حکم بھی فرماتے۔ 20 نومبر 1988ء بروز اتوار ماہانہ محفل کا انعقاد کیا گیا تو جناب محترم محمد عباس صاحب جناب محمد صدیق عمر صاحب، محمد اکرم بیگ صاحب و دیگر کے ساتھ بندہ ناچیز کو بھی ثناء خوانی کا موقع ملا۔ 21 نومبر 1988ء بروز پیر اس ماہانہ محفل کو روزنامہ آفتاب لاہور نے بڑی کورٹج دی۔

بعد ازاں استاد محترم جناب حافظ القاری محمد ریاض نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

العالیہ جلد ہی اپنے آبائی شہر گجرات واپس تشریف لے گئے۔ ان کے بعد جب حضرت علامہ  
 مولانا قاری محمد اسلم نقشبندی صاحب جامع مسجد شیر ربانی کے امام منتخب ہوئے تو ان کی سرپرستی  
 میں 16 دسمبر 1988ء جمعہ المبارک کو صلوٰۃ کمیٹی کا انتخاب درجنوں افراد کی زیر نگرانی عمل  
 میں لایا گیا اس انتخاب میں جناب محمد عباس صاحب کو صلوٰۃ کمیٹی کا صدر، اختر علی خاں کو نائب  
 صدر، سید اختر علی شاہ کو سیکرٹری جنرل، محمد صدیق عمر کو جوائنٹ سیکرٹری، اختر علی خاں کو سیکرٹری  
 نشر و اشاعت اور محمد رفیق کو خازن منتخب کیا گیا۔ روزنامہ مشرق لاہور، مساوات لاہور نے  
 17 دسمبر 1988ء ہفتہ کو حلقہ غوث پارک جامع مسجد شیر ربانی کی نو منتخب صلوٰۃ کمیٹی کی کوریج دی  
 ۔ روزنامہ مشرق لاہور نے 18 دسمبر 1988ء اتوار کو منعقدہ پہلی تقریب اس کیپشن کے ساتھ  
 ”صلوٰۃ کمیٹی غوث پارک کے زیر اہتمام جامع مسجد شیر ربانی میں ایک تقریب سے علامہ محمد  
 اسلم نقشبندی اور اختر علی خاں خطاب کر رہے ہیں جبکہ محمد عباس سٹیج پر بیٹھے ہیں“ ہمراہ خبر  
 تصویر شائع کی۔ روزنامہ مساوات، روزنامہ آفتاب، نے بھی 18 دسمبر 1988ء بروز  
 اتوار اسی خبر کو شائع کیا۔ صلوٰۃ کمیٹی کے اسی پروگرام کو روزنامہ امروز نے 19 دسمبر 1988ء  
 پیر کو شائع کیا۔ 21 دسمبر 1988ء بدھ کو ماہانہ محفل تقسیم انعامات کا اہتمام کیا گیا جس کی خبر  
 روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور، جنگ، مساوات نے 21 دسمبر 1988ء کو شائع کی۔ بعد از  
 محفل 23 دسمبر 1988ء جمعہ المبارک روزنامہ امروز، آفتاب لاہور نے کوریج دی صلوٰۃ  
 کمیٹی کے پہلے ہفتے کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے جامع مسجد شیر ربانی لاہور کے صدر جناب  
 الحاج شیخ شوکت علی (مرحوم) نے بچوں میں دستار فضیلت کے پہلے پروگرام کا انعقاد 24 دسمبر  
 1988ء ہفتہ کو مسجد ہڈا میں کیا جس میں حضرت علامہ بوعلی سیاح، علامہ محمد حنیف طاہر، حافظ محمد  
 صدیق محمد صدیق عمر، محمد افتخار، اختر علی، محمد عثمان، شیخ شوکت علی کے علاوہ صدر صلوٰۃ کمیٹی  
 جناب محمد عباس صاحب نے اپنے خصوصی خطاب میں بچوں کو نماز کی اہمیت سے آگاہ کرتے

ہوئے اس کی پابندی پر زور دیا اس موقع پر عمران لطیف، محمد اسحاق، محمد مشتاق، محمد ندیم، شہباز  
 یونس، محبوب علی، محمد ریاض اور محمد نعیم کی دستار بندی کی گئی۔ تقریب میں سماجی کارکنان جناب  
 ملک منیر احمد، ڈاکٹر مشتاق بھٹی، ملک اعجاز احمد اور ڈاکٹر نذیر بیگ صاحبان مہمان خصوصی تھے  
 اس تقریب کو روزنامہ مساوات لاہور نے 25 دسمبر 1988ء اتوار کو رتج دی روزنامہ مشرق  
 لاہور نے 27 دسمبر 1988 بروز منگل بہترین 4 کالم تصویر اور خبر کیساتھ جلسہ و دستار بندی  
 کے اس پروگرام کی کورج دی جبکہ 29 دسمبر 1988ء بروز جمعرات روزنامہ آفتاب لاہور  
 نے ”صلوٰۃ کمیٹی غوث پارک کے زیر اہتمام“ بچے مستقبل کا معمار“ اختر علی خاں کے مضمون کو  
 بہترین ون تھرڈ پیج پر بیع تصویر شائع کیا۔ 7 جنوری 1989 ہفتہ کو روزنامہ امروز لاہور نے  
 ”صلوٰۃ کمیٹی جامع مسجد شیر ربانی“ کے نام سے ”صلوٰۃ کمیٹی کی کاوشوں سے ایک سو سے زائد  
 بچوں میں نماز کا شوق پیدا ہو چکا ہے“ ون تھرڈ پیج پر مضمون بیع تصویر شائع کر کے اراکین  
 و ممبران کی حوصلہ افزائی کی۔ اس میں خصوصی تصویر کی کیشن ”صلوٰۃ کمیٹی غوث پارک کے زیر  
 اہتمام اس ماہ نماز پنجگانہ کی پابندی پر انعام حاصل کرنے والے بچوں کا محمد عباس صدر صلوٰۃ  
 کمیٹی کے ہمراہ گروپ فوٹو“ تھی۔ 19 جنوری 1989 جمعرات روزنامہ مشرق لاہور نے  
 ”صلوٰۃ کمیٹی کے زیر اہتمام جلسہ بڑی گیارہویں شریف کی سروس دی۔ 12 فروری 1989ء  
 اتوار روزنامہ امروز اور وفاق لاہور نے ماہانہ تقریب تقسیم اسناد و ختم گیارہویں شریف کی  
 سروس شائع کی۔ اسی اطلاع کو روزنامہ آفتاب نے 16 فروری 1989ء بروز جمعرات شائع  
 کیا جو کہ 17 فروری 1989ء کو محفل تقسیم اسناد کی اور سلیمان رشدی کے خلاف تقریب کو  
 روزنامہ آفتاب لاہور نے اس کیشن ”لاہور: غوث پارک میں صلوٰۃ کمیٹی کے زیر اہتمام شاتم  
 رسول سلیمان رشدی کی کتاب کی مذمت کے سلسلہ میں منعقدہ جلسہ سے علامہ ممتاز احمد، علامہ  
 محمد اسلم نقشبندی، اختر علی خاں، محمد عباس خطاب کر رہے ہیں“ کے ساتھ بیع تصویر شائع کر کے



حوصلہ افزائی بخشی۔ صلوٰۃ کمیٹی غوث پارک کے زیر اہتمام پہلا بڑا پروگرام معراج مصطفیٰ ﷺ کا جلسہ 6 مارچ 1989 کو منعقد کرنے کیلئے روزنامہ امروز نے سروس دی۔ روزنامہ وفاق، پاکستان ٹائمز، جنگ، مشرق، آفتاب، مساوات لاہور نے 6 مارچ 1989ء پیر کو بطور سرور کو رتیج دی۔

معراج مصطفیٰ ﷺ کے جلسہ کے انعقاد کے بعد 9 مارچ 1989ء جمعرات کو روزنامہ مشرق لاہور نے اس کیشن کے ساتھ ”صلوٰۃ کمیٹی جامع مسجد شیر ربانی غوث پارک لاہور میں جلسہ معراج النبی ﷺ سے پیر سید کبیر علی شاہ، اختر علی خاں، وسیم سجاد طاہر، محمد عباس، اظہر علی خاں، اور حافظ زاہد خطاب کر رہے ہیں اسٹیج پر شیخ شوکت علی اور حافظ زمان بیٹھے ہیں۔“ تصویر بمع خبر شائع کی۔ 11 مارچ 1989ء ہفتہ روزنامہ مغربی پاکستان نے جلسہ معراج النبی ﷺ کے پروگرام کو تصویر بمع خبر شائع کیا روزنامہ آفتاب لاہور نے اسی پروگرام کو 12 مارچ 1989ء بروز اتوار کو رتیج دی اسی سلسلہ کو جاری و ساری رکھتے ہوئے 7 فروری 1992 بروز جمعہ المبارک کو محمد عباس صاحب کے اس بیان کو روزنامہ مشرق، مساوات اور پاکستان نے اہمیت دیتے ہوئے واضح الفاظ میں شائع کیا کہ ”مسلمانوں کو بسنت جیسا ہندو و انہ تہوار منانے سے گریز کرنا چاہیے“ بسنت کا تہوار منانے پر پابندی لگائی جائے ”پتنگ بازی پر شرطیں لگانے والوں کو سخت سزا دی جائے۔“

آخر کار یہ سلسلہ برق رفتار چلتا رہا اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے باغبانپورہ لاہور کے ایک علاقہ غوث پارک سنگھ پورہ کے ایک مکان میں صلوٰۃ کمیٹی کے صدر جناب محترمی جناب محمد عباس صاحب وامت برکاتہم العالیہ نے مستقبل کے معماروں کی تعلیم و تربیت کیلئے 2 رمضان المبارک بمطابق 24 اگست 1992 کو ”مدرسہ مدنیہ غوثیہ سیفیہ تعلیم القرآن“ کا آغاز کیا جس کا افتتاح شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت علامہ

عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور نے اپنے دست  
 مبارک سے فرمایا۔ استاد محترم حافظ القاری محمد ریاض نقشبندی صاحب کی روایات کو برقرار  
 رکھتے ہوئے مہتمم وبانی مدرسہ ہذا حضرت علامہ محمد عباس نے گہری دلچسپی اور دل و جان سے  
 وابستگی کا والہانہ اظہار کیا، لہذا اہل علاقہ نے علمی تشنگی بجھانے کیلئے مدرسہ ہذا کی طرف رجوع  
 کیا۔ مدرسہ کے زیر اہتمام 21 جنوری 1993ء جمعرات ایک لائبریری ”یا رسول اللہ ﷺ“  
 لائبریری“ کا افتتاح کیا گیا اور انجمن تحفظ سنت مصطفیٰ ﷺ کا قیام عمل میں لایا گیا 22 جنوری  
 1993ء جمعہ المبارک روزنامہ مساوات لاہور نے لائبریری کے قیام کی خبر شائع کی بعد  
 ازاں پیر محمد عباس صاحب لائبریری کی کتب کے مطالعہ میں کھوئے ہوئے نظر آتے تھے  
 ۔ 29 جنوری 1993ء جمعہ المبارک مدرسہ مدنیہ غوثیہ سیفیہ تعلیم القرآن کے ناظم اعلیٰ جناب  
 علامہ محمد عباس صاحب کو اہل علاقہ نے لاہور زکوٰۃ کمیٹی حلقہ غوث پارک باغبانپورہ کے یونٹ  
 نمبر 140 کا چیرمین منتخب کیا جس کی خبر روزنامہ مشرق لاہور نے 30 جنوری 1993ء ہفتہ کو  
 شائع کی۔ انجمن تحفظ سنت مصطفیٰ ﷺ کے زیر اہتمام 25 فروری 1993ء جمعرات کو  
 مدرسہ مدنیہ غوثیہ سیفیہ تعلیم القرآن میں ایک ”نعتیہ مقابلہ“ کا اہتمام کیا گیا روزنامہ نوائے  
 وقت لاہور اور روزنامہ مساوات لاہور، روزنامہ مشرق لاہور نے نعتیہ مقابلہ کا اشتہار  
 25 فروری 1993ء جمعرات کو شائع کیا۔ یہ پروگرام حضرت پیرمیاں محمد حنفی سیفی صاحب  
 دامت برکاتہم العالیہ (راوی ریان) کی صدارت میں منعقد ہوا حسب سابق ناظم اعلیٰ نے  
 مدرسہ مدنیہ غوثیہ سیفیہ تعلیم القرآن میں بھی طلباء کی تربیت کیلئے قرآن خوانی، نعت خوانی، ذکر  
 و فکر اور درود و سلام کی محافل کا سلسلہ جاری رکھا اکثر اوقات کوئٹہ پروگرام کے تحت بچوں کی  
 حوصلہ افزائی کیلئے تحائف و انعامات سے نوازا جاتا اسی سلسلہ میں 30 اگست 1993ء  
 11 ربیع الاول 1414ھ کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کی محفل رات بھر سجائی گئی اس محفل

میں خصوصی نشست یہ تھی کہ ”آقائے کریم ﷺ کی دنیائے فانی میں تشریف آوری کے وقت محفل میں بوقت تہجد مکمل خاموشی اختیار کی گئی تاکہ حضور ﷺ کی آمد کا ادب اور خاموشی سے استقبال کیا جائے۔

محفل میلاد النبی ﷺ کی اس خبر کو روزنامہ مساوات لاہور نے 30 اگست 1993ء پیر کو شائع کیا 28 جنوری 1994ء جمعہ المبارک علامہ محمد عباس صاحب نے ”بسنت ہندوؤں کا تہوار ہے“ کے موضوع پر خطاب فرمایا جسے 29 جنوری 1994ء روزنامہ مساوات اور پاکستان لاہور نے شائع کیا۔ دین اسلام کی ترویج و اشاعت کیلئے سرگرم عمل جناب محمد عباس سیفی مہتمم مدرسہ سیفیہ تعلیم القرآن نے 1998ء میں روزنامہ جمہور لاہور کی وساطت سے وزیر اعلیٰ صاحب سے اپیل کی کہ ایل ڈی اے کے ذریعہ مسجد کے لئے پلاٹ الاٹ کروایا جائے۔ رب کائنات نے علامہ محمد عباس سیفی کے مطالبہ کو حقیقت میں بدل دیا اور الحمد للہ ایل ڈی اے گجر پورہ سکیم کے بلاک نمبر ڈی ون میں پلاٹ نمبر 1910 کو مسجد کیلئے مختص کر دیا گیا اس مبارک جگہ میں مجدد عصر حاضر قیوم زماں حضرت اخوند زاوہ پیر سیف الرحمن پیر ارچی خراسانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ (اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے) نے 17 نومبر 2000ء جمعہ المبارک کو اپنے دست روحانی و نورانی سے جامع مسجد گلزار مدینہ و دارالعلوم جامعہ سیفیہ تعلیم القرآن کاسنگ بنیاد رکھا اور صوفی محمد عباس سیفی صاحب کی دستار بندی کرتے ہوئے مسجد و مدرسہ کی بہتری اور کامیابی کیلئے خصوصی دعا فرمائی۔ پیر و مرشد کی نگاہ و دعا اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے مدرسہ ہذا کی تعمیر و تکمیل سالوں کی بجائے چند مہینوں میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اب دوسری منزل اور مسجد و مدرسہ کی توسیع کے پیش نظر مسجد سے ملحقہ پلاٹ کی خرید کے لئے کوشش جاری ہے کیونکہ طلباء و طالبات کی مختلف کلاسز کیلئے مدرسہ کی جگہ ناکافی ہے۔ مدرسہ ہذا میں جہاں حفظ و ناظرہ کی کلاسز پڑھائی جا رہی ہیں۔ وہاں عالمہ فاضلہ کورس، ترجمہ

قرآن کورس برائے طالبات اور درس نظامی کی تعلیم بھی پڑھائی جا رہی ہے، جس پر عصری تعلیم کیلئے کاسز کا انعقاد طرہ ہے۔ جب کہ یہ تمام کلاسز بچوں اور بچیوں کیلئے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ہر سال درجنوں طلباء و طالبات حفظ ناظرہ کی اسناد حاصل کر کے قرآنی تعلیمات سے فیض یاب ہی نہیں ہو رہے بلکہ مدرسہ کی کارکردگی کو اعلیٰ منصب بخش رہے ہیں۔ اسی کارکردگی کے پیش نظر اہل علاقہ عوام الناس کے دلوں میں ولولہ انگیز محبت دکھائی دیتی ہے۔

3 مئی 2003ء ہفتہ کو روزنامہ خبریں کے زیر اہتمام محفل نعت شریف کا اہتمام کیا

گیا جس میں پیر محمد عباس سیفی صاحب کو خصوصی مدعو کیا گیا۔ اور 4 مئی 2003 اتوار کو

روزنامہ خبریں نے کورٹج دی ہے اسی طرح 5 جون 2003ء جمعرات کو محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ

کا انعقاد روزنامہ پاکستان لاہور نے کیا جس میں مہمان خصوصی کے طور پر پیر محمد عباس مجددی

سیفی صاحب کو مدعو فرمایا گیا۔ 12 جون 2003ء جمعرات کو روزنامہ پاکستان لاہور نے اس

جشن میلاد النبی ﷺ کو کورٹج دی۔ المختصر کیم مارچ 2008 ہفتہ پریس کلب لاہور میں سنی

تحریک کے زیر اہتمام ڈنمارک کے خلاف سیمینار میں چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام نے بھی

شرکت کی جسے روزنامہ آواز لاہور نے 2 مارچ 2008 اتوار کو شائع کیا۔

خلاصہ کی بساط کو لپیٹتے ہوئے مختصر کرنا چاہوں گا کہ 19 اپریل 2009 کو ”ماہنامہ

بہار اسلام“ کا پہلا سالانہ جشن منایا گیا جس میں شہید ملت مفتی اعظم پاکستان جناب ڈاکٹر محمد

سرفراز نعیمی شہید، عزت مآب حضرت پیر محمد عابد حسین سیفی صاحب، پیر سید افضل حسین شاہ

زنجانی صاحب، محترم المقام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عارف نعیمی صاحب کے علاوہ درجنوں علماء

و مشائخ عظام و کثیر تعداد سامعین نے شرکت کی۔ ماہنامہ بہار اسلام کے یک سالہ جشن کو

روزنامہ نوائے وقت نے 21 اپریل 2009ء بروز منگل کو شائع فرمایا۔ جب کہ روزنامہ

جناح لاہور نے ون کوارٹر پیج پر دین مبین ایڈیشن میں اس سالانہ جشن کو شائع کر کے انجمن

بہار اسلام کی بہترین حوصلہ افزائی فرمائی۔

12 جون 2009 جمعہ المبارک کو حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صاحب کو شہید

کر دیا گیا جس پر انجمن بہار اسلام کے ہر کارکن نے دل کی گہرائیوں سے اظہار افسوس کیا۔

روزنامہ نوائے وقت، آواز، جناح، اوصاف نے 14 جون 2009ء اتوار کو انجمن بہار اسلام

کی طرف سے اظہار افسوس کی خبریں شائع کیں۔ 15 جون 2009ء پیر کو چیف ایڈیٹر

ماہنامہ بہار اسلام جناب پیر محمد عباس مجددی سیفی صاحب نے آستانہ عالیہ زنجانیہ سیفیہ میں

”تاجدار صداقت کانفرنس“ میں انجمن بہار اسلام کی طرف سے شرکت فرمائی جسے 16 جون

2009ء منگل کو روزنامہ خبریں، اور آواز لاہور نے 18 جون 2009ء جمعرات کو شائع کیا۔

یکم اگست 2009ء روزنامہ نوائے وقت کی طرف سے موبائل نظریاتی تعلیمی یونٹس نے دار

العلوم جامعہ سیفیہ لاہور کا دورہ کیا جسے روزنامہ نوائے وقت نے 2 اگست 2009ء اتوار کو بیع

تصاویر پیر محمد عباس مجددی سیفی صاحب کے خطاب کو رتیج دی۔

انجمن بہار اسلام کے زیر اہتمام ہر سال شب بیداری کا پروگرام منعقد کیا جاتا ہے

جس کے لئے روزنامہ نیا اخبار، روزنامہ آواز، روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ پاکستان

، روزنامہ جناح، روزنامہ خبریں نے 6 اگست 2009ء جمعرات کو شب برات کے انعقاد کے

لئے خبریں شائع کیں۔ شب بیداری کے اس پروگرام کو روزنامہ نوائے وقت لاہور، روزنامہ آواز

لاہور نے 8 اگست 2009ء تصاویر کے ہمراہ کوریج دی۔ یکم ستمبر 2009ء بے غیرت ظالموں

نے سرمایہ اہلسنت حضرت علامہ حامد سعید کاظمی شاہ صاحب پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس پر انجمن

بہار اسلام نے زبردست مذمت کی۔ روزنامہ پاکستان اور جناح نے 3 ستمبر

2009ء جمعرات روزنامہ نوائے وقت اور نیا اخبار لاہور نے 4 ستمبر 2009ء بروز جمعہ

المبارک جبکہ روزنامہ آواز نے 5 ستمبر 2009ء ہفتہ کو انجمن بہار اسلام کی طرف سے

پیر طریقت حضرت علامہ حامد سعید شاہ کاظمی صاحب پر قاتلانہ حملے کی مذمت شائع کی۔ اور خبریں اخبار نے 8 ستمبر 2009ء بروز منگل انجمن بہار اسلام کے حوالہ سے جو خبر شائع کی اُس کا خلاصہ ”حامد سعید کاظمی پر قاتلانہ حملہ کرنیوالوں کو گرفتار کیا جائے“ تھا۔

انجمن کے زیر اہتمام ”دستار فضیلت و نزول قرآن کا جشن“ 17 ستمبر 2009ء

بروز جمعرات جامعہ سیفیہ میں منعقد کرنے کی اطلاع روزنامہ اوصاف لاہور نے 16 ستمبر

2009ء بدھ، روزنامہ آواز، نوائے وقت، نیا اخبار لاہور نے 17 ستمبر 2009ء جمعرات

شائع کی، جبکہ دستار فضیلت پروگرام کو روزنامہ وقت لاہور، روزنامہ انقلاب لاہور، روزنامہ

آواز لاہور نے 19 ستمبر 2009ء ہفتہ اور روزنامہ نوائے وقت، نیا اخبار لاہور نے 20 ستمبر

2009ء اتوار کو جمع تصاویر خبریں شائع کیں۔ 24 ستمبر 2009ء جمعرات روزنامہ آواز اور

انقلاب لاہور نے عید الفطر کے موقع پر چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام کے خطاب کو جمع

سامعین تصویر شائع کی۔ نماز عید الفطر کے موقع پر خطاب کی خبر روزنامہ ایکسپریس لاہور، وقت

لاہور، اساس لاہور، آواز لاہور نے یکم دسمبر 2009ء کو شائع کی۔ حضرت شاہ بلور علیہ الرحمہ

کے 374 ویں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر انجمن بہار اسلام کے مرکزی قائدین کی

حاضری اور خطاب کو روزنامہ خبریں لاہور نے 16 دسمبر 2009ء بدھ روزنامہ نیا اخبار نے

18 دسمبر 2009ء جمعہ المبارک، آواز نے 31 جنوری 2010ء اتوار کو شائع فرمایا۔

13 جنوری 2010ء بدھ کو انجمن بہار اسلام کے ہنگامی اجلاس میں سپریم کورٹ آف

پاکستان کے ایک فیصلے کو سراہا گیا جس کی روزنامہ آواز لاہور نے 14 جنوری

2010ء جمعرات، اور روزنامہ آواز لاہور نے 15 جنوری 2010ء جمعہ المبارک کو راج دی۔

انجمن بہار اسلام کے زیر اہتمام ڈنمارک میں خاکوں کی اشاعت کے خلاف جلوس نکالا گیا

جس کی خبر روزنامہ نوائے وقت، اساس لاہور نے 6 فروری 2010ء ہفتہ کو شائع کی جبکہ اسی



اخبار نے 7 فروری 2010 اتوار کو جلوس کی تصاویر بھی شائع کیں۔ روزنامہ پاکستان نے 11 فروری 2010 جمعرات کو جلوس کی تصاویر شائع کیں۔

ماشاء اللہ انجمن بہار اسلام کے زیر اہتمام 26 فروری 2010 جمعہ المبارک کو مشعل بردار جلوس بسلسلہ عید میلاد النبی ﷺ کی خبر روزنامہ آواز لاہور نے 19 فروری جمعہ المبارک کو شائع کی۔ انجمن بہار اسلام کے زیر اہتمام منعقدہ حلقہ شیلر چوک میں محفل میلاد شریف کی کوریج کرتے ہوئے روزنامہ آواز لاہور نے 24 فروری 2010 بدھ کو تصویر شائع کی۔ فروری 2010ء حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب پر حملہ ہوا جس کی انجمن بہار اسلام نے بھر پور مذمت کی روزنامہ پاکستان لاہور نے 25 فروری 2010 جمعرات کو انجمن کی طرف سے مذمت کی خبر شائع کی۔ نیا اخبار لاہور نے 26 فروری 2010ء بروز جمعہ المبارک انجمن بہار اسلام کے ایک پروگرام کو کوریج دی۔ روزنامہ آواز لاہور نے 27 فروری 2010ء ہفتہ میلاد شریف کے موقع پر انجمن بہار اسلام کے مشعل بردار جلوس کو کوریج دی۔ روزنامہ نیا اخبار لاہور نے جلوس کی تصاویر 28 فروری 2010 اتوار روزنامہ اساس، پاکستان، جناح لاہور نے اس مشعل بردار جلوس کی کوریج 2 مارچ 2010ء منگل کو کی۔ جبکہ نوائے وقت لاہور نے اس جلوس کو 3 مارچ بدھ کو شائع کیا۔ انجمن بہار اسلام کے زیر اہتمام روزنامہ آواز لاہور نے یکم مارچ 2010ء پیر کو بھی ایک محفل میلاد شریف کی کوریج دی ہے اس طرح انجمن بہار اسلام ہو یا ماہنامہ بہار اسلام دارالعلوم جامعہ سیفیہ گجر پورہ ہو یا جامعہ مسجد گلزار مدینہ، انجمن تحفظ سنت مصطفیٰ ﷺ ہو یا صلوة کمیشن غوث پارک، لاہور کے مشہور و معروف اخبارات ہوں یا ٹی وی چینلوں خدا کے فضل و کرم سے صدائے حق عام کرنے کیلئے کم و بیش 22 سال سے ایک ساتھ کوشاں ہیں

انجمن بہار اسلام اور ماہنامہ بہار اسلام نے ماضی کی غلطیوں کی تلافی اور پاک

صاف زندگی کے لئے ہر موقع پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کبھی تو میلاد مصطفیٰ ﷺ کے جشن منائے جا رہے ہیں کہیں سرکار کی آمد پر مرحبا مرحبا آمد مصطفیٰ ﷺ کی صداؤں سے گونجتے ہوئے جلوسِ محبت کا ولولہ دکھائی دے رہے ہیں کہیں شبِ بارات اور شبِ معراج بڑی بڑی محافل میں بارگاہِ خداوندی میں استغفار کی جارہی ہوتی ہے اور کبھی لیلة القدر کی قیمتی گھڑیوں میں بارگاہِ خداوندی میں اپنے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کے اپنے باطن کو پاک صاف کیا جا رہا ہوتا ہے۔ کبھی دورہ تفسیر القرآن اور نصابِ اربعہ کے کورس کی طرف عوام الناس کی دلچسپی کیلئے انعامات کے پروگرامز، کبھی دستارِ فضیلت کے اجتماعات کر کے تعریفی اسناد سے نوازا جا رہا ہے یہ سب کچھ ہے تو فقط اس لئے کہ

تمنا درِ دل کی ہے کوئی کام کر جاؤں

اگر ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

گنبدِ حضراء کا انعام..... بہارِ اسلام بہارِ اسلام

## تصوف و صوفیاء پر ایک نظر

صاحبزادہ مولانا محمد توصیف النبی مجددی

تصوف ایک اسلامی اصطلاح ہے اور اس کا اطلاق اس علم اور عمل پر ہوتا ہے، جس کا بنیادی مقصد ظاہر و باطن کی اصلاح ہو۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر دل کی گہرائیوں اور صدق نیت سے عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے۔ تزکیہ نفس اور صفائے قلب کا حصول تصوف ہے۔ کامل مسلمان بننے کے لیے محض یہ کافی نہیں کہ ظاہری طور پر اسلامی احکام کی پابندی کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ اپنے فکر و نظر اور دل و دماغ کو بھی ان تعلیمات کی روح کے مطابق ڈھالا جائے۔ تصوف کا تعلق چونکہ ہر انسان کے ذاتی تجربے اس کے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔ اسی لیے تصوف کو زہد، تزکیہ نفس، احسان، محبت الہی کے مختلف نام دیے گئے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر مذہب میں تلاش حق کا سلسلہ جاری رہا۔ اور تلاش حق کرنے والے مختلف ناموں سے پکارے گئے۔ اسلام میں حقیقت الہی تک رسائی کا ذریعہ تصوف کہلایا اور اس راستے پر چلنے والوں کو صوفی کہا گیا۔ تصوف اسلام میں اس لیے مقبول ہو گیا کہ یہ مذہبی زندگی کا فطری تقاضا تھا۔ رسول کریم ﷺ اور صحابہ کے زمانے میں اگرچہ اس کا نام نہیں تھا۔ مگر اس کی روح ضرور موجود تھی اللہ سے محبت ہی کو سب سے مقدم سمجھا جاتا تھا۔ اسلامی تصوف نے مختلف ادوار سے گزر کر موجودہ صورت اختیار کی۔

پہلا دور: رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام کا ہے۔ اس دور میں صحابی ہونا ہی بڑی عظمت کی دلیل تھی۔ آپ کی مجلس میں جو شخص ایمان کے ساتھ حاضر ہوتا اسے احسان حاصل ہو جاتا تھا۔ احسان حاصل تصوف ہے۔ اور اس سے مراد شریعت کے تمام احکام کی پابندی خالصتاً اللہ

کے لیے کرنا ہے۔ آنحضرت کا روحانی تصوف اتنا قوی تھا کہ جو حاضر ہوتا اس کو حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی چنانچہ اس دور کے لوگوں میں زہد کا عنصر غالب تھا۔ حضور ﷺ کے زمانہ ظاہری میں اصحاب صفہ کا گرو تھا جو دنیاوی زندگی سے کٹ کر گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھے عبادت اور حصول علم میں مگن رہتا تھا۔

دوسرا دور:- خلافت راشدہ کے بعد تصوف کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ بنو امیہ کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں جو سیاسی نظام قائم ہوا۔ وہ اس نظام سے بالکل مختلف تھا۔ جو خلفاء راشدین کے عہد میں قائم ہوا تھا۔ چنانچہ مذہب اور سیاست دو حصوں میں بٹ گئے۔ کشف المحجوب میں سید علی لہجویری رحمۃ اللہ علیہ اس صورت حال کو بیان کرتے ہیں۔ ایک علم کے مدعی سے کہا تو نے نیلگوں لباس کیوں پہنا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ پیغمبر ﷺ سے تین چیزیں باقی رہیں۔ ایک فقیری دوسرا علم اور تیسرا تلوار، تلوار بادشاہوں نے پالی مگر انہوں نے اسے موقعہ پر استعمال نہ کیا۔ علماء نے علم اختیار کیا مگر صرف سیکھنا ہی پسند کیا۔ اور فقیری فقیروں کے گرو نے پسند کی۔ مگر اس کو امیری کا آلہ بنایا۔ میں نے ان تینوں کی مصیبت پر نیلگوں لباس پہنا ہے۔ ایسی صورت میں اہل ایمان حضرات نے محسوس کیا کہ اب حکومت کی ملازمت دین کی خدمت میں شامل نہیں رہی۔ چنانچہ انہوں نے حکومت سے تعلق ختم کر لیا۔ پہلی صدی ہجری میں مسلمانوں کا سیاسی نظام بہترین لوگوں کی خدمات سے محروم ہو گیا۔ اس دور میں کچھ ایسے ناخوشگوار واقعات پیش آئے۔ جن میں واقعہ کربلا، محاصرہ مکہ وغیر شامل ہیں۔ حجاج بن یوسف کے مظالم دیکھ کر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا شدید رنج ہوا کہ آپ گیارہ سال تک گوشہ نشین رہے۔ اور جب اس کی موت کی خبر سنی تو سجدہ میں گر کر کہا اے اللہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں۔ اور اس سے ڈرتا ہو جو تجھ سے نہیں ڈرتا۔ اس دور کے اہم صوفیاء حضرت

اولیں قرنی، حضرت حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، خواجہ فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم ادہم وغیرہ، اس دور کے صوفیاء میں خشیت الہی کا جذبہ تھا۔ وہ انفرادی عبادت اور ریاضت کو ترجیح دیتے تھے۔ انہوں نے کوئی نئی اصطلاح ایجاد نہیں کی تھی۔ بادشاہوں سے ملنے سے احتراز کرتے تھے۔ اور اگر ملنا پڑ جاتا تو نہایت جرأت سے ان پر تنقید کرتے تھے۔

تصوف کا تیسرا دور:- بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس دور میں یونانی فلسفہ اور علوم مسلمانوں میں کثرت سے رائج ہوئے۔ اور ان کے عقائد کی بنیادیں کمزور ہوتی گئی۔ فتح مصر کے بعد فلسفہ کا رجحان جڑ پکڑ گیا یونانی علوم کا مرکز اسکندریہ تھا۔ بنو امیہ کے دور میں صرف طب اور کیمسٹری کی طرف توجہ تھی۔ لیکن بنو عباس کی عہد میں دیگر یونانی علوم بھی رائج ہوتے گئے۔ ہارون الرشید نے ایک بیت الحکمت قائم کیا۔ جس میں دیگر زبانوں کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں کیے جاتے تھے۔ فلسفہ کو فروغ مامون الرشید کے زمانے میں ملا اس نے قیصر روم کو خط لکھ کر ارسطو کی کتب بغداد منگوائی اس طرح یونانی فلسفہ زور پکڑتا چلا گیا جس کے اثرات اس کی اپنی شخصیت پر بھی مرتب ہوئے۔ چنانچہ وہ مذہب سے پھر گیا اور قرآن کے قدیم ہونے کے بارے میں شک و شبہا بہت کا شکار ہو گیا اس دور میں ہر چیز حتیٰ کہ ذات و صفات خداوندی، جنت و دوزخ اور معجزات معراج وغیرہ کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگے۔ جس کا انجام قرآن کے اصل مفہیم کی تفہیم کی دوری میں ظاہر ہوا۔ اس دور میں صوفیاء کا جو طبقہ سامنے آیا۔ انہوں نے عقل کے مقابلے میں عشق میں زور دیا۔ اس دور کے اہم صوفیاء حضرت بایزید بسطامی، ذوالنون مصری، جنید بغدادی وغیرہ ہیں۔ ان بزرگوں نے مسلمانوں کے دلوں کو بیدار کیا۔ اور عقلیت کا جو زنگ لگ گیا تھا اسے خدا اور رسول کے عشق سے دھو دیا۔ حضرت سری سقطی نے وحدۃ الوجود کی بات کی۔ اور حضرت ذوالنون مصری نے اپنی تصانیف

میں حال و مقال پر بحث کی۔ ان سب کوششوں نے مسلمانوں کی سوچ کے زاویہ کو بدلنے میں مدد دی۔

چوتھا دور:۔ اس دور میں اسلامی سلطنت بہت وسعت اختیار کر چکی تھی۔ اس دور میں بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوئے۔ جن کے بارے میں قرآن پاک اور احادیث میں واضح حکم موجود نہ تھا۔ ایسے تمام مسائل کے حل کے لیے علم اصول فقہ ایجاد ہوا۔ اس علم کے ماہرین میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اہم ہیں۔ ان تمام ائمہ کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسائل پر استدلال کیا۔ ان بزرگوں کے وصال کو ابھی ایک صدی نہ گزری کہ علماء نے اجتہاد کے دروازے بند کر دیے۔ اور ان ائمہ دین کی آرا کو ہر زمانے اور ہر حال کے لیے قطعی مان لیا۔ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا تھا کہ نئے اجتہادات کیے جائیں اور مسلمانوں کے مسائل کا حل قرآن و حدیث سے ڈھونڈا جائے۔ اور شرعی حدود کے اندر جو آسانی حاصل ہو سکتی ہے، اسے استعمال کیا جائے۔ دوسرا اہم مسئلہ جو اس دور میں پیدا ہوا۔ وہ فقہی مسائل میں حیلہ بازی تھی۔ کتب فقہ میں ایک مستقل باب ”باب الحیل“ کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال پر شیخ ایوب سختیانی نے کہا تھا۔

”یہ لوگ خدا کو اسی طرح دھوکہ دینا چاہتے ہیں جیسے بچو کو بہلاتے ہیں“

ان گمراہیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کا اصل مقصد یعنی تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا خاتمہ ہو گیا اور لوگ اسلام کی حقیقی روح سے دور ہوتے چلے گئے۔ اس دور میں صوفیاء نے باطن کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی پر زیادہ زور دیا۔ اور لوگوں کو فقہی مسائل کی پیچیدگیوں سے نکالنے کی زبان اور قلم کے ذریعے بھرپور کوشش کی اور عملی تصوف پر زیادہ زور دیا۔ اس کے متعلق مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ شریعت اور علم و اخلاق میں جن احکام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً صبر رضا توکل



استغناء، قناعت وغیرہ وغیرہ ان پر انسان عمل کرتا ہے۔ تو اس بنا پر کرتا ہے۔ کہ شریعت نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اور شریعت سے سرتابی عذابِ قیامت کی مستوجب ہے۔ لیکن تصوف میں ایک حالت طاری ہو جاتی ہے۔ جس سے خود بخود اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ صوفی دل پر جبر کر کے صبر اختیار نہیں کرتا بلکہ طبعاً اس سے صبر سرزد ہوتا ہے۔ وہ نماز اس لیے نہیں پڑھتا کہ نہ پڑھوں گا تو دوزخ میں جانا پڑے گا بلکہ اس لیے پڑھتا ہے کہ نہ پڑھنا اس کے اختیار میں نہیں۔ یہ تصوف کا عملی حصہ ہے۔ اس دور کے صوفیاں نے بھی اس عملی حصے پر زور دیا۔ ان صوفیاء میں شیخ ابوسعید ابن العربی شیخ ابو محمد الخلدی شیخ ابونصر سراج، شیخ ابوطالب مکی اور شیخ ابوبکر وغیرہ اہم ہیں۔

پانچواں دور:- اس دور میں صوفیاء کرام نے تصنیف و تالیف کی طرف بہت توجہ دی اور تصوف اور صوفیائے کرام پر عائد کردہ الزامات کی تردید کے لیے بہت کچھ لکھا۔ انہوں نے لوگوں میں یہ شعور بیدار کرنے کی کوشش کی کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں۔ اس جدوجہد کا بڑا فائدہ ہوا۔ ایک طرف معترضین میں کمی واقع ہوئی اور دوسری طرف تصوف کو ترقی اور مقبولیت حاصل ہوئی اس دور کی بڑی شخصیات میں شیخ علی الجہوری، شیخ ابوالقاسم قشیری، شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ عبداللہ انصاری وغیرہم علیہم الرحمہ شامل ہیں۔

چھٹا دور:- بارہوی صدی عیسوی کو تصوف کا چھٹا دور کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ صدی اسلامی ممالک کے زوال کی ہے۔ خلافت بغداد اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ اندلس میں طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ امراء علماء اور سلاطین اخلاقی انحطاط کا شکار تھے۔ لیکن تصوف کے حوالے سے یہ عہد بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس صدی میں بعض روحانی سلاسل کی بنیاد بھی رکھی گئی تھی۔ اس دور کی اکابر شخصیات میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی

امام غزالی، شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اکبر وغیرہ اہم ہیں۔ صوفیانہ شاعری نے بھی تصوف کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ابوسعید ابوالخیر، حکیم سنائی، اور خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام نے نہ صرف محبت الہی کے پیغام کو عام کیا بلکہ تصوف کی مقبولیت میں بھی اضافے کا باعث بنی۔

ساتواں دور:- تصوف کے سلاسل کا آغاز ہوا۔ اور ان کی تشکیل نے تصوف کو فروغ دیا۔ یہ سلاسل تصوف کے ارتقاء و ترقی کا آخری زینہ تھے۔ کیونکہ آنے والی صدیوں میں اگرچہ تصوف کی تحریک کئی بار عروج و زوال کا شکار ہوئی مگر اس کے بنیادی ڈھانچہ میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہو سکی۔ اکابر صوفیا کے افکار و نظریات خواہ وہ نثر کی صورت میں تھے، خواہ شاعری کی شکل میں تصوف کا سارا دار و مدار انہیں پر رہا اور یہ اتنے جامعہ اور مکمل تھے کہ ان سے باہر آنے کی کسی کو بھی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ سلاسل تصوف کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت مسلمان سیاسی سماجی اور اخلاقی پستیوں کی انتہا پر پہنچ چکے تھے۔ لوٹ مار، غارت گری کا دور دورا تھا اس پر حملہ تاتار نے ان کی بربادی پر آخری ضرب لگائی تھی۔ بغداد جو کبھی مختلف تمدنوں کا مرکز تھا۔ کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا تھا۔ ان حالات میں دل خود بخود تصوف کی طرف مائل ہونے لگے۔ اور لوگ ذہنی انتشار سے بچنے کے لیے سکون دل کے حصول کے لیے خانقاہی نظام سے وابستہ ہونے لگے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان افسردہ دل اور خوابیدہ روح لوگوں کی زندگی کی نئی نوید انہی سلاسل کے مشائخ کی وجہ سے حاصل ہوئی خدا پر توکل اور بھروسہ اور اخلاقی مضبوطی اور اجتماعی زندگی کو خوبصورتی کی طرف انہی بزرگوں نے توجہ دلائی۔

ان سلاسل میں سلسلہ قادریہ سلسلہ نقشبندیہ (خواجگان) سلسلہ چشتیہ اور

سلسلہ سہروردیہ کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے لوگوں کی اصلاح و تربیت کا بہترین انتظام فرمایا اپنے خلفاء کو دور دراز ممالک میں تبلیغ کے لیے لے بھیجا۔ جنہوں نے وہاں اس سلسلہ کی شاخیں قائم کیں اور اصلاح باطن کا کام سنبھالا۔ سلسلہ چشتیہ کی بنیاد شیخ ابواسحاق شانی نے رکھی لیکن اسے مقبول عام کرنے کی خدمت خواجہ معین الدین چشتی نے انجام دی جو عطاء رسول فی الہند تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ کو خوب ترقی دی۔ اپنی تبلیغ اور اخلاق سے اس سلسلہ کو خوب بڑھایا۔ جنہوں نے ہندوؤں میں رہتے ہوئے فکر انقلاب کی بنیاد رکھی۔

سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی وجہ سے مشہور ہوا۔ آپ نے اس کی ترویج و اشاعت کے لیے بہت محنت کی۔ سہروردی سلسلہ عشق و عقل دین و دنیا اور شریعت و طریقت کا بہترین امتزاج ہے۔ اسی اعتدال و توازن کی وجہ سے یہ سلسلہ بہت سے اہل ظاہر کے لیے قابل قبول رہا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کو مقبول عام بنانے کا شرف حضرت خواجہ بہا والدین نقشبند کو ملا یہ سب سے پرانا سلسلہ ہے۔ پیش نظر کتاب ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ کیونکہ سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ، سیفیہ کے بزرگوں کے احوال و اقوال پر مشتمل ہے۔ اس لیے یہاں سلسلہ نقشبندیہ کے ارتقاء کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے کہ مختلف ادوار میں اس سلسلہ کو کن ناموں سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس سلسلہ کے بانی ہیں۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر سے لے کر حضرت شیخ طیفور ابن عیسیٰ ابو یزید بسطامی تک اس طریقہ (نقشبندیہ) کو صدیقیہ کہا جاتا تھا۔ شیخ طیفور سے لے کر خواجہ خواجگان شیخ عبدالخالق غجدوانی تک طیفوریہ کہا جاتا تھا۔ اور حضرت عبدالخالق غجدوانی سے لے کر امام طریقت شیخ بہا الدین محمد اویسی

بخاری تک سلسلہ خواجگان کہا جاتا تھا اور آپ سے لے کر غوث الاعظم خواجہ عبید اللہ احرار تک  
نقشبندیہ کہلایا۔

نقشبندیہ کا مفہوم:- نقشبندیہ منسوب ہے نقش بند کی طرف نقشبند کا معنی نقش کا دل پر ثبت  
ہونا۔ دل پر نقش کے ثبت ہونے سے مراد کمال حقیقی کی صورت کا مرید کے دل پر ثابت ہونا  
ہے۔ ان حضرات (نقشبندی) کا ذکر شروع سے لے کر حضرت شیخ بہاؤ الدین کے زمانے  
تک انفرادی طور پر خفیہ اور محفلوں جماعتوں میں جہڑا ہوتا تھا۔ تو شیخ بہاؤ الدین نے حضرت  
خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے حکم سے دونوں حالتوں میں خفیہ طور پر ذکر کرنے کا حکم فرمایا۔ اس  
کے بعد اجتماع و محافل میں بھی خفیہ ذکر ہونے لگا۔ خفی ذکر مرید کے دل میں انتہائی تاثیر کرتا  
ہے۔ گویا اس تاثیر کو نقش کہا گیا ہے۔ اور ذکر خفی کو بند کہا گیا ہے۔ مراد ربط نقش ہے۔ نقش سے  
مراد ذکر کی مہر اور ربط سے مراد اس مہر کا ہمیشہ کے لیے ثابت رہنا اور کبھی بھی نہ مٹنا۔

میرے نوجوان فاضل دوست محمد عرفان طریقتی القادری نے ”تذکرہ مشائخ سیفیہ“ جو کہ  
سلسلہ عالیہ مجددیہ سیفیہ کے تمام بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے، تالیف کی ہے۔ اس میں  
ثابت کیا گیا ہے کہ ہمارے اسلاف ظاہری اور باطنی علوم میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ اور یہ  
کتاب اپنے مشائخ طریقت کے بارے میں جاننے کا بہترین ذریعہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ  
مصنف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

صاحبزادہ توصیف النبی آستانہ عالیہ احمد پور شریف

3-9-2010 (23 رمضان)

حضرت سید البشر نبی اسود و احمر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

آپ کی ولادت با سعادت 12 ربیع الاول پیر (سوموار) کی شب (1) عام الفیل کے 55 دن بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

صحیح روایت کے مطابق آپ کے والد (حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ) آپ کی ولادت با سعادت سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 6 برس ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی رحلت ہوئی۔

12 بارہ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ ملک شام کی طرف سفر کیا، پھر 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال۔ کر تجارت کی غرض سے دوبارہ ملک شام تشریف لے گئے۔ اس سفر سے واپسی کے بعد آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا (2) سے عقد نکاح فرمایا۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک 40 چالیس ہوئی تو 17 رمضان المبارک بروز پیر بوقت چاشت غار حرا (جو کہ مکہ معظمہ کے مضافات میں واقع ہے) میں حضرت جبریل علیہ السلام ”سورۃ اقرآء“ کی ابتدائی آیات لے کر حاضر خدمت ہوئے اور آپ ﷺ دعوتِ خلق اللہ کے لئے مبعوث ہوئے۔

تین سال تک آپ ﷺ نے خفیہ طور پر تبلیغ جاری رکھی، چوتھے سال وہ آشکار ہوئی اور پانچویں برس کچھ مسلمانوں نے کفارِ قریش کی ایذا رسانی کی وجہ سے آپ ﷺ سے اجازت لے کر حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ساتویں سال تمام قریش نے باہم معاہدہ کیا کہ وہ بنو ہاشم (نبی محترم ﷺ کے خاندان) کے ساتھ نکاح اور دیگر معاملات نہیں کریں گے۔ اعلانِ نبوت کے

بارہویں سال واقعہ معراج رونما ہوا۔

نبوت کے تیرہویں سال مدینہ منورہ (جسے ان دنوں یثرب کہتے تھے) (3) کے سترہ 17 مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا اور پھر اسی سال ہجرت مدینہ وقوع پذیر ہوئی۔

ہجرت کا پہلا سال: ہجرت کے پہلے سال ”مسجد قباء“ کی تاسیس، تعمیر مسجد نبوی، اور

مہاجرین و انصار کے مابین عقد مواخات (بھائی چارہ) قائم فرمانے کے بعد مشیت خداوندی

کفار سے ڈبھٹ کر کیلئے آمادہ ہوئی۔ اور صفر کی دو تاریخ کو جبکہ ہجرت کے گیارہ ماہ گزر چکے تھے

”غزوة ابواء“ (4) پیش آیا، اور ساٹھ 60 صحابہ کرام علیہم الرضوان کفار قریش سے قتال کیلئے

تشریف لے گئے، مگر قتال کئے بغیر ہی واپس تشریف لے آئے۔ اسی سال ”سریہ حمزہ“ (5)

بن عبدالمطلب عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب “پیش آیا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام (6) اور

سلیمان فارسی رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام کا واقعہ بھی اس سال سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی سال حضرت فاطمہ (7) مع دیگر بنات طیبات اور حضرت عائشہ (8)، حضرت سودہ (9)

(رضی اللہ عنہن) عیال ابی بکر کیساتھ مکہ سے مدینہ تشریف لائیں۔

ہجرت سے قبل دو رکعتیں نماز فرض تھی، ہجرت کے ایک ماہ بعد حضرت میں چار رکعت فرض ہو گئی

(اور سفر میں دو ہی رہیں) اور پھر یہی طریقہ جاری ہوا۔

دوسرا سال: ہجرت کے دوسرے سال پھر دو سو 200 افراد ماہ ربیع الاول میں غزوة ابواء

کیلئے اور جمادی الاولیٰ میں غزوة حشرہ (ایک جگہ کا نام ہے) کیلئے روانہ ہوئے۔ ان دونوں

غزوات سے لڑائی کے بغیر واپس ہوئی۔ اس سال غزوة بدر اولیٰ میں ستر 70 مہاجرین ”کرز

بن جابر“ کو تلاش کرنے گئے جو کہ مدینہ کے مویشیوں کو لے بھاگا تھا، لیکن اسے نہ پاسکے اور

واپس آ گئے۔ اسی سال ماہ صفر یا رجب میں حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا



نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت فاطمہ کی عمر 16 سال اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی 25 سال تھی۔ اسی سال بیت المقدس سے کعبہ معظمہ کی طرف تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ شعبان کے بعد روزے کی فرضیت کا حکم اور صدقہ فطر کے وجوب کا حکم بھی اسی سال ہوا، اور عید الفطر مدینہ کی مسجد میں ادا کی گئی۔ اس سال ماہ رمضان المبارک کی سترہ 17 تاریخ کو غزوہ بدر کبریٰ وقوع پذیر ہوئی، جس کے سبب کفر سرنگوں ہوا اور اسلام کو ترقی و عزت ملی۔ ابو جہل اور دیگر سرداران قریش واصل جہنم ہوئے اور کافروں کے ستر افراد قتل اور 70 ہی قیدی بنے۔ مسلمانوں میں سے 7 انصار اور 5 مہاجر درجہ شہادت کو پہنچے۔ ذوالفقار (10) اسی غزوہ کے مال غنیمت میں سے تھی۔ غزوہ بنی سلیم و بنی قعقاع بھی اسی سال ہوئیں۔ اسی سال عید الاضحیٰ ادا کی گئی اور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست اقدس سے دود بے ذبح فرمائے۔

تیسرا سال: ہجرت کے تیسرے سال کے اہم واقعات حسب ذیل ہیں۔

غزوات میں سے ”غزوہ سویق، غزوہ نجد، سریہ زید بن حارث (11)، سریہ محمد بن مسلمہ (12)“ اسی سال ہوئے۔ نیز غزوہ احد بھی اسی سال ماہ شوال میں ہوئی جس میں نبی ﷺ کا دندان اور ہونٹ مبارک مجروح ہوئے۔ اور حضرت حمزہ نے مع دیگر 70 اصحاب، مہاجرین و انصار کے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے سیدہ خفصہ (13) بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا۔ اسی سال حضرت امام حسن (14) کی ولادت ہوئی۔

چوتھا سال: اس سال ”غزوہ بیر معونہ (15)“ پیش آیا جس میں ستر 70 انصار صحابہ شہید ہوئے جنہیں ”قراء“ کہا جاتا تھا۔ اور نبی ﷺ چالیس دنوں تک نماز فجر میں ان کے قاتلین

کیلئے ”قنوت“ پڑھتے رہے۔

سریہ رجب (رجب ایک جگہ کا نام ہے) بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ ربیع الاول میں ”غزوہ بنی

نضیر“ پیش آیا۔ (بنی نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ ہے) ذی قعدہ میں ”غزوہ بدر صغریٰ“ ہوئی۔

شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔ ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ اور سیدہ

فاطمہ بنت اسد (حضرت علی کی والدہ) کا انتقال بھی اسی سال ہوا۔

پانچواں سال: اس سال درج ذیل واقعات ہوئے.....

(1) ماہ محرم میں غزوہ ذات الرقاع ہوئی

(2) صلوٰۃ الخوف کی ابتداء ہوئی۔

(3) ربیع الاول میں ”غزوہ دومۃ الجندل“ (ایک جگہ کا نام ہے) وقوع پذیر ہوئی۔

(4) شعبان میں ”غزوہ مرسیع“ ہوئی (مرسیع ایک کنویں کا نام ہے) اسی کو غزوہ بنی

مصطلق بھی کہتے ہیں۔ اسی غزوہ میں قیدیوں کے ساتھ ”حضرت جویریہ بنت

حارث (16)“ بھی قید ہو کر آئیں تھیں جنہیں حضور علیہ السلام نے آزاد کر کے نکاح فرمایا

تھا۔

(5) اسی سال آیت تیمم نازل ہوئی۔

(6) ذیقعدہ میں غزوہ خندق ہوئی اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں نبی اکرم

ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ”ذوالفقار“ عطا فرمائی اور ”عمرو بن عبد“ جو جانب

مخالف سے نہایت قوی پہلوان تھا، آپ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(7) فرضیت حج اور صلوٰۃ خسوف کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

چھٹا سال: اس سال کے اہم واقعات درج ذیل ہیں.....

(1) ربیع الاول میں غزوہ نبی الحیان ہوا۔ اس کے علاوہ غزوہ غابہ، اور غزوہ حدیبیہ بھی اس سال کے واقعات ہیں۔

(2) صلوٰۃ استسقاء شروع ہوئی۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے سیدہ جویریہ سے نکاح فرمایا۔

(4) واقعہ اُفک پیش آیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں آیات واضحات نازل ہوئیں۔

(5) آپ ﷺ نے مہر (Stamp) بنوائی اور بادشاہوں کی طرف خطوط بھیجے۔

(6) اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے تحفے اور ہدیے بھیجے جن میں حضرت ماریہ قبطیہ، بلخفور گدھا، اور دل دل نچر بھی شامل تھے۔

(7) سورج گرہن لگا اور صلوٰۃ کسوف کی ابتداء ہوئی۔

ساتواں سال: اس سال کے اہم واقعات کی تفصیل یوں ہے.....

(1) فتح خیبر مسلمانوں کا مقدر ہوئی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے 15 افراد شہید ہوئے، اور 93 یہودی واصل نار ہوئے۔

(2) حضرت صفیہ بنت حی (17) جو کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی آل میں سے تھیں،

حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئیں جنہیں آزاد کر کے آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔

(3) یہودیوں نے نبی غیب داں ﷺ کے کھانے میں زہر ملا یا۔

(4) سورج غروب ہونے کے بعد (نبی ﷺ کے معجزہ سے) دوبارہ طلوع ہوا۔

(5) گمریلو گدھے کے کھانے کی ممانعت ہوئی۔

(6) درندوں میں سے ”ذی ناب“ (چیر پھاڑ کرنے والے) جانوروں کو کھانے کی نہی وارد

ہوئی۔

(7) تقسیم سے قبل مالِ غنیمت کی خرید و فروخت اور استبراء سے پہلے لوٹائیوں سے واپس کرنے کی بھی اسی سال ہوئی۔

(8) نکاحِ متعہ کی حرمت اور لیلۃ التعلیس کا واقعہ بھی اسی سال کی یادگار ہیں۔

(9) نماز فجر کا فوت ہونا اور پھر اس کی قضا کا اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت ادا کرنا بھی اسی سال کے واقعات میں سے ہے۔

(10) عمرۃ القضاء بھی اسی سال ہوا۔

(11) اس سال نبی ﷺ نے میمونہ بنت حارث (18) سے نکاح فرمایا۔

آٹھواں سال: اس سال کے واقعات حسب ذیل ہیں.....

(1) ماہِ ذوالحجہ میں آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم، حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اطہر سے تولد ہوئے۔

(2) مسجد نبوی شریف میں منبر رکھا گیا۔

(3) سریہ موتہ (19) (جنگِ موتہ) بھی اس سال وقوع پذیر ہوئی جس میں حضرت زید بن

حارث، حضرت جعفر طیار (20)، اور حضرت عبداللہ بن رواحہ (21) رضی اللہ عنہم نے یکے

بعد دیگرے علمِ جہاد کو اٹھایا اور درجہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید

(22) رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی واقعہ کے بعد حضرت جعفر

کا لقب ”طیار (پرواز کرنے والا)“ اور ”ذوالجناحین (دو پروں والا)“ پڑ گیا۔ حضرت خالد

بن ولید رضی اللہ عنہ نے ”سیف اللہ“ کا لقب پایا، اور یہ دونوں القاب ان حضرات کو نبی مکرم

ﷺ کی طرف سے عطا ہوئے۔

(4) اس سال سریہ خطبہ ہوا جس کو غزوہ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ اسی غزوہ میں عنبر نامی پھلی دریا سے باہر آئی تھی جس کی آنکھ کا کاسہ 13 افراد کی گنجائش رکھتا تھا۔ اور تمام لشکر نے اس کا گوشت تناول کیا اور پھر بقیہ حصہ حضور انور ﷺ نے تناول فرمایا۔

(5) اس سال مکہ فتح ہوا اور فتح مکہ کے بعد حضرت ابوسفیان (23)، معاویہ (24)، ہند (25)، عکرمہ بن ابوجہل (26) اور ابو قحافہ (27) (والد ابو بکر صدیق) نے اسلام قبول کیا۔

(6) غزوہ حنین بھی اس سال واقع ہوئی جس میں کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ پھر اسے ”موقفہ القلوب“ اور دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(7) اس غزوہ کے بعد غزوہ طائف اور عمرہ ہجرانہ وقوع پذیر ہوئے اور کعب بن زہیر نے مشہور قصیدہ ”باننت سعاد“ تخلیق کیا اور نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر کے داد وصول کی۔ یہ قصیدہ اس وقت سے اب تک مشہور و معروف ہے۔

نوواں سال: اس سال رونما ہونے والے واقعات یہ ہیں.....

(1) غزوہ تبوک، سریہ خالد بن ولید

(2) منافقین نے مسجد قبا کے جماعت میں قلت پیدا کرنے کیلئے ”مسجد ضرار“ تعمیر کی۔

(3) نبی مکر ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج بیت اللہ کے لئے بھیجا۔

(4) حضرت نجاشی کی حبشہ میں وفات ہوئی، اور نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی (28)۔

(5) حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی وفات حسرت آیات ہوئی۔

دسواں سال: اس سال کے واقعات درج ذیل ہیں.....

(1) اس سال وفد بنو حنیفہ کی آمد ہوئی جس میں ”مسلمہ کذاب“ تھا۔ اس نے مرتد ہو کر

نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ محمد ﷺ نے (معاذ اللہ) مجھے اپنا شریک بنا لیا ہے۔

(2) اس سال نجران (یمن کے ایک علاقے کا نام) کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کا واقعہ

پیش آیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی..... قل ندعو ابنائنا و ابنائکم الخ

(3) اس سال وفدِ بجیلہ کی آمد ہوئی جس میں حضرت جریر بن عبد اللہ (29) تھے جن کا قد

6 شرعی گز تھا اور نعل (جوتی) ایک گز کے برابر تھی۔ ان کی خوبصورتی اور کمالِ حسن کو دیکھ کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس امت کا ”یوسف“ قرار دیا۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی

رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے 150 افراد کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ ان کو نبی محترم ﷺ نے ”

ذوالخاصہ“ کے بت ڈھانے کیلئے یمن بھیجا، جسے کعبہ ثانیہ کہا جاتا تھا۔

(4) حضور انور ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئے۔

اس دن سورج گرہن بھی لگا۔

(5) اسی سال ”حجۃ الوداع“ ہو اور یہ آیت نازل ہوئی..... الیوم اکملت لکم دینکم

الخ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس راز سے واقف ہوئے اور غمگین و محزون رہنے لگے۔

(6) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا..... ”من کنت مولاه

فعلی مولاه“ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

گیارہواں سال:

اس سال اہل بقیع کیلئے اللہ کے حکم سے استغفار ہوئی۔

ماہِ صفر میں سریہٴ اسامہ بن زید (30) روانہ ہوا اور ان کے ساتھ لشکرِ عظیم بھیجا گیا۔ بدھ کے

دن بخارا اور دروسر نے حضور ﷺ کے وجودِ باجود میں قرار پایا۔ جمعرات کے دن آپ ﷺ نے

اپنے دستِ اقدس سے حضرت اسامہ کو جھنڈا پکڑایا اور کبار صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو بکر



صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت سعد بن ابی وقاص (31) اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (32) وغیرہم رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ کیا۔ جب نبی مکرم ﷺ کی ذات اقدس مریض ہوئی تو وہ لشکر پہلی منزل پر ٹھہر گیا۔ پھر آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد دوبارہ روانہ ہوا اور آپ ﷺ کی برکت سے فتح حاصل کی۔

ہفتہ کے دن دس ربیع الاول کو آپ گھر تشریف لائے۔ اتوار کو مرض نے شدت اختیار کی اور پیر کے روز آپ علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور حکم کے مطابق مسلمانوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہوئے اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

وصال مبارک: صحیح قول کے مطابق 12 ربیع الاول بروز پیر بوقت چاشت حضرت اقدس ﷺ نے وصال فرمایا۔ آپ کے اہل بیت نے آپ کو غسل دیا۔ مسلمانوں نے ایک ایک جماعت کر کے آپ کی نماز جنازہ (بصورت درود و سلام) پڑھی اور کوئی شخص امام نہ تھا۔ پہلے کبار صحابہ نے نماز جنازہ ادا کی، پھر فرشتوں اور پھر عام مسلمانوں نے۔ وصال کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔

## حاشیہ جات

(1)..... عمدة المقامات صفحہ 11 پر لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت ”پیر کے دن“ ہوئی جبکہ مولد ابن حجر جو کہ ”نعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم ﷺ“ کے نام سے موسوم ہے، اسکے ص 20 پر لکھا ہے کہ ولادت مبارک ”پیر کی شب“ ہوئی۔ اور بعض کتب میں مطلق بارہ 12 ربیع الاول کا ذکر آیا ہے۔

(2)..... ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد القریشیہ رضی اللہ عنہا، جو کہ پہلے ”ابو ہالہ بن زرارہ“ کی زوجیت میں تھیں، پھر عتیق بن عائد کے نکاح میں آئیں اور پھر اس کے بعد

”آنحضرت ﷺ“ سے نکاح کیا۔ تب سیدہ کی عمر تقریباً 40 سال تھی اور پیارے محبوب ﷺ کی عمر شریف 25 سال تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے پہلے کسی سے عقد نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی فرمائی۔ سیدہ سب سے پہلے مسلمان ہوئی آپ سے پہلے کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ نبی مکرم ﷺ کی تمام اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی تھی۔ آپ نے ہجرت سے قبل 65 سال کی عمر وفات پائی، اور نواحی مکہ میں واقع موضع ”بحون“ میں آسودہ خاک ہیں۔ رضی اللہ عنہا

(3)..... یثرب اسلام سے قبل مدینہ منورہ کا نام تھا۔ اس کے مزید ناموں میں طابہ و طیبہ وغیرہ بھی ہیں۔ مدینہ کا قبل از اسلام نام یثرب قرآن پاک میں بھی حکایت ہوا ہے (یا اہل یثرب لا مقام لکم)۔ چنانچہ بخاری شریف ص 252 باب فضل المدینہ حاشیہ 5 پر، مذکور ہے اور ایسا ہی مشکوٰۃ شریف ص 239 حاشیہ 10، تفسیر جلالین ص 352 حاشیہ 21 تحت آیت (یا اہل یثرب لا مقام لکم) ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر سعادت ص 422 پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ..... یثرب، زمانہ جاہلیت میں مدینہ کا نام تھا۔ مدینہ شریف کے مزید نام ”طابہ و طیبہ“ وغیرہ ہیں۔ یثرب کہنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو مدینہ کو ”یثرب“ کہے اسے تعزیراً سزا دینی چاہئے اور ادب یہ ہے کہ وہ اس کی تلافی کیلئے دس بار ”طابہ“ کہے۔ اسے یثرب کہنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یثرب بمعنی ہلاکت استعمال ہوتا ہے یا یہ کسی کافر کا نام تھا جس کے نام پر اس شہر کا نام رکھا گیا۔ یہ بات ”جزب القلوب الی دیار الحبوب“ میں مدینہ کے احوال میں تفصیلاً موجود ہے۔ (شرح سفر سعادت)

(4)..... ”ابواء“ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔

(5)..... ابوعمارہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی

ہیں کیونکہ آپ دونوں نے ابو لہب کی لوٹھی ”ٹویہ یا ٹویہ“ دودھ نوش کیا تھا۔ بعض نے حضرت حمزہ کو آنحضرت ﷺ سے چار سال بڑا کہا ہے اور بعض نے دو سال۔ اس قول کو ابن عبد البر نے اس جہت سے رد کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے رضیع ہیں اور یہ احتمال تب ہے جب آپ نے دو سال اس کنیز کا دودھ پیا ہو۔ آپ کی شہادت وحشی بن حرب کے ہاتھوں۔ اس وقت حضرت وحشی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

(6)..... ابو یوسف عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسرائیلی، حضرت یوسف علیہ السلام کے اولاد میں سے ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے 43 ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر آگے کتاب میں آ رہا ہے۔

(7)..... آپ کو سیدہ فاطمہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی کہتے ہیں۔ آپ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے آنحضرت ﷺ کی بنت طیبہ، حضرت علی کی زوجہ اور حسنین کریمین کی والدہ محترمہ ہیں۔ آپ نے نبی پاک ﷺ کے وفات کے 6 ماہ بعد بقول بعض 3 ماہ بعد 28 سال کی عمر میں وفات پائی۔

(8)..... عائشہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما، آپ آنحضرت ﷺ کی ازواج اور ام المؤمنین میں سے ہیں۔ دو ہزار دو سو 2210 احادیث آپ سے روایت ہیں۔ آپ نے 57 ھ اور بقول بعض 58 ھ ہجری 17 رمضان المبارک منگل کی شب وفات پائی۔ آپ کا جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

(9)..... سودہ بنت زمعہ، امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ ماہ شوال 54 ھ میں فوت ہوئیں۔

(10)..... ذوالفقار، کو ذوالفقار، (بفتح ذاء) اور ذوالفقار (بکسر ذاء) پڑھنا غلط ہے۔

(11)..... زید بن الحارث، ان کو زید بن الحارثہ بھی کہتے ہیں۔ جلیل القدر صحابی ہیں، غزوہ

موتہ میں امیر الجیش تھے۔ جمادی الاولیٰ 8 ھ میں 55 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

(12)..... محمد بن مسلمہ انصاری حارثی، کبار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تبوک کے علاوہ تمام

غزوات میں شریک ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول

کیا

(13)..... حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما، ان سے 60 حدیثیں مروی ہیں۔

ساتھ سال کی عمر میں 45ھ میں وفات پائی۔

(14)..... آپ کی کنیت ابو محمد، صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت 3ھ میں ہوئی۔ آپ

سے 13 حدیثیں مروی ہیں۔

(15)..... واقعہ بیر معونہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ستر اصحاب جنہیں ”قرآء“ کہا جاتا تھا،

ایک سریہ میں بھیجے۔ بنو سلیم کے قبائل میں سے ”رعل اور ذکوان“ وغیرہ نے ایک کنویں پاس

انہیں گھیر لیا جسے ”معونہ“ کہتے ہیں۔ صحابہ نے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں نہ ہم تم سے

لڑنے آئے ہیں، ہم پیغمبر خدا ﷺ کے فرمودات کو پہنچانے آئے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے

ان کی باتوں کو درخور اعتنا نہ جانا اور اصحاب کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اس سے بڑے محزون و

غمزہ ہوئے اور انکے قتل کا اس قدر اثر لیا کہ کبھی اتنا اثر کسی بات کا نہ لیا تھا۔ آپ ایک ماہ تک

نماز فجر میں ”رعل و ذکوان“ کیلئے قہر و ہلاکت دی دعا کرتے رہے اور قنوت پڑھتے رہے۔ علماء

فرماتے ہیں کہ قنوت کی ابتدا اسی واقعہ سے ہوئی اس سے قبل قنوت نہ تھی۔

(16)..... جویریہ بنت حارث، امہات المؤمنین میں سے ہیں، پہلے ان کا نام برہ تھا نبی ﷺ

نے بدل کر جویریہ رکھا۔ ماہ ربیع الاول 56ھ میں 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابن عباس

، ابن عمر اور جابر نے ان سے حدیث روایت کی۔ آپ کا نکاح چھٹی ہجری میں ہوا۔

(17)..... صفیہ بنت حنی امہات المؤمنین میں سے ہیں۔ حضرت انس اور ابن عمر نے ان

سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ کی وفات 50ھ میں ہوئی اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

(18)..... میمونہ بنت الحارث الہبلالیہ العامریہ، پہلے ان کا نام برہ تھا۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ جماعت کثیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

(19)..... موتہ، میم پر پیش، ملک شام میں ایک جگہ کا نام ہے۔

(20)..... جعفر طیار، حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں، قدیم الاسلام تھے۔ خلق و خلق میں نبی

پاک ﷺ سے سب زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ ایک روز نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”اشبہت

خلقی و خلقی“ تو خلق و خلق میں میرے مشابہ ہے۔ یہ بات سن کر اس قدر محفوظ ہوئے

کہ وجد میں آگئے اور نبی پاک ﷺ کے سامنے رقص کرنے لگے۔ علامہ جلال الدین سیوطی

نے الحاوی للفتاویٰ میں اور علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس رقص کو صوفیاء صافیہ کے

جدور رقص پر دلیل بنایا ہے۔

(21)..... عبداللہ بن رواحہ ”انصاری خزرجی“ ہیں۔ جنگ موتہ میں لشکر کے امیر کی حیثیت

سے بھیجے گئے جہاں آپ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

(22)..... خالد بن ولید القرشی الحزومی، کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے شرفاء میں شمار ہوتے

تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد شجاعت و بہادری میں شہرت رکھتے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ

نے انہیں ”سیف اللہ“ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپ کی وفات 21ھ میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ

بن عباس انکی خالہ کے بیٹے ہیں اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔

(23)..... ابوسفیان، حضرت امیر معاویہ کے والد ہیں، موقوفۃ القلوب میں سے تھے۔ فتح

مکہ کے دن ایمان لائے۔

(24)..... حضرت معاویہ، ابوسفیان کے بیٹے ہیں، ماں کا نام ہند بنت عتبہ ہے۔ حضور ﷺ

کے کاتبین میں سے تھے۔ آخری میں لقوہ ہو گیا تھا۔ رجب 60ھ میں 48 سال کی عمر میں

دمشق کے اندوفات پائی۔

(25)..... ہند بنت عتبہ، حضرت معاویہ کی والدہ ہیں، صاحب عقل اور فصیح تھیں۔ حضرت عمر

کی خلافت میں حضرت ابو قحافہ کی فوتگی کے دن رحلت فرمائی۔

(26)..... عکرمہ بن ابی جہل، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ واقعہ یرموک میں 13ھ میں

جہان فانی سے کوچ کیا۔

(27)..... ابو قحافہ، آپ کا نام عثمان ہے۔ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔

(28)..... یہ روایت شوافع کیلئے، غائبانہ نماز جنازہ پر دلیل ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ

صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے خاص ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے نجاشی کا جنازہ پیش کر دیا

گیا تھا۔ لہذا یہ غائبانہ نہیں بلکہ حاضرانہ تھا۔

(29)..... جریر بن عبد اللہ، آپ کی کنیت ابو عمر ہے۔ 51ھ میں قرسیما میں رحلت ہوئی۔

(30)..... اسامہ بن زید، آنحضرت ﷺ کے غلام تھے۔ آپ کی وفات وادی القرئی میں

53ھ میں ہوئی۔

(31)..... سعد بن ابی وقاص، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو اسحاق، اور نام ابو

وقاص مالک بن وہیب الزہری القرشی، ہے۔ 55ھ میں وفات پائی، جنت البقیع، مدینہ منورہ

میں مدفون ہوئے۔ وہ جو لوگوں نے ”حنجان“ کے نواح میں مشہور کر رکھا ہے اس کی کوئی اصل

نہیں۔

(32)..... ابو عبید بن الجراح، عشرہ مبشرہ میں سے اور اس امت کے امین ہیں، آپ نے اور

حضرت عثمان بن مظعون نے اکٹھا اسلام قبول کیا۔ آپ کی وفات کے وقت حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے فرمایا ”اگر ابو عبیدہ زندہ رہتے تو میں خلافت ان کے سپرد کر دیتا“۔ 18ھ میں

طاوان عمواس میں فوت ہوئے۔ حضرت معاویہ بن جبلی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔ آپ کا



مزار بیسان اردن کے نواح میں واقع ہے۔

## حضرت سیدنا ابوبکر عبداللہ بن عثمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا۔ اسلام لانے کے بعد ان کا نام عبداللہ ہوا۔ ان کے والد کا نام عثمان تھا جو ابوقحافہ کی کنیت سے معروف تھے۔

ابوبکر آپ کی کنیت ہے اور ”عتیق و صدیق“ آپ کے القابات ہیں۔ کتب تاریخ

میں مذکور ہے کہ آپ زمانہ جاہلیت میں ”سچائی“ میں شہرت رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ

”صدیق“ معروف ہوئے۔ اور کتب عقائد میں لکھا ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

رسالت اور واقعہ معراج کی تصدیق کسی تردد اور شبہ کے بغیر کی جس کی وجہ سے آپ کو

”صدیق“ لقب ملا۔

لقب عتیق سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث مبارک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

بارے میں فرمایا ”مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ“ یعنی

جو دوزخ سے آزاد آدمی کو دیکھنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ ابوبکر صدیق کو دیکھ لے۔

آپ کی والدہ کا نام ”سلمی“ ہے جو ”ام الخیر“ کی کنیت سے پہچانی جاتی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ خود، ان کے والد، والدہ، بیٹے اور پوتے تمام درجہ صحابیت پر فائز تھے۔ یہ فضیلت آپ

کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں تھی۔

ولادت: اسماء الرجال مشکوٰۃ صفحہ 587 پر مذکور ہے کہ آپ کی ولادت عام الفیل کے دو

سال چار ماہ اور چند روز بعد ہوئی۔ ارغام المرید صفحہ 28 پر بھی دو سال چار ماہ چند روز مذکور

ہے، عمدۃ القامات صفحہ 25 پر دو سال چار ماہ بعد از عام الفیل لکھا ہے، عقائد کی معروف کتاب

نخبۃ اللالی شرح قصیدۃ لامیہ صفحہ 104 پر بھی تقریباً چار ماہ دو سال مذکور ہے۔ بہر حال آپ کی

ولادت، میلاد رسول ﷺ سے دو سال اور چند ماہ بعد ہوئی، اس بنا پر آپ ﷺ نبی مکرم ﷺ سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے۔

صاحب رسول اللہ ﷺ و ﷺ: زمانہ جاہلیت اور دور اسلام، ہردو میں آپ حضور ﷺ کے ساتھی اور مددگار رہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی معیت و مصاحبت کی گواہی قرآن پاک نے بھی دی ”ثانی اثنین اذہما فی الغار“ یہ امر غار، کسی جگہ و مکان یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ صدیق اکبر ﷺ کی مدد فریضہ رسالت کی انجام دہی میں حضور ﷺ کے ساتھ حادثہ غار کے بعد بھی رہی۔

مقام صدیقیت: اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سیدنا صدیق اکبر ﷺ، جناب رسول اللہ ﷺ بلکہ تمام انبیاء کے بعد ساری امت و مخلوق سے افضل ہیں۔ ان کا آفتاب اس حد تک روشن ہے کہ صوفیہ کرام مقام صدیقیت کو نبوت کے بعد ”اقرب المقام الی النبوة“ کا درجہ دیتے ہیں۔ چنانچہ ارغام المرید صفحہ 29 پر تبیان وسائل الحقائق تالیف علامہ کمال الدین حریری، کے حوالے سے تحریر ہے کہ ”وَصَبَّ فِي صَدْرِهِ جَمِيعَ الْمَعَارِفِ الْاِلَهِيَةِ لِكَوْنِهِ فِي الْمَرْتَبَةِ الصَّدِيقِيَّةِ الَّتِي هِيَ اَقْرَبُ الْمَرَاتِبِ اِلَى مَرْتَبَةِ النَّبُوَّةِ“ یعنی آپ ﷺ نے تمام معارف الہیہ صدیق اکبر کے سینے میں ڈال دیئے اس لئے کہ وہ مرتبہ صدیقیت پر فائز تھے جو تمام مراتب سے بڑھ کر مرتبہ نبوت کے قریب ہے۔

خلافت: سرور دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تاکہ کسی ایک کو خلافت کیلئے مقرر کریں۔ کچھ صحابہ کہتے تھے کہ خلیفہ دو ہونے چاہئیں، ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے۔ لیکن یہ بات ظاہر تھی کہ دو خلیفوں کا تقرر باعث افتراق تھا۔ لہذا نظم خلافت کو درست کرنے کیلئے جناب صدیق اکبر اور جناب فاروق اعظم

رضی اللہ عنہما بھی بنی ساعدہ کی مجلس شوریٰ میں شریک ہوئے (اور غور و فکر ہوتا رہا) تا ایں دم کہ حضرت صدیق اکبر ؓ تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے خلیفہ مقرر ہو گئے اور حاضرین نے ان کے دست اقدس پر بیعت کی۔

آغاز خلافت کے پہلے روز خواص نے بیعت کی اور دوسرے دن عوام مہاجرین و انصار نے بیعت کی۔ اور سیدنا صدیق اکبر ؓ کو ”خلیفہ رسول اللہ“ کے نام سے موسوم کیا۔ بعض روایات میں حضرت علی ؓ کے بارے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغیر کسی توقف کے فوراً بیعت کی اور صحیح بخاری کے مطابق آپ نے چھ ماہ بعد بیعت کی۔ ان کے درمیان تطبیق یوں ہے کہ ممکن ہے آپ نے دوبار بیعت کی ہو، پہلی بار آپ کی بیعت جلسہ عام میں نہ تھی جس سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ شاید آپ نے بیعت نہیں کی ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے آپ نے دوبارہ جلسہ عام میں بیعت کی۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی اپنی زبان سے روایت منقول ہے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ حضرت صدیق اکبر ؓ کی خلافت میں ذرا بھی شک و تردد نہ کرتے تھے چنانچہ علامہ حافظ ابن عبدالبر ”الاستیعاب“ میں خود حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ.....

عن قيس ابن عبادۃ قال قال علي حضرت قيس بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی  
ابن ابی طالب ﷺ ان رسول بن ابوطالب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
اللہ ﷺ مرض ایما ولیالی ﷺ چند دن اور راتیں مرض میں مبتلا ہوئے،  
ینادی بالصلوة فيقول مروا ابا آپ کو نماز کیلئے بلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو  
بکر یصلی بالناس فلما قبض بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، جب نبی کریم  
رسول اللہ ﷺ فنظرت فاذا ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ جب  
الصلوة علم الاسلام وقوام نماز جو کہ اسلام علم اور دین کا ستون ہے (اس  
الدین فرضينا للديان من کیلئے آپ ﷺ نے صدیق اکبر کو مقرر فرمایا ہے)  
رضيه رسول الله ﷺ لدينا فبايعنا تو ہم اپنی دنیا کے معاملات میں اس شخص پر  
ابا بکر ﷺ راضی ہو گئے جس پر رسول اللہ ﷺ ہمارے

دین کیلئے راضی ہوئے، لہذا ہم نے حضرت صدیق اکبر ﷺ کی بیعت کر لی۔

حضرت صدیق اکبر ﷺ کے فضائل و مناقب کتب احادیث اور ان کے دیگر حالات  
سیرت و تاریخ کی معتمد کتابوں میں مثلاً "ازالہ الخفاء، اور تاریخ الخلفاء" وغیرہما میں اور کچھ  
مختصر حالات "طبقات" کی کتابوں اور اسماء الرجال کی کتب میں ملاحظہ کریں۔ اس سے آپ  
کو معلوم ہوگا کہ ان کا دور حیات بڑا حیرت انگیز اور حکمت آمیز تھا۔

اس مدت میں آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جن میں سے بڑی آزمائش آنحضرت  
ﷺ کی جھینور و عقیقین کے بارے میں آئی۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے قیامت کبریٰ کا  
ساں تھا، اس ہوش ربا صدمے سے صحابہ کرام کے ذہن میں اختلال واقع ہو گیا تھا، حضرت عمر  
ہاتھ میں تلوار لے کر اعلان کرنے لگے کہ اگر کسی نے کہا کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس  
کا سرتن سے جدا کر دوں گا۔ حضرت عثمان غنی ﷺ ایسے چپ ہوئے کہ بلا آواز نکالے خاموش

راہوں میں چلتے رہتے۔ حضرت علیؑ کا جسم اس صدمے سے بالکل ساکت اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ داغ فراقِ محبوب میں ہر کوئی ”تحتل الحواس“ تھا۔ مگر حضرت صدیق اکبرؑ نے غلبہٴ عشق و محبت اور داغِ مفارقت کے باوجود اس جاں گداز صدمے کو کوہ (پہاڑ) کی طرح سخت جان ہو کر برداشت کیا اور کمال سکون سے حجرہٴ شریفہ میں داخل ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور سوزِ دل سے یہ کلمات ان کی زبان پر جاری ہوئے.....

”وَأَنْبِيَاءَ وَآخِلِيَّاهُ وَاصْفِيَاءَ“

اس کے بعد آپ حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کے درمیان بایں مضمون خطبہ کا آغاز فرمایا.....

”جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو سن لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے، اور جو ربلم یزل کی پوجا کرتا تھا تو وہ یقین رکھے کہ اللہ جل جلالہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی.....

”وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل“

اور محمد ﷺ تو اللہ کے رسول ہی ہیں بے شک ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے حضرت صدیق اکبرؑ کے اس حوصلہ و قوت اور شرح صدر اور قوتِ علمی سے صحابہ کرام اس مسئلہ کو سمجھ گئے، اور حضرت عمرؓ کو بھی آپ کے پایہٴ علمی کا ادراک ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؑ نے فرمایا کہ دس دس افراد حجرہ مقدسہ میں جاؤ اور فرداً فرداً نماز جنازہ پڑھو اور کوئی شخص امامت نہ کروائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود امام ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دین کے بقیہ معاملات اور وہ وعدہ جو رسول خدا کے ذمہ تھا کو پورا کرنے میں مشغول ہو گئے۔

آپ نے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور

مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا کو قتل کیا، حضرت اسامہ کے لشکر کو تیار کر کے بھیجا۔

وفات حسرت آیات: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے جو کچھ ”اسماء الرجال ملحق بہ مشکوٰۃ“ ص 557 پر موجود ہے، یہ ہے.....

آپ کی وفات منگل کی رات 22 جمادی الثانی 13ھ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان ہوئی۔ آپ کی عمر 63 برس تھی۔

عمدة القامات ص 26 پر بھی تحریر ہے ”22 جمادی الثانی 13ھ“ ”رسالہ چہار یار رسول“ کہ اس بحث میں کچھ حصہ میں نے اسی سے نقل کیا ہے، میں 17 جمادی الثانی مذکور ہے۔

مغرب و عشاء کے درمیان کی تائید کے ساتھ ”ارغام المرید“ ص 33 پر مرقوم ہے کہ آپ کی وفات منگل کو آخر جمادی الثانی 13ھ میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر 63 برس تھی۔ کتاب میں ”

علی الصحیح“ کہہ کر اس بات کی تصریح کی گئی ہے۔ ”نخبۃ اللالی“ ص 104 پر تحریر ہے کہ ”منگل کی رات 22 جمادی الثانی 13ھ“ جو کہ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف کے موافق ہے۔

جس دن آپ کی بیماری کی ابتداء ہوئی وہ 7 جمادی الثانی پیر کا دن تھا۔ اس دن ہوا سرد تھی آپ نے غسل کیا تو بخار آ گیا۔ آپ تقریباً 15 دن گھر میں رہے اور مسجد میں نہ جاسکے۔ یہی قول

زیادہ ترجیح کے لائق ہے کیونکہ اس طرح ان کی وفات 22 جمادی الثانی کو واقع ہو جاتی ہے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی زوجہ ”اسماء بنت عمیس“ نے آپ کے بیٹے عبد

الرحمن کی مدد سے آپ کو غسل دیا، اور سیدہ عائشہ کی خاص سریر (چٹائی) پر رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ نو دن بنتی ہے۔



## امیر المؤمنین مراد رسول حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ عنہ

ولادت و نسب: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق العدوی القریشی رضی اللہ عنہ، قبیلہ قریش اور خانوادہ اصیل بن عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ”کعب“ میں جا کر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت عمر کی کنیت ”ابو حفص“ اور لقب ”فاروق“ ہے۔ رسول اللہ کی ولادت کے تیرہ 13 برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، اس بنا پر یہ تیرہ سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے ہیں۔

ابو حفص اور فاروق کہنے کی وجہ: ان کو ابو حفص کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ایک بیٹی کا نام حفصہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کو فاروق اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسلمانوں کی سر بلندی اور بتوں اور بت پرستوں کے سرنگوں ہونے کا آغاز ہوا۔ ان کو فاروق کہنے کی ایک اور وجہ بھی منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی اور منافق کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں جبکہ منافق ”کعب بن اشرف“ (یہودیوں کے سردار سے) فیصلہ کروانے پر بضد تھا۔ بہر حال دنوں کی رضامندی کے بعد یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جہاں سے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر ہوا۔ منافق نے حضور علیہ السلام کے فیصلے پر قناعت نہ کی اور یہودی کو لیکر حضرت عمرؓ کے پاس آ گیا۔ جب حضرت عمرؓ کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو اپنے گھر سے تلوار اٹھالائے اور منافق کا سرتن سے جدا کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا اس کا فیصلہ عمر اسی طرح کرتا ہے۔ پس اس دن کے بعد ان کا لقب ”فاروق“ (حق و باطل میں فرق کرنے والا) پڑ گیا۔

یہ قول حضرت امام اعظمؒ کی شرح فقہ اکبر وغیرہ کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن دیگر کتب تاریخ و تراجم میں پہلے قول کو ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ص 602 پر پہلے قول کی تائید میں تحریر ہے ”و ظهر الاسلام یوم اسلامہ و سمی الفاروق لذلک“ یعنی آپ ﷺ کے اسلام قبول کرنے سے دین اسلام ظاہر ہو گیا اس لئے ان کو فاروق کہا جاتا ہے۔

قبول اسلام: انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے چھٹے سال اور بقول بعض پانچویں سال اسلام قبول کیا اس وقت چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چالیسویں مرد خود حضرت عمرؓ تھے۔ سعید بن مسیب، چالیس مردوں اور دس عورتوں کے قائل ہیں اور عبداللہ بن ثعلب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ 45 مردوں اور 11 عورتوں کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا۔

مراد رسول ﷺ: حضرت عمر فاروق ؓ کے فضائل و مناقب راقم (علی محمد بلخی) کے فہم و ادراک سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت عمر ؓ اسلام لانے سے قبل، عدل و انصاف سے فیصلے کیا کرتے اور حقوق شناسی کو بہت پسند کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے دعا فرمائی

”اللهم اعز الاسلام باحب هذين الرجلين  
عندك بعمر ابن الخطاب او بعمر ابن هشام“  
یعنی اے اللہ عمر بن خطاب اور عمر بن هشام (ابو جہل) میں  
سے جو تجھے پسند ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

رسول خدا ﷺ کی دعا حضرت عمر بن خطاب ؓ کے حق میں قبول ہوئی اس لئے ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد بہت سی آیات ان کی تمنا اور خواہش کے مطابق نازل ہوئیں۔ بہت سی احادیث ان کے فضائل و مناقب میں بیان ہوئی ہیں چنانچہ..... ترمذی نے عقبہ بن عامر ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

”لو كان بعدى نبى لكان عمر“  
اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا“

(اس شان و عظمت کے باوجود) ان کی عاجزی و انکساری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جمعہ کے دن جب منبر بالا پر جلوہ فگن ہوتے تو عام سال لباس زیب تن ہوتا اور عام لوگوں میں ذرا بھی ممتاز نہ ہوتے۔ ابتدائے خلافت میں آپ کو خلیفہ رسول اللہ کہہ کر پکارا جاتا تو آپ نے ازراہ انکسار اس سے منع فرمادیا اور سادہ سالقب ”امیر المؤمنین“ پسند فرمایا۔ یہ کلمہ ان سے قبل کسی کیلئے استعمال نہیں ہوا۔

عالمگیر فاتح: ان کے دور میں عالمگیر فتوحات ہوئیں، اس وقت دنیا کی دو عظیم قوتیں ”

فارس و روم“ ان کے دبدبہ و ہیبت سے لرزتی تھیں۔ غنائم و اجناس اور سونا و چاندی کسی سیلاب کی مانند مدینہ میں پہنچتی۔ فتوحات کی خوش کن خبریں روزانہ دربار میں آتیں مگر اس کے باوجود آپ متواضع رہتے تھے۔ اندازہ لگاؤ کہ (ان فتوحات کے) زمانے میں حج کیلئے روانہ ہوئے تو ایک چادر یا خیمہ گرمی سے بچنے کیلئے پاس نہ تھا۔ بلکہ اس سفر میں تمام لوگوں سے کم حیثیت نظر آتے تھے۔ حالانکہ قوت اسلام نے اس وقت ایک زمانہ کو منتشر کیا ہوا تھا، کوفہ و بصرہ آباد ہو چکے تھے، مصر سکندریہ، شام اور عراق کے اکثر شہر، روم آذربائیجان، فارس، کرمان اور طبرستان وغیرہ فتح ہو چکے تھے۔

آپ کی فتوحات کی تفصیل کتب تواریخ میں دیکھی جاسکتی ہے یہ مختصر رسالہ تمام حالات کی گنجائش نہیں رکھتا۔

وصال اطہر: بالآخر 26 یا 27 ذوالحجہ بدھ کی صبح 23۔ ھ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ”ابولؤلؤ“ کی ضرب سے زخمی ہوئے۔ آپ پر تلوار کے چار زخم آئے، جمعرات کے دن آپ نے عالم فانی کو الوداع کہا۔ آپ ھ کی عمر نبی اکرم ھ اور صدیق اکبر ھ کی عمر کے موافق 63 برس ہوئی آپ کو جو اخیار البشر ھ میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ص 602 پر ہے کہ آپ کو 10 محرم الحرام 24۔ ھ اتوار کے روز دفن کیا گیا۔ آپ کی خلافت کی مدت 10 سال 6 ماہ بنتی ہے۔ آپ کی مہر (Stamp) پر یہ عبارت کندہ تھی

”کفی بالموت واعظا یا عمر“ اے عمر نصیحت کیلئے موت ہی کافی ہے۔



امیر المؤمنین و امار رسول حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ

اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

نام و نسب اور لقب: ان کا نام عثمان اور لقب ذوالنورین ہے۔ پانچویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جا ملتا ہے۔ (یعنی عبدمناف تک جا کر)۔

ان کی والدہ ”اروی بنت ام حکیم بن عبدالمطلب تھیں۔ الغرض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پدری و مادری دونوں طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت رکھتے تھے۔

ذوالنورین کہنے کی وجہ: ان کو ذوالنورین کہنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو 2 دختر نور بھر یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ حضرت عثمان غنی کے علاوہ دنیا میں کسی کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی کہ کسی پیغمبر کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ جب حضرت رقیہ بنت رسول رحلت فرمائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.....

اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ رقیہ کی بہن ام کلثوم کو تیرے نکاح میں دے دوں۔ پھر جب حضرت ام کلثوم بھی وسال فرمائیں تو حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ”اگر میری اور بھی کوئی دختر ہوتی تو میں عثمان کے نکاح میں دے دیتا“

مدت خلافت: حضرت فاروق اعظم ؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی ؓ خلافت کیلئے منتخب ہوئے، اور بارہ دن کم بارہ سال مسند خلافت پر جلوہ افروز رہے۔

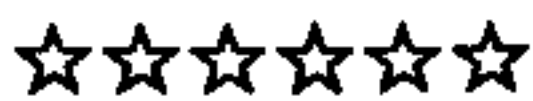
وفات: بالاخر 35ھ میں انتہائی مظلومیت کی حالت میں باغیوں کے ہاتھوں جام شہادت

نوش کیا اور مدینہ منورہ میں حش کو کب کے مقام پر مدفون ہوئے۔ (چہار یار رسول ص 74)

آپ کی شہادت کا واقعہ بہت طویل ہے تاہم اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خلافت کے آخر پر کچھ لوگوں کو آپ سے اختلاف پیدا ہو گیا، جو بڑھتا بڑھتا اس حد تک پہنچا کہ بغاوت کا آغاز ہو گیا۔ باغیوں نے حضرت عثمان ؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان کا پانی بند کر دیا حتیٰ کہ آپ انتہائی مظلومیت کی حالت میں درجہ شہادت کو پہنچ گئے۔ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف میں آپ کے قاتل کا نام ”اسود الجعفی“ مرقوم ہے جو مصر کا باشندہ تھا۔

آپ کی خلافت کی ابتداء محرم 24ھ کو ہوئی اور آپ کی وفات 82 سال اور بعض کے بقول 88 یا 89 برس کی عمر میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ شہادت 18 یا 19 ذوالحجہ بنتی ہے۔

(اسماء الرجال مشکوٰۃ فی ترجمہ علی ابن ابی طالب۔ عمدۃ القامات)





امیر المؤمنین داماد رسول زوج بتول سیدنا علی المرتضیٰ بن ابوطالب رضی اللہ عنہ

ولادت، نام اور کنیت: آپ کی ولادت واقعہ فیل کے اٹھائیس سال بعد خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوالحسین، ابوالسہمین، ابوالریحانین اور ابوتراب ہے۔ جبکہ آپ کے القابات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

قبول اسلام: کم سنی کے عالم میں اسلام قبول کرنے والے آپ پہلے شخص تھے۔ ”اکمال“ میں ہے کہ اکثر اقوال کے مطابق مردوں میں سب سے پہلے آپ اسلام لائے۔ عمدۃ القامات میں ہے کہ صحیح قول کے مطابق عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ، جوانوں میں حضرت ابوبکر اور بچوں میں حضرت علی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

غزوہ تبوک کے علاوہ تمام معرکوں میں صحابہ کرم کے دوش بدوش حاضر رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خانہ نبوی کی سرپرستی کیلئے مدینہ چھوڑ دیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے روزیہ خلافت کیلئے مقرر ہوئے اور جماعتِ مسلمین نے برضا

ورغبت ان سے بیعت کی، اور مسند خلافت آپ کے وجود سے مزین ہوئی۔

وفات: بے سرو سامانی اور رنج کے عالم میں آپ نے احکام ماضیہ کو شروع کیا۔ بالآخر 17 یا 18 رمضان المبارک 40 ہجری جمعہ کے روز عبدالرحمن بن ملجم خارجی کے سوء ہدف کا نشانہ بنے۔ جسے دشمنان اسلام نے اس کام پر ابھارہ تھا۔ اور مسجد کوفہ میں زخمی ہوئے۔ اور باخلاف قولین مذکورین 19 یا 21 رمضان المبارک کو جہان فانی کو الوداع کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت امام حسن ؓ نے جنازہ کی امامت کروائی اس کے بعد وصیت کے مطابق کوفہ کے ایک خفیہ مقام پر ان کو دفن کیا گیا۔

**تنبیہ:** حضرت علی ؓ کی تدفین کے بارے مورخین نے بہت اقوال نقل کئے ہیں۔ بعض نے کوفہ، بعض نے نجف، بعض نے مدینہ، بعض نے عدن اور بعض نے دو پہاڑوں کے درمیان کا قول کیا ہے۔

بہر حال ابتدائی مدفن ان کا جو بھی مقام تھا ان کے اہلبیت ہی اس سے مطلع تھے۔ اس کے بعد امیر ابو مسلم خراسانی کے دور میں ان کے جسد اطہر کو بلد فاخرہ ”بلخ“ میں ”تل خیران“ کے مقام پر جو کہ اب مزار شریف کے نام سے مشہور ہے منتقل کر دیا گیا۔ آپ اس قدیمی خطہ میں مدفون ہیں۔

اس حوالہ سے بندہ راقم الحروف (علی محمد بلخی) نے بہت محنت کی ہے اور اخبار کثیرہ اور معتد تواریخ اور اکابرین کے کثیر اقوال سے اس بات کی نقل دیکھی ہے۔ ان کتابوں کی تعداد تقریباً 35 تک پہنچی ہے۔ جن کی تحقیق پر ایک علیحدہ رسالہ موجود ہے۔

بعد کے مورخین جو اس نقل سے باخبر تھے نے ابتدائی دفن اور پھر منتقل کرنے کو اپنی مولفات

میں ذکر کیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے ابتدائی دن کا حال کسی کتاب میں دیکھا ہے۔ لیکن اس کے منتقل ہونے کی اطلاع نہیں رکھتے ہو سکتا ہے اس کا انکار کر دیں۔

مولانا عبدالغفور شاگرد مولانا جامی علیہما الرحمہ نے اس حوالے سے مستقل رسالہ تالیف کیا ہے۔ حضرت جامی خود بھی فرماتے ہیں۔

گویند کہ مرقد علی در نجف است در بلخ چو خورشید ذات الشرف است  
جامی نہ عدن گو نہ بین الجبلین خورشید یکست نور اور ہر طرف است

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی مرقد نجف میں ہے۔ حالانکہ بلخ میں خورشید کی طرح ان کی ذات شریف موجود ہے۔ جامی ان کی ذات نہ عدن میں نہ بین الجبلین بلکہ خورشید ایک ہی ہے اس کا نور ہر طرف ہے۔“

حضرت میرزا عبدالقادر عرف مرزا بیدل عارف بدخشی بھی کلیات بیدل میں فرماتے ہیں

زاقبال عرب عاقل مباحی ای عجم ذادان  
سربراقتدار بلخ ہم شاہ نجف دادور

اس کے علاوہ دیگر اصحاب کشف نے بھی اس بات کی تائید کی ہے۔ اور حافظ نور محمد کہگدای نے اس رسالہ کے آخر میں مورخین کے تمام اقوال کو نقل کیا ہے۔ جو لوگ اس مقام کی مزید تحقیق چاہتے ہیں وہ اس رسالہ مذکورہ سے اپنے شکوک و شبہات کو دور کر سکتے ہیں۔  
بہم دوبارہ اپنے اصل سخن کی طرف چلتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیؑ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر آٹھ ازواج سے فرمایا۔ ان آٹھ مستورات سے آپ نے سیدہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ اور ان سے 17 لڑکے اور 17 لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

پ کی عمر مبارک 63 سال ہوئی اور مدت خلافت چار سال نو ماہ اور چند روز تھی۔ اس مدت

میں مسئلہ جہاد تاخیر کا شکار ہو گیا اور فتوحات اسلامی جو زمانہ عثمانی میں کابل، بلخ اور بخارا تک پہنچ چکی تھیں تعطل کا شکار ہو گئیں۔ تمام دور خلافت جنگ و جدل اور نزاع بین المسلمین کی نذر ہو گیا، سوائے جنگ نہروان کے کیونکہ اس میں خوارج کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ ہوا تھا۔ اور یہ جنگ تمام صحابہ کرام کے نزدیک پسندیدہ قرار پائی۔ اور وہ جو جنگ جمل میں حضرت طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ کے ساتھ مقابلہ مشہور ہے، تو تاریخ کی کتابوں میں بہت ساری رنگ آمیزی اور بے اصل حروف کی زیادتی دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ تمام واقعات تائید کے لائق نہیں ہیں اور واقعہ صفین جو کہ حضرت معاویہ اور اہل شام کے ساتھ پیش آیا اس کو علامتِ اہلسنت خطا و اجتہادی پر محمول کرتے ہیں کیونکہ تمام اصحاب رسول صاحب اجتہاد تھے۔ لہذا اپنی زبان کو ان کے بارے ذکر خیر کے بغیر نہیں کھولنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت علیؑ خود فرماتے ہیں۔

اخواننا بغوا علينا ليسوا كفرة ولا فسقة لمالهم من التاويل

ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی، نہ تو وہ کافر ہیں نہ ہی فاسق، جبکہ ان کیلئے تاویل کی گنجائش ہے۔

خلفاء راشدینؑ کے حالات، القطرة تشهد عن البحر (قطرہ سمندر کی خبر دیتا ہے) کے مطابق میں نے حوالہ قلم کئے ہیں۔

اب میں چاہت ہوں کہ ان حضرات کی مرویات جو صحیحین میں متفق علیہ ہیں یا

انفرادی طور پر موجود ہیں۔ ان کو زینت قرطاس کروں۔

نمبر شمار	نام	ٹوٹل روایات	بخاری و مسلم	بخاری	مسلم	دیگر کتب
1	حضرت ابو بکر	42	6	11	1	106
2	عمر فاروق	539	10	9	15	505

130	5	8	3	146	عثمان غنی	3
542	15	9	20	586	حضرت علی	4

☆☆☆☆☆

تابعی روح اللہ صحابی رسول اللہ ابو عبد اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

آپ حضور علیہ السلام کے کبار صحابہ کرام میں سے ہیں۔

نام و نسب :- آپ کا نام سلمان بن اسلام ہے جبکہ علامہ ابن اثیر نے آپ کا نام و نسب

یوں ذکر کیا ہے۔ ماب بن یوزخشان بن مورسلان بن بہودان بن فیروز بن سرک۔

(اسد الغابہ جلد 2 ص 333)

آپ کی ولادت ایران میں مجوسیوں کے گھر میں ہوئی۔ والد کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔

تلاش حق: ایک مرتبہ آپ کو والد نے کھیتوں میں بھیجا تو راستے میں آپ نے ایک گرجے

میں عسائیوں کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا اور کہا۔ یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔

آپ نے پوچھا اس مذہب کی اصل کہاں ہے تو لوگوں نے کہا شام میں، تو حضرت سلمان

بھاگ کر شام چلے گئے۔ اور وہاں پادری کے پاس رہنے لگے جو کہ ایک لالچی شخص تھا۔ اس

کے مرنے کے بعد ایک دوسرا پادری مقرر ہوا جو کہ عابد و زاہد اور صاحب ورع و تقویٰ تھا۔ آپ

marfat.com

Marfat.com

کو اس سے انیسیت ہوگئی۔ اور اس کے ساتھ رہنے لگے جب اس کا وقت مرگ قریب آیا تو آپ نے عرض کیا کہ اب میں کس سے فیض حاصل کروں؟ پادری نے کہا کہ موصل چلے جاؤ فلاں شخص دین حق کا سچا پیروکار ہے۔ اس کے پاس گئے اور خدمت کی۔ اس نے بھی اپنی وفات کے وقت ایک شخص کا بتایا جو نصیبین میں مقیم تھا۔ اس کے بعد عموریہ میں پہنچے مگر اس شخص سے زیادہ فیض حاصل نہ ہو سکا (بظاہر) اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اسی نے ہی تو اصل فیض دیا تھا کیونکہ اس نے مرتے ہوئے حسب ذیل ملفوظات سے نوازہ.....

اور اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے جو عرب کے ریگستان سے نکلے گا اور دین ابراہیمی کو زندہ کرے گا۔ اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ کو اپنے اوپر حرام کرے گا۔ اس کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ (اے سلیمان!) اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

آپ غلام بنائے گئے: چونکہ آپ کو اس پادری نے علامات رسول ﷺ سے آگاہ کر دیا تھا اور بتلادیا تھا کہ اس پیارے نبی ﷺ کا ظہور عرب میں ہوگا لہذا آپ کے دل میں عرب کے ریگستان میں جانے کی تڑپ پیدا ہوئی اور وہاں جانے کے ذرائع تلاش کرنے لگے۔ آخر ان کی تلاش ختم ہوئی اور عموریہ سے بنو کلب جانے والے کچھ تاجر مل گئے۔ اس کے بعد ان کے درمیان کیا بات ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔

جب آپ ان تاجروں سے پہلے ملے تو کہا اگر تم مجھے عرب پہنچا دو تو میں اپنی بکریاں اور گائیں وغیرہ تم لوگوں کو دے دوں گا۔ جس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ لیا گیا مگر راستے میں ان لوگوں نے وادی القری میں پہنچ کر دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھوں آپ کو فروخت کر دیا۔



لہذا اس طرح دھوکے سے آپ کو غلام بنا لیا گیا چند دنوں کے بعد اس یہودی کا ایک چچا زاد مدینہ سے اسے ملنے آیا تو اس نے اس کے ہاتھوں آپ کو فروخت کر دیا۔ اس طرح آپ اس کے ساتھ مدینہ یعنی اپنی منزل مراد تک پہنچ گئے مگر غلامی آپ کا مقدر بن گئی کیونکہ اس بعد آپ تقریباً 18 آدمیوں کے غلام رہے صحیح بخاری میں ہے حضرت ابو عثمان حضرت سلیمان فارسی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ”انہ تداولہ بضعة عشر من رب الی رب“ یعنی انہیں تقریباً دس آدمی کے بعد گھرے غلامی میں رکھتے رہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 3652)

معلوم ہوا کہ آپ کو تقریباً دس آدمیوں نے غلام بنا لیا تھا۔ جس شخص کے ساتھ آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے وہ دوسرا آدمی تھا جس کے آپ غلام بنے لہذا اس کے بعد تقریباً آٹھ آدمیوں کا غلام بن کر آپ کو انتظار محبوب کرنا پڑا۔

قبول اسلام:- ایک دن آپ ایک درخت پر چڑھ کر کچھ درست کر رہے تھے اور آپ کا مالک نیچے بیٹھا تھا اس کے عم ذاد (چچا زاد) نے آکر بتلایا کہ قبا میں سب لوگ ایک شخص کے پاس کھڑے ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی کو چونکہ پادری نے علامات نبوی بتائی تھیں جن میں ایک یہ بھی تھی اس ذیشان نبی کا ظہور عرب سے مہمو گا۔ لہذا آپ خوش ہو گئے اور چند دن کے بعد کھانے پینے کی کچھ اشیاء لیکر حاضر ہوئے اور صدقہ پیش کیا جس کو حضور علیہ السلام نے حاضرین میں تقسیم فرما دیا اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیا۔ تو ایک نشانی کی تصدیق ہو گئی کہ وہ نبی صدقہ نہیں کھائے گا۔ اگلے دن آپ حاضر خدمت ہوئے اور چند کھجوریں بطور ہدیہ پیش کیں جن کو نبی علیہ السلام نے قبول فرماتے ہوئے خود بھی تناول فرمایا اور حاضرین کو بھی عطا فرمائی اس طرح دوسری علامت کی تصدیق بھی ہو گئی کہ وہ پیارا نبی

ہدیہ قبول کرے گا۔

یونہی آپ نے مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور بوسہ کی سعادت حاصل کی۔ بتلائی گئی علامات تو صدقہ ہو چکی تھیں لہذا اب وقت آپہنچا تھا کہ دنیاوی غلام سے نکل کر حقیقی غلامی کو اختیار کرتے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو اپنے سامنے بلایا آپ نے اپنی سرگذشت سنائی اور پھر کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور غلامی رسول کا پٹہ اپنے گلے کی زینت بنا لیا۔

یہودی کی غلامی سے آزادی:- غلامی کے باعث آپ کو ارکان اسلام ادا کرنے میں دشواری ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مالک کو معاوضہ دیکر آزاد ہو جاؤ لہذا مالک کیساتھ تین سو ۳۰۰ کھجوروں کے درخت اور چالیس ۴۰ اوقیہ سونا معاوضہ طے ہوا۔ مسلمانوں نے مل کر تین سو درخت دیے اور ایک غزوہ سے اٹھنے کے برابر سونا حضور علیہ السلام کو ملا تو آپ نے وہ بھی دے دیا اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے۔

آپ کی فضیلت میں احادیث:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت تین اشخاص کی مشاق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ (جامع ترمذی رقم الحدیث 3732)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے چار لوگوں سے محبت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور وہ کون حضرات ہیں فرمایا ان میں سے علی ہیں (یہ بات تین بار ارشاد فرمائی) اور سلمان مقداد اور ابوذر بھی انہیں میں سے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خاندان نبوت سے محبت و اخلاص و اختصاص نسبت اس حد تک تھا کہ حضور انور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ سلمان منا اهل البيت۔ یعنی سلمان میرے

اہلبیت میں سے ہیں۔ (کنوز الحقائق للمناوی ص 142، حضرات القدس حصہ 1 ص 85)

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے گناہوں سے پاک ہونے کا استدلال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ”یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا“ یعنی اللہ چاہتا ہے کہ اے میرے نبی کے اہلبیت وہ تم سے گندگی کو دور فرمادے اور تمہیں یوں پاک کر دے جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔ (حضرات القدس اردو 85)

نسبت روحانی :- ابوطالب مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت بابرکت میں کمالات باطنیہ کے اقصیٰ و اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی آپ کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خاص روحانی نسبت تھی۔

(تاریخ اولیا فارسی 50)

سخاوت و کسب معاش :- امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا حاکم مقرر فرمایا اور سالانہ پانچ ہزار درہم بیت المال سے آپ کیلئے مقرر فرمائے۔ آپ یہ رقم لیکر فقیروں میں تقسیم کر دیتے اور خود ذنبیل بنا کر خرچ چلاتے۔ آپ سارا سال محنت کرتے اور بکریوں کے بال صاف کر کے ان کی رسیاں بناتے اور ان کی کھالوں سے تھیلے بناتے اور اگر کسی کو جنگ میں ضرورت پڑتی تو اس کو دے دیتے۔ آپ لوگوں کے صدقات میں سے نہیں کھاتے تھے بلکہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے شکم کا سٹامان حاصل کرتے۔ آپ کھجور کے پتوں کا بھی کام کرتے اور فرماتے کہ ”کھجور کے پتے ایک درہم میں خرید لیتا ہوں پھر انہیں بناتا ہوں اور تین درہم میں بیچ دیتا ہوں ایک درہم کام میں لگاتا ہوں۔ ایک اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم لو

گوں میں خیرات کر دیتا ہوں۔ (طبقات الصوفیہ اردو 85)

عاجزی وانکساری:- ایک مرتبہ آپ بازار سے گزر رہے تھے اور ایک آدمی بہت سارے سیب خرید کر کسی مزدور کو تلاش کر رہا تھا تا کہ سیب اٹھا کر گھر تک لے جائے اسی اثنا میں اس نے دیکھا کہ آپ ایک کھل اوڑھے ہوئے جا رہے ہیں (وہ جانتا نہ تھا کہ آپ امیر ہیں) اس نے سمجھا کہ کوئی مزدور ہے اور آواز دی کہ میرے سیب اٹھا کر گھر چھوڑ آؤ آپ نے اس کے سیب اٹھائے اور اس کے گھر کی جانب چلنا شروع کر دیا اور یہ نہ بتایا کہ میں امیر ہوں۔ ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک آدمی ملا اور کہنے لگا اللہ ہمارے امیر کو اچھا رکھے کیا وجہ ہے کہ آپ نے سیب کی اتنی بھاری گٹھی سر پر اٹھا رکھی ہے۔ دوسرے شخص کو اب معلوم ہوا کہ یہ تو امیر ہیں فوراً قدموں میں گرا اور معافی کا طلب گار ہوا، آپ نے فرمایا تو نے اپنے گھر تک لیجانے کا ارادہ کیا تھا لہذا جب تک میں سیبوں کو تیرے گھر تک نہیں لے جاتا واپس نہیں جاؤں گا۔

(تاریخ الاولیاء ص 50 حضرات القدس اردو 86-87)

یہ کوئی ایک دوبار کا واقعہ نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ مدائن کا امیر ہونے کے باوجود اس درجہ سادگی سے رہتے کہ لوگ آپ کو کوئی محنت کش سمجھ کر سامان کی نقل و حمل کیلئے پکڑ لیتے۔ اگر کوئی پہچان لیتا تو آپ اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک اسے گھر نہ پہنچا دیتے۔

خادم کو جب کسی کام سے بھیجتے تو اس کی بجائے آٹا خود گوند لیتے اور فرماتے کہ ہم اس پر دو کاموں کا بوجھ جمع نہیں کریں گے۔ (طبقات الصوفیہ اردو 85)

دنیا سے بے رغبتی:- جب آپ مرض میں تھے تو بہت لوگ آپ کے پاس عیادت کیلئے جمع ہوئے دیکھا تو رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے شور و فریاد کرتے ہوئے زار و زار رو رہے تھے لوگوں نے عرض کیا حضور آپ یوں کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا میری گریہ زاری موت کی وجہ نہیں اور نہ

ہی کہی دنیا کی آرزو میں رو رہا ہوں بلکہ حضور انور ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر تو قیامت میں مجھے دیکھنا اور مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جا رہا ہوں۔ اور دیکھو اب میں کوچ کر رہا ہوں تو میرے پاس اتنا مال و اسباب ہے ایسا نہ ہو کہ کہیں میں آپ ﷺ جمال جہاں آرا سے محروم رہ جاؤں۔ حالانکہ اس وقت آپ کے پاس ایک نقارہ، لوٹا، پاندان، ایک پوستین اور ایک کبیل جو کہ آپ بدن پر اوڑھے ہوئے تھے۔ کے سوا کچھ نہ تھا۔ (حضرت القدس اردو 87) (طبقات 86)

ازدواجی زندگی: آپ کے متعلق ایک غلط روایت مشہور ہے۔ کہ آپ محبوب تھے اس لئے آپ نے شادی نہیں کی حالانکہ اس بات کا حقیقت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ آپ ﷺ نے قبیلہ نبی کندہ کی ایک عورت سے شادی کی جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ان لڑکوں سے آپ کی بہت نسل چلی جس میں اکثر صاحب علم و فضل اور عاشقان رسول ہوئے۔

(حضرات القدس 87)

ایک روایت کے مطابق آپ کی تین بیٹیاں بھی تھیں جو کہ اصغہاں میں رہتی تھیں۔

(اسد الغابہ جلد 2، 328)

وفات: اصحاب رسول ﷺ میں سے شاید آپ ہی سب سے طویل العمر تھے۔ اہل علم کے نزدیک آپ کی عمر کم از کم دو سو پچاس 250 سال اور زیادہ سے زیادہ 350 سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وحی پائی۔ آپ ہی رسول اللہ ﷺ کے وہ واحد صحابی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعی بھی تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 ص 328 تاریخ الاولیاء ص 50 حضرات القدس 1 ص 88)

آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخر زمانہ خلافت میں 35/36 میں وفات پائی

حضرت علیؓ آپ کو غسل دینے کیلئے ایک رات میں مدینہ سے مدائن تشریف لائے اور غسل دے کر اسی رات واپس مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

ملفوظات :- آپؓ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اس مریض کی طرح ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی بیماری اور دوائی کو جانتا ہو اور جب وہ مریض کوئی نقصان دہ چیز کی خواہش کرتا ہے تو طبیب اسے منع کر دیتا ہے۔ اسی طرح مومن جب کسی (نقصان دہ) چیزوں کی خواہش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے منع فرما دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ فوت ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں تعجب ہے.....

۱۔ دنیا کی آرزو کرنے والے پر حالانکہ موت اسے طلب کر رہی ہے۔

۲۔ تعجب ہے غافل پر حالانکہ ہر وقت نگاہ قدرت میں ہے۔

۳۔ تعجب ہے ہنسنے والے پر حالانکہ اسے معلوم نہیں اس کا رب اس سے راضی ہے یا ناراض۔

(طبقات الصوفیہ ص 86)



## حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ عظیم تابعین اور مدینہ کے سات فقہاء (1) میں سے ہیں۔ اہل زمانہ سے افضل اور ثقہ تھے۔ رفیع القدر عالم، فقیہ، امام، متقی اور کثیر الحدیث تھے۔ اپنے والد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد یتیم ہوئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پائی۔ آپ امام زین العابدین کے خالہ زاد بھائی، امام محمد باقر کے سر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ”اشعۃ اللمعات“ جلد 1 صفحہ 85 پر ایسا ہی فرمایا ہے۔

اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف میں بھی ان کو فقہاء سبعہ، اکابر تابعین اور اپنے زمانے کے افضل لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں میں نے مدینہ میں قاسم بن محمد سے فاضل تر کسی شخص کو نہیں پایا۔ ارغام المرید ص 38 پر ہے کہ ”وکان عمر ابن عجلۃ العزیز یقول لو کان لی ان اعهد لعهدت القاسم“ یعنی اگر میں کسی کو اپنا نائب بناتا تو قاسم بن محمد کو بناتا۔ امام عبدالرؤف مناوی ”کواکب الدرر“ میں رقم طراز ہیں کہ ”انہ (ای القاسم)“



كان عالما فقيها ورعا مفتيا زاهدا حجة“ یعنی حضرت قاسم بن محمد عالم، فقیہ، متقی، مفتی زاہد اور حجت تھے۔ آپ اپنے زمانے میں اوصافِ حسنہ کا مجموعہ اور حافظ الحدیث تھے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس، ابن عمر، حضرت معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرتے تھے اور آپ سے خلق کثیر نے حدیث کو روایت کیا۔ اندازہ لگاؤ کہ ابن ابی الزناد کہتے ہیں ”ما رأیت احدا اعلم بالسنة من القاسم بن محمد“ یعنی میں نے قاسم بن محمد سے زیادہ سنت کا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کی ولادت 31ھ اور وفات 101ھ میں ہوئی۔ اس صورت میں آپ کی عمر 70 سال بنتی ہے۔ لیکن اشعۃ اللمعات جلد 1 ص 85 پر آپ کی وفات 101ھ یا 102ھ ہمر 70 یا 72 سال مرقوم ہے۔ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ص 614 پر 101ھ ہمر 70 سال تحریر ہے۔ آپ کا مدفن حرمین (مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ) کے درمیان ہے۔ چنانچہ ارغام المرید ص 37 پر ہے ”مات بین المکة والمدینة حاجا ومعتبرا“ یعنی آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان حج یا عمرہ کرتے ہوئے فوت ہوئے۔

علم باطن میں آپ کی بیعت حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے چنانچہ حضرات نقشبندیہ کی تمام کتب میں یہی بات راجح ہے کسی ایک فرد نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔ ان میں سے چند کتب یہ ہیں..... ارغام المرید، حدیقة الندیة، عمدة المقامات، حدائق وردیة، سعادة الابدیة، اور بهجة السنیة وغیرہ۔

### حاشیہ جات

(1)..... ان سات فقہاء کے نام یہ ہیں۔

1- سعید بن المسیب 2- عروہ بن زبیر 3- قاسم بن محمد 4- ابو بکر بن عبد الرحمن 5- خارجہ بن زید 6- عبید اللہ بن عبد اللہ 7- سلمان بن یسار

قطب الارشاد صفحہ 463 پر ”شرح الفیہ“ تالیف امام سخاوی، سے نقل کیا گیا ہے کہ ان فقہاء کے اسماء دروس اور آفات جیسا کہ کثیر الگ جانا اور اس کی مثل دیگر آفات جو غلے کو نقصان دیتی ہیں کیلئے زود اثر ہیں۔ ارغام المرید ص 37 پر ”علامہ کمال الدین دمیری مؤلف حیاة الحیوان“ سے نقل کیا گیا ہے کہ ان فقہاء سبعہ کے نام لکھ کر گندم میں رکھے جائیں تو جب تک یہ اس میں رہیں گے وہ دیمک وغیرہ محفوظ رہے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

### ابو عبد اللہ حضرت امام جعفر الصادق بن امام محمد باقر ؑ

نام و نسب: آپ ؑ اسم گرامی ”جعفر“ کنیت ”ابو عبد اللہ اور ابو اسماعیل“ اور ”صادق“ آپ کے مشہور القابات میں سے ہے۔ آپ امام جعفر صادق ؑ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ باپ کی طرف سے ”حسینی سید“ جبکہ والدہ کی جانب ”صدیقی“ ہیں۔ والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے..... جعفر الصادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے..... امام جعفر الصادق بن ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو صدیق اکبر رضی اللہ عنہم۔

ولادت: اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ص 589 پر آپ کا سن ولادت 80ھ مرقوم ہے اور بعض کے بقول آپ پیر کے روز 17 ربیع الاول 83ھ میں پیدا ہوئے۔

علوم ظاہری و باطنی: اپنے زمانے میں عمدہ ترین علماء وقت اور عرفاء زمان میں سے تھے۔ علم حدیث اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر اور نانا حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما سے حاصل کیا۔ کسب و کمالات باطنی بھی انہی دونوں بزرگوں سے حاصل کئے۔ طریقہ اول جو کہ اپنے والد سے حاصل کو اصطلاحات صوفیہ میں ”سلسلۃ الذہب“ کہتے ہیں۔

نسبت باطنی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ”ولدنی ابو بکر مرتین“ مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو بار جنم دیا ہے۔ آپ کے اس فرمان کی دو توجیہات منقول ہیں.....

(1)..... مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ ”ام فردہ“ ہیں جو امام قاسم بن محمد کی صاحبزادی ہیں۔ اور ”ام فردہ“ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر ہیں۔ گویا حضرت قاسم بن محمد کی شادی اپنی چچا زاد سے ہوئی، اس وجہ سے آپ کی فرمایا کہ مجھے ابو بکر نے دو بار جنم دیا ہے۔ (شواہد النبیؐ: ایریزوی ص 326)

(2)..... آپ کے فرمان کی دوسری توجیہ میں علماء فرماتے ہیں کہ آپ کو نسبت باطنی اپنے نانا امام قاسم بن محمد علیہ السلام سے ہے۔ اس لئے آپ کو ظاہری نسبت کے ساتھ ساتھ باطنی نسبت بھی خانوادہ صدیق اکبر علیہ السلام سے ہے، جس کی بنا پر آپ نے فرمایا ”ولدنی ابو بکر مرتین“ یعنی مجھے صدیق اکبر علیہ السلام نے دو بار جنم دیا ہے۔ (حضرات القدس حصہ اول ص 90)

آپ حضرت عروہ، نافع، عطاء، اور امام زہری سے حدیث روایت کرتے تھے۔ جبکہ آپ سے نامور ائمہ نے حدیث سماع کی جیسا کہ یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک بن انس، سفیان ثوری، ابن عیینہ، ابو ضیفہ اور ابو ایوب البخستانی وغیرہم۔

حاضر جوانی و حق گوئی: احمد بن عمر بن مقداد فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک مکھی خلیفہ منصور

عباسی کے منہ پر آ بیٹھی۔ ہر چند اسے اڑانے کی کوشش کی گئی مگر وہ پھر آ کر بیٹھ جاتی، اتنے میں حضرت امام جعفر صادق ؑ تشریف لے آئے، خلیفہ نے انہیں دیکھا تو کہا اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا فرمایا؟ تو امام صاحب نے فرمایا ”اس لئے کہ اس کے ذریعے جابر حکمرانوں کو ذلیل کرے“ یہ جواب سن کر منصور ساکت ہو گیا۔

امام جعفر صادق ؑ بے پنا قوت حافظہ کے مالک تھے۔ یہ واقعہ جہاں آپ کی بدیہہ گوئی پر دلالت کرتا ہے وہیں اس بات پر بھی شاہد و عادل ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ؑ حکمرانوں کے سامنے بھی کلمہ حق بولنے سے گریزاں نہ تھے۔

وفات: آپ کی وفات شوال 148ھ میں ہوئی جیسا کہ اسماء الرجال مشکوٰۃ ص 589، عمدة الیقینات ص 34، ارغام المرید ص 41 اور مطلع العلوم ص 83 پر موجود ہے۔ لیکن عمدة القامات میں بروز پیر نصف رجب المرجب متعین کیا گیا ہے۔ آپ کی مرقد اقدس مدینہ طیبہ میں جہہ البقیع میں ہے۔ وہیں آپ کے والد حضرت امام باقر اور آپ کے دادا حضرت علی زین العابدین کی قبور بھی موجود ہیں

مطلع العلوم ص 83 پر یہ بھی ہے کہ! جعفر و واقی نے ظلماً آپ کو زہر دیا جس کے نتیجے میں آپ درجہ شہادت کو پہنچے۔



حضرت ابو یزید طیفور بن عیسیٰ المعروف بابیزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت اور نام و نسب: آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے۔ آپ نے

160ھ ہجری میں اس دنیا کو رونق بخشی۔ آپ کے دادا اکبر (آتش پرست) تھے اور آخر عمر

میں مسلمان ہو گئے تھے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص 116 سفیہ الالیاء 105)

آپ احمد حضرویہ، ابو حفص حداد اور یحییٰ بن معاذ رازی کے ہم عصر تھے۔ حضرت شقیق بلخی کو بھی

دیکھا ہے۔ (مرآة الاسرار 306)

آپ مادر ذاد ولی تھے اور آپ کی کرامات کا ظہور وطن مادر سے ہی شروع ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں۔ جب میں کوئی مشتبہ لقمہ (جس کا حلال و حرام ہونا یقینی نہ

ہو) پیٹ میں ڈالتی تو آپ میرے پیٹ میں تڑپنے لگتے۔ اور جب تک میں اس لقمہ کو نکال

باہر نہ کرتی آپ کو چین نہ آتا۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو 125)

نسبت باطنی: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا علم باطن میں انتساب حضرت امام جعفر صادق علیہ الرحمہ سے ہے۔ آپ کی تربیت انہی کے فیض باطن سے مکمل ہوئے۔ کیونکہ آپ امام صاحب کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں کچھ واقعات ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صحبت اختیار کی ہے۔ مگر وہ درست نہیں۔ تحقیق یہی ہے کہ آپ کو ان کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔

(مشائخ نقشبندیہ مجددیہ 117)

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ آپ نے 113 اولیاء کی خدمت کی ہے۔ (صفحہ 126) مختلف کتب میں آپ کے اکتساب فیض کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں حاضر تھے۔ حضرت امام نے فرمایا اے بایزید طاق سے کتاب پکڑاؤ۔ عرض کیا حضور کون سے طاق سے، فرمایا اتنی مدت ہو گئی تھی۔ یہاں آتے ہوئے اور ابھی تک تجھے طاق کا پتہ نہیں چلا عرض کیا کہ مجھے اس سے کیا کام؟ میری مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے سراثھاؤں۔ میں یہاں طاق دیکھنے نہیں آتا۔ فرمایا ایسا ہے تو تم بسطام چلے جاؤ تمہارا کام تو پورا ہو چکا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص 126 مرآۃ الاسرار ص 307)

ممکن ہے یہ واقعہ حضرت امام کے دربار پر حاضری کے موقع پر بطور کشف پیش آیا ہو کیونکہ اوپر بیان ہو چکا کہ آپ کی ولادت امام صاحب کی وفات کے بعد ہوئی۔

تلاش حق۔ لڑکپن میں ہی تلاش حق کی خواہش آپ کے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔

ایک بار استاذ سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے جب سورۃ لقمان کی اس آیت کریمہ پر پہنچے (ان شکر لی ولو الذہک) (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر) تو استاذ سے اجازت لیکر گھر آئے اور والدہ سے عرض کی۔ یا اللہ تعالیٰ سے اس کا حق معاف کروادیتے جیسے یا پھر اپنا حق معاف

کیجئے۔ کیونکہ میں دو گھنٹوں کا حق خدمت ادا نہیں کر سکتا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا جا میں نے تجھے راہ خدا کیلئے چھوڑ دیا اور اپنا حق معاف کر دیا۔ اس کے بعد بسطام سے نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ ریاضات اور مجاہدات کرتے رہے۔ اور خود کو بھوکا رکھتے۔ (مرآة الاسرار 307)

مقام و مرتبہ: سلطان العارفين برهان المحققين خلیفہ الہی محرم رازنا متناہی لختہ جہان ناکامی قطب وحدت حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ کا شمار اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔ اپنے وقت کے سب سے بڑے ولی تھے۔ آپ حجۃ اللہ، قطب عالم اور مرجع اوتاد تھے۔ اسرار و حقائق میں آپ نظر بلیغ اور وجد تمام رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ مجاہدہ اور دل کو مشاہدہ میں مشغول رکھتے۔ احادیث کے متعلق آپ کی روایات نہایت عالی تھیں۔ آپ سے پہلے کسی کو معانی طریقت میں اس قدر ملکہ استنباط حاصل نہ تھا۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس شیوہ میں جو کچھ تھے یہی تھے۔ (مرآة الاسرار 307 تذکرہ الاولیاء 125)

ادب و احترام: دنیا و آخرت کا کوئی مقام ایسا نہیں جو ادب کے بغیر حاصل ہو جائے۔ اگر کسی میں ادب نام کی چیز نہ ہو تو چاہے دنیا اس کے ہاتھ ہاؤں کے بوسے ہی کیوں نہ لیتی ہو اولیاء کی صفوف اس خالی ہی رہیں گی۔

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ مرقع ادب و احترام تھے۔ چاہے خالق کائنات ہو یا مالک کائنات ﷻ، اولیاء اللہ ہوں یا رحمت خداوندی ماں کی صورت میں ہو بایزید بسطامی کے ادب و احترام کا قبلہ بنے رہے کہ جب آپ نے کعبہ (حج) کا سفر کیا تو ہر قدم پر دو دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ 12 سال میں مکہ پہنچے اور فرمایا یہ کوئی عام دنیا کے بادشاہ کا در تھوڑی ہے کہ یک بارگی چلے آئیے۔



(2).....جب آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو مدینہ طیبہ حاضری دیئے بغیر واپس آگئے اور فرمایا یہ ادب نہیں کہ حج کرنے آؤ اور بہانے سے مدینہ کا چکر لگا لو۔ پھر آپ آئندہ سال صرف مدینہ کی حاضری ہی کیلئے تشریف لے گئے۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ 118-117)

(3).....آپ خود فرماتے ہیں۔ وہ کام جس کو میں تمام کاموں سے پیچھے سمجھتا تھا وہ سب سے پہلے تھا۔ اور والدہ کی رضامندی تھی۔ اور فرمایا وہ چیز جو میں ریاضت و مجاہدات و مسافرت میں تلاش کرتا رہا وہ میں نے اس میں حاصل کی کہ ایک رات والدہ نے مجھ سے پانی طلب کیا میں پانی لینے کوزہ کے پاس آیا تو اسے خالی پایا۔ پھر صراحی دیکھی تو وہ بھی خالی تھی۔ میں نہر سے پانی لینے چلا گیا واپس آیا تو ماں سو چکی تھی رات بہت سرد تھی میں پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا حتیٰ کہ پیالہ میرے ہاتھ میں جم گیا، جب والدہ بیدار ہوئیں تو ان کو معالطے کا پتہ چلا انہوں نے پانی پیا اور میرے لئے دعا کی اور فرمایا تو نے پیالہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا۔ عرض کیا میں اس بات سے ڈرا کہ آپ بیدار ہوں اور مجھے حاضر نہ پائیں۔ (تذکرہ 127)

(4).....ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا آدھا دروازہ کھول دو حضرت بایزید فرماتے ہیں میں صبح تک حیران کھڑا رہا کہ دائیں ہاتھ کی طرف سے کھولوں یا بائیں طرف سے معلوم نہیں والدہ کی رضا کس میں ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص 127)

(5).....آپ کے ادب کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے فوت ہوتے ہوئے وصیت کی تھی کہ میری قبر استاذ کی قبر سے گہری بنانا تاکہ ان کی بے ادبی نہ ہو۔

(نجات الانس اردو 87)

(6).....یہ واقعہ بھی ادب و احترام کی خوشبو سے لبریز ہے۔ منقول ہے کہ آپ کے گھر سے چالیس قدم کے فاصلے پر مسجد تھی مگر آپ نے اس کی تعظیم کی وجہ سے کبھی راستے میں نہیں تھوکا۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ 117)

(7)..... ایک مرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ فلاں جگہ ایک بزرگ ہیں۔ یہ ان کی ملاقات کو گئے جب وہاں پہنچے تو بزرگ نے قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ حضرت بایزید وہیں سے ملاقات کئے بنا واپس پلٹ آئے اور فرمایا اگر اس شخص کو طریقت میں کوئی دخل ہوتا تو خلاف ادب کام اس سے صادر نہ ہوتا۔

(8)..... ایک بار آپ مسجد کی جانب گئے جب دروازے پر پہنچے تو کھڑے ہو کر رونے لگے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور کیا ہوا؟ فرمایا میں اپنے آپ کو حائضہ عورت کی طرح پاتا ہوں۔ کہ وہ ڈرا کرتی ہے کہ اگر مسجد میں جائے تو اس آلودہ نہ کر دے۔ (تذکرۃ الاولیاء 128)

کلام معرفت : حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام معرفت کے موتیوں سے اس طرح پُر ہوتا تھا کہ بڑے بڑے صاحب ولایت سمجھنے سے خود کو قاصر تصور کرتے ایک دن کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے سر جھکا دیا۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا دراصل بات یہ ہے کہ میں صبح سے کسی ایسی چیز کی تلاش میں ہوں۔ جو تم کو دوں اور وہ تمہارے حوصلہ میں سما سکے اور تم اس کو برداشت کرنے کی طاقت رکھو۔ مگر مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔

(تذکرۃ الاولیاء 130)

ایک بار حضرت احمد حضور یہ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ سے ملاقات کیلئے گئے۔ گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو خواجہ احمد نے عرض کیا کچھ نیچے آئیے تاکہ میں سمجھ سکوں۔ بایزید کچھ نیچے آ گئے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت کچھ اور نیچے آئیے آپ کچھ اور نیچے کی باتیں کرنے لگے پھر کہیں جا کر حضرت بایزید کا کلام سمجھے۔ (مرآۃ الاسرار 310)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے درجات عالیہ سے نوازا تھا اور آپ کے ہم عصر اولیاء بھی آپ کی شان و مرتبہ کے معترف تھے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔ حضرت بایزید ہمارے درمیان یوں ہیں جیسے فرشتوں میں جبرائیل ہیں۔

(تذکرہ الاولیاء 125)

حضرت ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ میں اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے دیکھتا ہوں اور

بایزید درمیان میں نہیں ہے۔ یعنی جو بایزید ہے وہ حق میں گم ہے۔ (مرآة الاسرار 307)

حضرت جنید بغدادی مزید فرماتے ہیں۔ تمام سالکین راہِ خدا کی جہاں کی انتہا ہوتی ہے۔ با

یزید کی وہاں سے ابتدا ہوتی ہے۔ (ص 307)

منقول ہے کہ حضرت ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا سخی مرید تھا۔ اس نے اپنے پیر کی

بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دن میں سترہ (17) بار اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہوں۔ فرمایا

اگر ایک بار خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار کرو تو میں سمجھوں گا کوئی کام کیا ہے۔ جب وہ

حضرت کی زیارت کرنے گیا تو زیارت کرتے ہی جاں بحق ہو گیا۔

(تذکرہ 130 مرآة الاسرار 310)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روئی کو سارا دن سورج کے سامنے رکھو تو نہیں جلے گی

لیکن اگر آفتاب کے سامنے آئینہ (یعنی آتشی آئینہ) رکھ دیا جائے اور اس کے ذریعے روئی پر

عکس ڈالا جائے تو وہ فوراً جل جائیگی اس کی وجہ یہ ہے کہ آفتاب آئینہ پہ عاشق ہے اور اپنا

جمال اس کے اندر دیکھتا ہے۔ لہذا جو چیز عاشق و معشوق کے درمیان حائل ہوتی ہے جل کر

خاکستر ہو جاتی ہے۔ (مرآة الاسرار 310)

روحانی پیاس: یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو

لکھ بھیجا کہ پیالہ محبت سے زیادہ پی لینے کی وجہ سے مجھے نشہ ہو گیا ہے۔ تو آپ نے جواب میں

انہیں لکھا کہ تیرے غیر نے (مراد شیخ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی ذات ہے۔

(تو آسمان وزمین کے سمندر پی لئے اور ابھی تک سیر نہیں ہوا اور اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے

اور وہ کہہ رہا ہے ”هل من مزيد“ (یعنی کیا کچھ اور بھی ملے گا)۔ (طبقات شعرانی 183)

حضرت خواجہ بسطامی سے کسی نے پوچھا کہ سنت کیا ہے اور فرض کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے

فرمایا سنت دنیا کو ترک کر دینا اور فرض اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ (سفینۃ الاولیاء 106)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر کرامت کی بجائے کریم کو حاصل کرنے میں

صرف کی۔ منقول ہے کہ ایک دن آپ دریائے دجلہ پر گئے تو وہ دونوں کناروں تک بھر آیا۔

آپ نے فرمایا مجھے اس امر کے ظاہر کرنے میں ذرا بھی غرور اور فخر محسوس نہیں ہوتا کہ گو میں کتنا

ہی بے حیثیت ہوں لیکن اپنی عمر کے تیس (30) سال کسی قیمت پر بھی ضائع نہیں کر سکتا۔ مجھے

کرامت نہیں کریم چاہیے۔ (سفینۃ الاولیاء 106)

یہ واقعہ جہاں خواجہ بسطامی کی کرامت کے بجائے کریم کی محبت کو واضح کرتا ہے۔ وہاں آپ کی

عاجزی و انکساری کی بھی روشن دلیل ہے۔

خواجہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو خالق و مالک ذات پر غایت درجہ کا توکل تھا جس کا اظہار وقتاً

وقتاً ہوتا رہتا تھا۔ منقول ہے کہ آپ نے ایک بار کسی امام کے بچے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد

امام نے پوچھا شیخ! تم کوئی کام کاج تو کرتے نہیں ہو تمہارا کھانا پینا کہاں سے چلتا ہے۔ آپ

نے فرمایا ٹھہرو میں پہلے نماز کا اعادہ کر لوں پھر تمہاری بات کا جواب دوں گا کیوں کہ جس کو رو

زی دینے والے کا پتہ نہ ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ 121)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ”سے“ کی بجائے ”کو“ کو ترجیح دی۔ حضرت

خواجہ احمد خضر ویہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں رب تعالیٰ کا فرمان سنا۔

یا احمد کل الناس یطلبون منی الا بایزید فانه یطلبنی اے احمد تمام لوگ مجھ سے

مانگتے ہیں سوائے بایزید کے۔ وہ مجھ کو مانگتا ہے۔ (روض الریاضین 168)

اللہ کے اولیاء کا یہی طریق رہا ہے کہ وہ صرف مالک کی خواہش کرتے ہیں مخلوق کی نہیں۔

وفات: حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے 15 شعبان 261 ہجری ایک روایت کے مطابق 234 ہجری میں وفات پائی، اور دنیا اللہ کے ایک محبوب سے محروم ہو گئی۔ آپ کا مزار بسطام میں ہے۔ (سفیر الاولیاء 106)

روایت ہے کہ آپ کی وفات کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا گیا تو اللہ نے پوچھا بوڑھے کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا جب درویش بادشاہ کے حضور حاضر ہوا تو اسے یہ نہیں کہتے کہ کیا لائے ہو بلکہ پوچھتے ہیں کیا چاہتے ہو؟۔ (فحاشات الانس اردو ص 88)

### حضرت خواجہ ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی: آپ کا اسم گرامی ”علی“ اور کنیت ”ابوالحسن“ ہے والد کا نام ”جعفر“ تھا۔ پورا نام یوں ہوا..... ”ابوالحسن علی بن جعفر بن سلیمان خرقانی“۔

ولادت: آپ کا ولادت کی حتمی تاریخ متعین نہیں البتہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پیشین گوئی سے قریب قریب کی تاریخ معلوم کی جاسکتی ہے.....

مذکور ہے کہ حضرت سلطان العارفین خواجہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال رباط دہستان زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔ وہاں شہداء کی قبریں تھے۔ جب خرقان سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کچھ سوگھر رہے ہوں۔ مریدوں نے عرض کیا حضرت کیا سوگھر رہے ہیں تو فرمایا، میں چوروں کے اس گاؤں میں ایک مرد خدا کی خوشبو پاتا ہوں۔ اس کا نام ”علی“ اور کنیت ”ابوالحسن“ ہوگی۔ اس کے تین درجے مجھ سے زیادہ ہوں گے۔ 1، وہ اللہ و عیال کا بہارا ٹھائے گا۔ 2، کبھی کرے گا۔ 3، اور درخت لگائے گا۔

(تذکرۃ الاولیاء فارسی ص 433)

حضرات القدس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ”اس کی ولادت مجھ سے سو برس بعد ہوگی“

(حضرات القدس اردو ص 105)

حضرت شیخ بایزید بسطامی کی وفات 15 شعبان 261 ہجری میں ہوئی اس کے مطابق حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی ولادت 350ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی اور شیخ بسطامی علیہما الرحمہ کی باہمی گفتگو کا ذکر ہے (وہ آگے آرہی ہے) جس میں شیخ خرقانی نے کہا ہے کہ (اے بایزید) آپ تو مجھے سے انا تیس سال پہلے گزرے ہیں۔

حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نسبت باطنی: آپ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں۔ یعنی آپ کی تربیت روحانی حضرت خواجہ بسطامی کی ”روحانیت“ اور ”فیض باطن“ سے ہوئی۔ البتہ آپ چند واسطوں سے حضرت بایزید کے مرید ہیں۔ کچھ علماء نے ان واسطوں کا ذکر یوں کیا ہے... حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ہیں، شیخ ابوالمنظف بن طوسی کے، وہ مرید ہیں شیخ ابویزید عشقی کے، وہ مرید ہیں شیخ محمد مغربی کے اور وہ مرید ہیں حضرت خواجہ بسطامی کے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

آداب شیخ اور کسب فیض: منقول ہے کہ ابتداء میں آپ بارہ سال تک عشاء کی نماز خرقان میں پڑھ کر حضرت بایزید کی مقردانور پر حاضر ہوتے اور زیارت کرنے کے بعد مزار کی جانب پشت کئے بغیر اٹھے قدموں واپس لوٹتے اور کہتے اے باری تعالیٰ جو خلعت تو نے بایزید کو عطا کی ہے اس کا کچھ حصہ ابوالحسن کو بھی عطا فرما۔ بارہ 12 برس کے بعد حضرت بایزید کی مرقد سے آواز آئی.....

اے ابوالحسن! وقت آ گیا ہے کہ تو بیٹھے۔

عرض گزار ہوئے..... اے بایزید مدد کر میں اُن پڑھ ہوں اور رموز شریعت سے ناواقف ہوں  
آواز آئی..... اے ابوالحسن جو کچھ مجھے عطا کیا گیا تھا وہ سب تیرے طفیل تھا۔

عرض گزار ہوئے..... اے بایزید آپ تو مجھے سے اسیالیس سال پیشتر گزرے ہیں۔

آواز آئی..... ہاں لیکن جب میں خرقان سے گزرتا تھا تو ایک نوت دیکھتا تھا جو خرقان سے  
آسمان تک بلند ہوتا تھا۔ میں تین سال تک ایک حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا رہا۔ مجھے کہا  
گیا کہ میں تیرے نور کو اس حاجت روائی کیلئے سفارشی ٹھہراؤں۔

شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ چوبیس دنوں میں (ایک روایت کے مطابق جب میں خرقان پہنچا تو  
میں نے قرآن سیکھ لیا۔) (تذکرۃ الاولیاء اردو ص 367)

مقام و مرتبہ: سر حلقہ ارباب ذوق، مستغرق در بحر عشق و شوق، عارف نورانی، غوث  
الوقت عجوبہ ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن علی بن جعفر الخرقانی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے وقت کے غوث  
، یگانہ روزگار اور قبلہ وقت تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ کی طرف کوچ ہوا کرتا تھا۔ شیخ ابو  
العباس القصاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ”ہمارا راز خرقانی پر جا پڑے گا“ یعنی ہمارے بعد  
رحلت و زیارت خرقانی کے طرف منتقل ہو جائے گی۔ (نجات الانس اردو ص 335)

شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ..... شیخ ابوالحسن خرقانی، اپنے زمانے کے (مملکت ولایت  
کے) بادشاہ، قطب اوتاد، ابدال عالم اور اہل نظر طریقت کے سلطان اور کوہ تمکین تھے۔ علم  
معرفت میں ایک مسلمہ شخصیت تھے کہ جو ہر دم دل سے باحضور اور مشاہدہ حق میں مشغول  
رہتے تھے۔ آپ بدن سے ریاضت اور مجاہدہ میں معروف رہنے والے، صاحب اسرار و حقائق  
عالی ہمت اور بزرگ مرتبہ شیخ تھے۔ بارگاہ الہی میں ایسا قرب رکھتے تھے جس کی صفت بیان



نہیں ہو سکتی۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو ص 366)

ملفوظات: لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا، صوفی جبہ اور مصلے سے نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی وہ رسم و عادات سے صوفی بنتا ہے۔ ”صوفی آں بود کہ نہ بود“ صوفی وہ ہوتا ہے جو خود نہ رہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صوفی اس دن ہوتا ہے کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ رہے اور صوفی اس رات ہوتا ہے کہ اس کو چاند، ستاروں کی ضرورت نہ ہو۔ اور نیستی یہ ہے کہ ہستی کی حاجت نہ ہو۔ (نجات الانس اردو ص 335)

آپ سے پوچھا گیا..... مرد کو کیسے معلوم ہو کہ وہ بیدار ہے؟

فرمایا..... اس طرح کہ جب خدا کو یاد کرے تو سر سے پاؤں تک خدا کی یاد سے باخبر ہو۔

پوچھا گیا کہ..... سچ کیا ہے؟

فرمایا..... جو بات دل کہے وہ سچ ہے۔ (یعنی آدمی وہی بات کرے جو اس کے دل میں ہو)

پوچھا گیا..... اخلاص کس کو کہتے ہیں؟

فرمایا..... جو خدا کیلئے کرے وہ اخلاص ہے اور جو لوگوں کیلئے کرے وہ ریا ہے۔

پوچھا گیا کہ..... فتاوہ کا کیا بات کرنا کس کیلئے مناسب ہے؟

فرمایا..... اس آدمی کو کہ اگر اس کو ایک ریشمی تار سے آسمان کے ساتھ لٹکا دیں اور ایسی ہوا چلے

کہ درخت، مکانات اور پہاڑ اکھڑ جائیں اور وہ ہو اور یاؤں کو بگاڑ دے مگر اس آدمی کو اپنی جگہ

سے نہ ہلا سکے۔ (نجات الانس ص 335)

آپ یہ بھی فرمایا کرتے کہ تو گانا گائے اور خدا کو چاہے اس سے بہتر ہے کہ تو قرآن پڑھے اور

خدا کو نہ چاہے۔ (ایضاً ص 336)

شیخ شبلی نے فرمایا کہ ”میں چاہتا ہوں کچھ نہ چاہوں“ آپ نے فرمایا یہ بھی تو ایک چاہت ہے

محبوب محبت کی گفتگو: کہتے ہیں کہ ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ آواز آئی، ہاں  
 اے ابوالحسن کیا تو چاہتا ہے کہ جو کچھ ہم تیرے بارے جانتے ہیں مخلوق سے کہہ دیں تاکہ وہ  
 تجھے سنگسار کر دے۔ آپ نے عرض خداوند! جو کچھ میں تیری رحمت کے بارے جانتا ہوں  
 لوگوں سے کہہ دوں تاکہ کوئی تجھے سجدہ نہ کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے آواز، نہ تم کہو نہ ہم  
 کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص 368)

وفات: آپ کی وفات منگل کی شب 10 محرم الحرام 425ھ میں ہوئی۔ آپ فرمایا کرتے  
 تھے کہ اس شخص کی صحبت میں مت بیٹھو کہ تم کہو خدا، اور وہ کچھ اور کہے۔

(سفینۃ الاولیاء اردو ص 106)

شیخ ابوعلی فضل بن محمد الطوسی المعروف ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضل بن محمد ہے۔ خراسان کے شیخ الشیوخ ہیں اپنے وقت میں یکتا تھے اور اپنی  
 طریقت میں خاص تھے۔ (نجات الانس 399)

شیخ ابوعلی فارمدی علیہ الرحمہ بڑے پراثر خطیب اور شیریں گو و اعظمتے وعظ و تذکیر کی تربیت  
 آپ نے ابوالقاسم قشیری سے حاصل کی۔ (مرآة الاسرار 513)

یہ وہی شیخ ابوالقاسم قشیری ہیں جن کی مشہور تصانیف میں رسالہ قشیریہ۔ اور تفسیر قشیری  
 ہیں۔ (مشائخ قشیریہ مجددیہ 131)

تصوف میں ان کی نسبت دو احباب کی جانب ہے ایک تو شیخ الشیوخ حضرت خواجہ ابوالحسن  
 خرقانی کی جانب اور دوسری حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی طرف۔ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی

خواجہ ابوالحسن خرقانی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ (نجات الانس 399 مرآة الاسرار 513)  
 خطرات قلب: طائفہ قشیریہ کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعلی کو خطرات قلب پر

واقفیت دی گئی تھی مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ (حضرات القدس 111)

حضرت خواجہ بوعلی فامدی نے اپنی تعلیم و تربیت اور سلوک و معرفت کے حالات خود

ارشاد فرمائے ہیں.....

زیارت ولی: آپ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے جوانی میں طلب علم کیلئے نیشاپور گیا۔ میں

نے سنا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ”منہ“ سے تشریف لائے ہیں اور مجلس میں وعظ فرما رہے ہیں۔

میں شوق زیارت میں حاضر خدمت ہوا جب میری نگاہ ان کے رخ زیبا پر پڑی تو میں ان پر

شیدا ہو گیا۔ اور گروہ صوفیا کی محبت میرے دل میں گر کر گئی۔ ایک دن میں مدرسہ کے حجرے

میں بیٹھا ہوا تھا کہ دل میں دیدار کی تمنا پیدا ہوئی حالانکہ وہ شیخ کے باہر تشریف لانے کا وقت نہ

تھا میں نے بہت صبر کرنا چاہا مگر نہ کر سکا اور چوراہے میں آ گیا۔ کیا دیکھا کہ شیخ ایک بہت بڑی

جماعت کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں بھی (چھپ چھپا کر) ان کے پیچھے ہولیا۔ وہ ایک جگہ

جا کر ٹھہر گئے اور میں بھی ایک کونے میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے شیخ مجھے نہ دیکھ سکتے تھے۔

شیخ سماع میں مشغول ہوئے اور ان پر کیفیت طاری ہوئی اور وجد عظیم ظاہر ہوا اور انہوں نے

اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔ سماع سے فراغت کے بعد ان کے پھٹے ہوئے کپڑے اتار لئے گئے اور

ان کو کمرے کمرے کر دیا گیا۔ شیخ نے ایک آستین بمعہ دامن کے اٹھا کر علیحدہ رکھ لیا اور آواز دی

کہ اے ابوعلی طوسی تو کہاں ہے۔ میں خاموش رہا کیونکہ شیخ نے نہ مجھے دیکھا تھا اور نہ ہی وہ

مجھے پہچانتے تھے۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے ان کے مریدوں میں سے کوئی ہو جس کا نام بھی علی

طوسی ہو، شیخ نے دوبارہ آواز دی میں مگر میں نے پھر خاموشی کو اپنا لیا جب تیسری بار آواز دی تو

میں اٹھا اور سامنے آ گیا آپ نے وہ آستین اور دامن مجھے دیا اور فرمایا جاؤ اور اس کو محفوظ رکھو۔

تم ہمیں اس آستین اور دامن کی طرح عزیز ہو۔ میں نے وہ کپڑا لے لیا اور شیخ کے ساتھ تواضع

اور ادب بجالایا اور اس نگرے کو ایک عزیز جگہ پر جا کر رکھ دیا۔ مجھے شیخ سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے اور عجب حالات پیدا ہوئے اور روشنیاں ظاہر ہوئیں۔

امام ابوالقاسم کی خدمت میں:- (آپ فرماتے ہیں) جب شیخ نیشاپور سے چلے گئے تو میں امام ابوالقاسم قشیری کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور جو واقعات و حالات پیدا ہوئے تھے ان کے سامنے ذکر کئے۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے جا تحصیل علم میں مشغول ہو۔ میں تحصیل علم میں مشغول ہو گیا اور یہ روشنی بڑھتی جاتی تھی۔ میں تین 3 سال تک علم میں مشغول رہا حتیٰ کہ ایک روز امام ابوالقاسم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جب علم نے تجھ سے ہاتھ اٹھالیا تو تو بھی اس سے ہاتھ اٹھالے اور طریقت کے کام میں لگ جا اور معاملہ میں مشغول ہو جا۔ میں مدرسہ سے اپنا سامان اٹھا کر خانقاہ میں لے آیا اور استاذ کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔

خدمت شیخ کی اہمیت: (آپ فرماتے ہیں) ایک دن امام ابوالقاسم حمام میں غسل فرمانے کیلئے گئے تو میں اٹھا اور چند ڈول پانی کے اٹھا کر حمام میں ڈالے جب امام حمام سے واپس آئے تو نماز پڑھی اور فرمایا وہ شیخ کون تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا تھا۔ میں اس خوف کی وجہ سے کچھ نہ بولا کہ ہو سکتا ہے حضرت کو بھلا معلوم نہ ہوا ہو۔ آپ نے دوسری بار پھر پوچھا مگر میں اب بھی خاموش رہا۔ جب آپ نے تیسری بار دریافت کیا تو میں نے عرض کیا حضور یہ خادم تھا۔ آپ نے فرمایا اے بوعلی جو کچھ ابوالقاسم نے ستر سال میں پایا تھا تو نے پانی کے ایک ڈول میں پالیا۔ پھر میں ایک عرصہ تک شیخ کے پاس ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہا۔ ایک دن مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں اس میں گم سا ہو گیا۔ میں نے یہ حالت شیخ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوعلی میرا سلوک اس مقام سے زیادہ نہیں آگے کا حال

میں نہیں جانتا۔ میں نے دل میں سوچا کہ مجھ کو ایسا پیر (تلاش کرنا) چاہیے جو مجھے اس سے بھی آگے لے جائے۔ وہ حالت مجھ پر بڑھتی گئی اور کمال کو پہنچ گئی۔ چونکہ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سن رکھا تھا لہذا میں طوس کی جانب چل نکلا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دیکھا تو آپ اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دو رکعت نماز تہیۃ المسجد ادا کی اور شیخ کے سامنے چلا آیا۔ حضرت اس وقت مراقبہ میں تھے آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا آؤ بوعلی کیا چاہتے ہو۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور اپنے واقعات بیان کئے۔ شیخ نے فرمایا تمہاری ابتدائی حالت تم کو مبارک ہو تم ابھی کسی مرتبہ کو نہیں پہنچے اگر تربیت پاؤ گے تو بڑے مرتبہ کو پہنچو گے۔ میں نے دل میں کہا کہ میرے یہی پیر ہیں اور وہیں مقیم ہو گیا۔ آپ ایک عرصے تک مجھ سے ریاضتیں اور مجاہدے کرواتے رہے۔ ایک دن میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے نکاح کر لینے کا ارشاد فرمایا اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ میرا عقد کر دیا۔ قبل اس کے کہ شیخ ابوالقاسم مجلس مقرر کریں حضرت ابوسعید ابوالخیرؓ سے آئے ہوئے تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے بوعلی وہ زمانہ آ گیا کہ اب تجھے طوطی کی طرح بولنا سکھائیں گے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ شیخ ابوالقاسم نے میرے لیے مجلس مقہر کی اور (اسرار) کی باتیں مجھ پر کھل گئیں۔ (گھات الانس اردو 401)

وفات: حضرت شیخ بوعلی قاری کی تاریخ وصال حضرات القدس میں ۵۱۱ درج ہے جبکہ مشائخ مشہد یہ مجددیہ میں ۴۷۷ھ لکھی ہوئی۔

رسالہ قشیریہ کے مترجم ڈاکٹر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۴۷۷ھ تحریر کی ہے۔

(مقدمہ رسالہ قشیریہ 96)

## حضرت خواجہ ابویعقوب محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

اسم و ولادت: حضرت خواجہ کا نام محمد یوسف اور کنیت ابویعقوب ہے آپ کی ولادت 440 میں ہوئی۔ آپ کے آباء و اجداد ہمدان کے باشندے تھے (سفیر الاولیاء 108) تعلیم و تربیت:- اٹھارہ برس کیمبر میں آپ بغداد تشریف لے گئے اور علامہ ابوالحسن شیرازی سے علم فقہ حاصل کیا اور اپنے ساتھیوں پر فوقیت لے گئے۔ آپ علم فقہ وغیرہ خصوصاً منطق میں اپنے معاصرین سے بڑھ گئے تھے آپ کی جودت و ملی علی تھی کہ علامہ ابوالحسن شیرازی آپ کو چھوٹی عمر ہونے کے باوجود شاگردوں میں سے اول نمبر پر بٹھایا کرتے تھے۔ (مکات الانس اردو ص 406)

حصولِ علم کیلئے سفر: آپ نے حصولِ علم کی خاطر حدودِ ممالک کے دورے کئے جن میں سے بغداد، اصفہان، عراق، خراسان، ہمدان، اور بخارا سرفہرست ہیں۔ ان ممالک میں جا کر آپ نے بزرگ علم سے اپنی عقل کو خوب بھاپا اور مشائخ کی کثیر جماعت سے حدیث کا سماع کیا۔

(نجات)

فقہی مسلک اور پند و نصائح: فقہاء اربعہ میں سے آپ امام الائمہ سراج الامم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد اور سچے سچے خفی تھے۔ تعلیم کے بعد آپ نے پند و نصائح کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کو خوب نوازا، علماء و مشائخ کا جم غفیر ہمہ وقت آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوا کرتا تھا۔ آپ کو فتاویٰ دیدیہ اور احکام شرعیہ پر پوری دستگاہ حاصل تھی اور آپ علوم و معارف میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ (حضرات القدس 114)

علماء و فقہا بڑی تعداد میں آپ کی خانقاہ میں جمع رہتے تھے اور مجلس علم میں حاضری دیتے۔ آپ نے آذربائیجان، عراق اور خراسان کے لوگوں کو خوب تربیت فرمائی۔

(مشائخ نقشبندیہ مجددیہ 134)

بیعت: مشہور یہ ہے کہ آپ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی کے مرید ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے شیخ عبداللہ جونی اور شیخ حسن سنائی کی بھی صحبت اختیار کی۔

(سفیہ الاولیاء 108، مرآة الاسرار 531)

حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ امام عالم، عارف ربانی صاحب احوال اور اللہ کی عظیم مہربانوں، کرامات اور مقامات جلیلہ والے تھے۔ آپ نے عبادات، مجاہدات اور ریاضیات کا طریق اختیار کیا اور مشائخ نقشبندیہ کی صف اول کے متقیم ہوئے۔ ابتداء میں آپ مرو میں متقیم تھے پھر وہاں سے ہرات شریف لے گئے کچھ مدت وہاں اقامت اختیار کی۔ بعد ازاں مرو کے لوگوں کی التماس پر مرو آئے مگر پھر ہرات واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ مرو جانے کے ارادے سے نکلے مگر راستے میں آپ کا وصال ہو گیا۔ (نجات الانس 407)

خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے طور پر بات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا



سکتا ہے کہ وقت کے سلطان الاولیا اور امام الکل حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی المعروف غوث  
 ظم سرکار رضی اللہ عنہ آپ ہی کے محبت یافتہ تھے۔ امام محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی  
 اللہ عنہ نے خود ان کا تذکرہ فرمایا ہے.....

تکلم الی بغداد رجل من ہمدان یقال له یوسف الہمدانی وکان یقال له انہ  
 قطب“

یعنی ہمدان سے یوسف ہمدانی نامی شیخ بغداد میں تشریف لائے ہیں۔ اور ان کے بارے کہا  
 تا ہے کہ وہ قطب ہیں۔ (بہجۃ الاسرار عربی ص 47)

یہ فرماتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا.....

”یا عبدا لقادر تکلم علی الناس فقلت یا سیدی انار جل اعجمی  
 من تکلم علی فصحاء بغداد فقال لی انت الان حفظت الفقه و اصول الفقه  
 باختلاف والنحو واللغة و تفسیر القرآن الا ان یصلح لک ان تکلم علی  
 ناس اصعد علی الكرسی و تکلم علی الناس فانی اری لیک عرفا  
 بصیر نخلة“

یعنی اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ و نصیحت سنایا کرو میں نے عرض کیا سیدی میں عجمی  
 وں فصحاء بغداد کے سامنے کیسے گفتگو کروں فرمایا تم نے فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذہب، نحو  
 لغت اور تفسیر قرآن کو خوب حاصل کیا ہے پھر کیونکہ آپ لوگوں کو کلام کرنے کی صلاحیت نہیں  
 رکھتے۔ آپ کرسی پر بیٹھیے اور لوگوں سے گفتگو کیجیے بے شک میں آپ میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں  
 و مقرب درخت ہو جائے گی۔ (بہجۃ الاسرار ص 396)

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض تصانیف میں فرماتے ہیں کہ 602ھ میں شیخ  
 احمد الدین کرمانی شہر قونیہ سے میرے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ملک

میں خواجہ محمد یوسف ہمدانی جو کہ ساٹھ سال سے زیادہ وہ عرصہ مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ ایک دن اپنے گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ باہر نکلنے کو جی چاہا حالانکہ جمعہ کے علاوہ ان کی عادت نہ تھی کہ باہر نکلتے، اس لئے یہ عادت ان پر گراں گزری۔ ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ کہاں جانا ہے لہذا آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کی باگ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جہاں اللہ چاہے گا لے جائے گا۔ وہ گھوڑا ان کو شہر سے باہر جنگل کی طرف لے گیا یہاں تک کہ ایک ویران مسجد میں لے جا کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ نیچے اترے اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ دیکھا ایک نوجوان سر نیچا کئے ہوئے تھا۔ اس نے سراٹھایا اور کہا اے یوسف! مجھے ایک مشکل مسئلہ درپیش ہے۔ آپ نے اس کا مسئلہ حل کیا اور فرمایا اے فرزند تجھے جو مسئلہ ہو شہر آ کر مجھ سے پوچھ لیا کرو مجھے یوں تکلیف نہ دیا کرو۔ اس نوجوان نے شیخ کی طرف دیکھا اور کہا کہ مجھے کوئی مشکل پیش آئے گی تو ہر پتھر میرے لیے آپ جیسا یوسف بن جائے گا۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں میں نے اس سے جان لیا کہ مرید اپنی سچائی سے شیخ کو اپنی جانب متوجہ کر سکتا ہے۔ (نجات الانس ص 407)

کرامات :- خواجہ محمد یوسف ہمدانی علیہ الرحمہ صاحب کرامات بزرگ تھے جن سے متعدد کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوئیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں.....

☆..... مقول ہے کہ ایک مرتبہ فرنگیوں نے ہمدان کی ایک عورت کے لڑکے کو قید کر لیا وہ عورت گریہ و زاری کرتی حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اپنا حال کہہ سنایا۔ حضرت نے اس کو صبر کرنے کی نصیحت کی۔ اس نے کہا میں صبر نہیں کر سکتی۔ آپ نے اس وقت ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ۔ یا اللہ اس کو قید سے چھڑا دے اور جلد رہائی عطا فرما۔ پھر فرمایا ”جا تو لڑکے کو اپنے گھر میں پائے گی“

عورت جب گھر لوٹی تو لڑکے کو موجود پایا۔ تعجب ہو کر لڑکے سے کیفیت دریافت کی

تو لڑکے نے کہا میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا اور بیڑیاں میرے قدموں میں تھیں نگہبان میرے ارد گرد تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہ دیکھا تھا پھر پلک جھپکتے ہی وہ مجھ کو یہاں لیا آیا۔ عورت حضرت کے پاس آئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہے۔ (بہار الاسرار عربی ص 147 اردو ص 345)

☆..... مروی ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے کہ دو فقیر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا خاموش ہو جاؤ تم بدعتی ہو۔ آپ نے فرمایا تم خاموش ہو جاؤ اور زندہ نہ رہو۔ اتنا کہا تھا کہ وہ فوراً مر کر گر پڑے۔ (ایضاً)

☆..... ایک مرتبہ آپ جامعہ نظامیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے کہ ابن السقاء جو مشہور فقیہ تھا، اٹھا اور آپ سے ایک سوال پوچھا آپ نے فرمایا بیٹھ جا، میں تیرے کلام سے کفر کی بو پاتا ہوں۔ تیری موت اسلام پر معلوم نہیں ہوتی۔ اس واقعہ کے عرصہ بعد ایک نصرانی روم کے بادشاہ کی طرف سے ایلچی بن کر خلیفہ کے پاس آیا۔ ابن السقاء نے اس کا مصاحب بننے کی درخواست جو اس نے قبول کی اور اس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور روم کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا جہاں ابن السقاء نے مذہب اسلام چھوڑ کر نصرانیت کو اپنا لیا اور اس مذہب پر واصل جہنم ہو گیا۔ (نجات الانس 408)

ابن السقاء کا واقعہ اور بھی بہت سے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ بات سچی ہے کہ اس نے نصرانیت کو اختیار کر لیا تھا۔ ابن السقاء وقت کا مشہور فقیہ اور حافظ قرآن تھا مگر اولیاء کی گستاخی کی بڑی عظیم سزا پائی۔ آج بھی کچھ لوگوں میں ابن السقاء کے جراثیم پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

کہتے ہیں کہ بوقت موت ابن السقاء سے پوچھا گیا کہ تجھے قرآن کی کوئی آیت یاد ہے؟ تو اس نے کہا نہیں صرف یہ آیت یاد ہے۔ ”ربما یود الذین کفروا لو کانوا

مسلمین “یعنی بہت سے کافر لوگ (کافروں سے دوستی کرنے والے) قیامت کے دن کہیں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (فلائد الجواہر اردو ص 249)

وفات :- خواجہ محمد یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہرات سے مرو جاتے ہوئے راستے میں 535 ہجری میں ہوئی۔ پہلے آپ کو وہیں دفن کیا گیا جہاں آپ نے وصال فرمایا تھا بعد ازاں مرو کے لوگ آپ کے جسد مبارک کو مرو لے گئے۔ اب آپ کا مزار پرانوار مرو میں ہے۔ جس کی عام طور پر لوگ زیارت کرتے اور فیض لوٹتے ہیں۔ (نجات الانس ص 407)

حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی المالکی نسبا لکھمی مذہباً رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان کے والد کا نام ”عبد الجلیل“ تھا جو ولایت روم میں رہتے تھے۔

حوادب زمانہ کی وجہ سے بخارا چلے آئے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے مصاحب تھے انہوں نے ان کو، خواجہ عبدالحق غجدوانی کی بشارت بھی دی تھی۔ یونہی ہوا کہ حضرت خواجہ کی ولادت ”غجدوان“ میں ہوئی اور وہیں ان کو دفن کیا گیا۔ غجدوان بخارا سے چھ فرسنگ دور ایک قصبہ ہے۔

از غلام المرید ص 52 پر ہے کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی حضرت خضر علیہ السلام

نے ان کا نام عبدالحق رکھا تھا۔ اور جب یہ پیدا ہوئے اور سن بلوغت کو پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ہی ان کو ذکر خفی اور نفی اثبات کا طریقہ جو اس سلسلہ (نقشبندیہ) کے اکابرین میں معروف تھا، تعلیم دیا۔

آپ طریقت میں حجت اور اکابرین میں مقبول ہوئے۔ آپ سے پہلے یہ طریقہ ”طیفوریہ“ کے نام سے معروف تھا آپ کے بعد اس سلسلہ پر ”خواجگان“ کا لقب غالب آ گیا اور یہ سلسلہ

حضرت خواجہ شاہ نقشبند تک اسی نام و لقب سے معروف رہا۔ مولانا جامی نے ”فحاشات“ میں اسی طرح تحریر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے ”پیر سبق“ اور حضرت خواجہ یوسف ان کے پیر صحبت و خرقہ ہیں۔

کرامات: ان کی کرامات میں سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ فرض نماز حرم شریف میں ادا کیا کرتے تھے۔

معاملات ہمدانیہ، مناقب خواجہ یوسف ہمدانی اور ”رسالة الوصية في آداب الطريقة“ ان کی تالیفات میں سے ہیں۔

وفات: صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات 12 ربیع الاول 575ھ میں ہوئی۔  
جولگ 617 کہتے ہیں، غلط ہے۔

فائدہ: عجد وان کو بعض لوگ دال کے فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں اور کچھ ضمہ کے ساتھ۔ لیکن ”خیر الکلام فی التفسیر من اغلاط العوام“ میں فتح کے ساتھ پڑھنے کو ترجیح دی ہے اور ضمہ کے ساتھ ”عجد وان“ پڑھنے کو غلط کہا ہے۔ البتہ غین پر ضمہ پڑھا جاتا ہے۔ ”عجد وان“  
واللہ اعلم بحقائق التحقیق والتدقیق۔



## حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہ

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت ”ریوگر“ میں ہوئی جو بخارا سے چھ 6 فرسنگ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ حضرت عبدالحق مجددانی علیہ الرحمہ کے چار خلفاء تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔

1۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری

2۔ حضرت خواجہ اولیاء کبیر

3۔ حضرت خواجہ احمد صدیق

4۔ خواجہ سلیمان کر سنی قدس سرہم

صاحب نجات نے ”خواجہ سلیمان کر سنی“ کا ذکر نہیں کیا اور حضرت خواجہ عبدالحق کے صرف تین خلفاء کو شمار کیا ہے۔ آپ ان میں سے اعظم خلیفہ تھے جو کارخانہ عرفان کے بادشاہ ہیں۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کا سلسلہ ان خلفاء میں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ تاحیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور باطنی فیوض و کمالات حاصل کئے۔ علم و حلم، زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت اور اتباع سنت نبوی میں اعلیٰ شان رکھتے تھے۔

وفات: آپ کی تاریخ وفات ارغام المرید ص 53 پر تبیان الوسائل المتعلق فی بیان سلاسل الطرائق کے حوالہ سے 649ء تحریر ہے۔ جبکہ بعض دوسری کتب 616ء ماوشوال درج ہے۔

# جملہ حقوق بحق مترجم و مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب..... **تذکرہ مشائخ سیفیہ**

تالیف..... مولانا محمد عرفان طریقتی القادری

حسب الارشاد..... ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی

اشاعت بار اول..... ستمبر 2010ء شوال 1413ھ بموقع عرس مولانا ہاشم سمنگانی

ٹائٹل ڈیزائنر..... رانا محمد عمران

کمپوزنگ..... محمد شہزاد

ناشر..... بہار اسلام پبلی کیشنز 1910/D-1 گجر پورہ سکیم لاہور

پرنٹرز..... نفیس دارالکتابت شیخ ہندی سٹریٹ داتا دربار

تعداد..... 2000

قیمت..... روپے

مکتبہ سیفیہ مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

اصغر علی سیفی کیپ ہاؤس مرکزی آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف

دارالعلوم جیلانیہ رضویہ نادرا آباد بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

آستانہ عالیہ سیفیہ بابا فرید کالونی چونگی امرسدھولا ہور

دارالعلوم جامعہ سیفیہ رحمانیہ للبنات بادشاہی روڈ ادھوال کلاں گجرات

مکتبہ سیفیہ مدنی سیفی پلازہ رحمن شہید روڈ گجرات

نیو انٹرپرائز کارپوریشن گنج بخش روڈ لاہور 0423-7355359



انجمن بہار اسلام و دارالعلوم جامعہ سیفیہ (رجسٹرڈ) 1910/D-1 بلاک گجر پورہ سکیم شہزاد روڈ لاہور

0333-0312-0322-4229760-0322-0313-4642506-0423-6844786



# محفل ذکر ختم خواجگان

ہر اتوار بعد نماز فجر

# محفل درود شریف

ہر جمعرات بعد نماز عشاء

آستانہ عالیہ عباسیہ مجددیہ سیفیہ

D/1 بلاک گجر پورہ سکیم لاہور

marfat.com

Marfat.com



# محفل انس

مرکزی آستانہ عالیہ  
نقشبندیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

## محضر عید حیدری

زیر صدارت،  
پیر طریقت  
ربیع ثانی ۱۴۴۱ھ  
مساجد اولاد و اللہ شان  
حضرت علامہ  
مولانا

آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف  
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

اجتماعی محفل ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے بعد نماز مغرب  
تارات گے سنگ

ہفتہ وار محفل ذکر ہر جمعرات بعد نماز عشاء

ختم خواجگان روزانہ بعد نماز عصر



ماہنامہ بہار اسلام  
کا تازہ شمارہ اور  
بہار اسلام کی دیگر  
مطبوعات  
بھی دستیاب ہیں

ہمارے ہاں ہر قسم کی اسلامی کتب  
اور رسائل و ٹوپی، عمامے، مسواک  
، عطریات وغیرہ دستیاب ہیں

صاحبزادہ نجیب اللہ سیفی

0321-0300-4810356



مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

marfat.com

Marfat.com

# مہفلہ فنکار

آستانہ عالیہ عابدیہ سیفیہ ہر ہفتہ مغرب تا عشاء

اجتماعی محفل ہر انگریزی ماہ کے دوسرے ہفتے  
بعد نماز مغرب

دارالعلوم

جامعہ جیلانیہ رضویہ

درس نظامی  
نئے سال  
کی کلاسز  
کا آغاز

داخلاً جاری دینی و عصری علوم کا مرکز

نادر آباد نمبر 1 بیدیاں روڈ لاہور کینٹ

0323-0300-4264924

0423-5721609

marfat.com

Marfat.com

انجمن بہار اسلام کے زیر اہتمام

# بہار اسلام ویئر سوسائٹی

دریاں  
پلیٹیں  
جگ  
گلاس  
ٹب  
کفن

اور دیگر ٹینٹ کا سامان مفت حاصل کریں  
غریبوں کی ہر خوشی و غمی میں بہار اسلام آپ کے ساتھ

سرپرست اعلیٰ  
انجمن بہار اسلام  
0322-4229760

منجانب  
ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی

سید زاہد علی

محمد شہباز باغ علی  
0321-9424020

ڈاکٹر اعجاز احمد سیفی  
0300-4625526

چوہدری محمد ندیم  
(چیئرمین)  
0322-4477442

marfat.com

Marfat.com

(تاریخ اولیاء فارسی ص 74)



### حضرت خواجہ محمود انجیر فتویٰ قدس سرہ

ولادت: آپ کی ولادت ”انجیر فتی“ میں ہوئی۔ یہ بخارا کے علاقوں میں سے وابلکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ وابلکنہ ایک قصبہ ہے جو چند دیہات اور مزرعہ کھیتوں پر مشتمل، شہر سے تیس کوس پر واقع ہے۔ آپ تادم اخیر یہیں تشریف فرما رہے اور لوگوں کی تربیت و ہدایت میں معروف رہے۔ (حضرات القدس اردو ص 139)

نسبت باطنی: طریقہ نقشبندیہ میں آپ کا انتساب ”حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری“ سے ہے۔ آپ، خواجہ ریوگری کے اعظم و اکمل اصحاب میں سے تھے۔ جب خواجہ ریوگری کا وقت وصال قریب آیا تو انہوں نے آپ کو اپنا خلیفہ و نائب مقرر کیا اور لوگوں کی رشد و ہدایت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص 147)

ذکر جہر: آپ نے اقتضائے زمانہ اور وقت کی مصلحتوں کے پیش نظر طلاب کو ذکر جہر کی اجازت دی۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ذکر جہر شروع کیا۔ حضرت خواجہ عبدالخالق اور خواجہ عارف ریوگری نے ذکر بالجہر نہیں کیا۔ خواجہ اولیاء کبیر نے خواجہ محمود انجیر فتویٰ پے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے پیر کے طریقے کے خلاف ذکر

بالجہر کیوں شروع کیا؟۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ”مجھ کو حضرت پیر نے اخیر وقت میں یہ فرمایا تھا کہ تم ذکر جہر کیا کرو“۔ (حضرات القدس ص 139)

حضرت خواجہ محمود علیہ الرحمہ کا یہ کہنا کہ مجھے پیر صاحب نے اخیر وقت میں حکم دیا کہ تم ذکر جہر کرو، اس کی توجیہ میں ”علامہ محمد حسن نقشبندی مجددی قدس سرہ“ رقم طراز ہیں.....  
 راقم الحروف (محمد حسن نقشبندی) کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ آخر نفس میں حضرت خواجہ عارف کا ذکر جہر فرمانا ایسا تھا جیسا دمِ اخیر مریض کے پاس باواز بلند ذکر، کلمہ یاد دلانے کے واسطے کہا کرتے ہیں۔ اس سے خواجہ محمود اجازت ذکر جہر سمجھے۔

(مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص 147)

ذکر بالجہر کی اجازت کس کیلئے؟: منقول ہے کہ مولانا حافظ الدین بخاری علیہ الرحمہ جو کہ علماء کبار اور خواجہ محمد پارسا کے اجداد میں سے تھے، نے رئیس العلماء علامہ شمس الائمہ حلوانی اور دیگر کثیر علماء کی موجودگی میں حضرت خواجہ محمود سے پوچھا کہ آپ ذکر بالجہر کس نیت سے کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا.....

”اس لئے تاکہ سویا ہوا بیدار ہو جائے، غافل آگاہ ہو جائے، اور استقامت شریعت کے ساتھ اس راہ پر آئے۔ اور حقیقتاً توبہ کی طرف راغب ہو“

یہ سن کر مولانا نے فرمایا، آپ کی نیت درست ہے۔ آپ کیلئے یہ مشغل مباح ہے لیکن اس کی کوئی حد مقرر فرمائیے جس سے حقیقت و مجاز آشنا اور بیگانہ و یگانہ ممتاز ہو جائے۔

خواجہ محمود علیہ الرحمہ نے فرمایا..... یہ ذکر بالجہر اس شخص کو مسلم ہے جس کی زبان دروغ (جھوٹ) و غیبت سے پاک ہو، اس کا حلق حرام و شبہ کے لقمے سے صاف ہو، اس کا دل ریا سے پاکیزہ ہو، اور اس کا سر (سوچ و فکر) توجہ ماسوا سے خالی ہو۔ (ایضاً ص 148)



قابل اقتداء کون؟: خواجہ علی رامتینی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت  
 خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور پوچھا کہ اس زمانے کے مشائخ میں ایسا کون بزرگ ہے جو  
 استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو، تاکہ دستِ ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اس کی پیروی  
 کروں۔ حضرت خضر نے فرمایا ”ان صفات کے بزرگ حضرت خواجہ محمود انجیر فغوی ہیں۔“  
 خواجہ علی رامتینی کے بعض اصحاب نے فرمایا کہ وہ درویش خود حضرت رامتینی تھے، مگر اس وجہ  
 سے اپنا نام نہ بتایا کہ یہ ظاہر نہ ہو کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

(رشحات عین الحیات ص 34)

کرامات: آپ سے متعدد کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوئیں۔ افادہ عام کیلئے ایک  
 کرامت زینتِ قرطاس کی جاتی ہے.....

ایک روز خواجہ علی رامتینی اپنے اصحاب کے ساتھ قریہ رامتین میں ذکر میں مشغول  
 تھے کہ اتنے میں ایک بڑا سفید رنگ کا مرغ اڑتا ہوا ان کے سر پر سے گزرا۔ جونہی وہ مرغ  
 آپ کے سر پر سے گزرا تو فصیح زبان میں بولا ”اے علی! مردانہ رہ“ تمام ساتھی اس مرغ کو  
 دیکھتے ہی اور سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو خواجہ علی سے پوچھا کہ ہم نے اس  
 وقت جو دیکھا اور سنا اس کی حقیقت کیا ہے؟۔ آپ نے فرمایا.....

خواجہ محمود علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ آپ ہمیشہ اس مقام  
 میں جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ہزاروں کلمات فرمائے، پرواز کرتے ہیں  
 ۔ آپ اس وقت خواجہ دہقان قلاتی (جو خواجہ اولیائے کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں) کے سرہانے  
 تشریف لے گئے تھے۔ کیونکہ ان کا وقت آخر قریب آ گیا تھا اور انہوں نے دعا کی تھی کہ اے  
 اللہ میرے آخر وقت میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج تا کہ اس وقت مجھے مدد پہنچے۔ اس

لئے خواجہ محمود کو حکم ہوا تھا کہ خواجہ دہقان کے پاس تشریف لے جائیں اور آخر وقت میں اس کی  
مدد کریں۔ (حضرات القدس اردو ص 140)

وفات حسرت آیات: آپ کی وفات 715ھ میں ہوئی۔ اور آپ کا مزار پر انوار بخارا  
میں مرجع خاص و عام ہے۔ (سفینۃ الاولیاء اردو ص 110)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

حضرت خواجہ علی النساج رامیتنی المعروف حضرت عزیزاں قدس اللہ سرہ

آپ حضرت خواجہ محمود انجیر فتویٰ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب،  
”حضرت عزیزان“ ہے اور آپ کو ”شیخ علی نساج“ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کپڑا بننے کا کام  
کرتے تھے۔

آپ حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے اعلیٰ و اکمل مقامات تک پہنچے۔ ارغام المرید  
ص 54 پر ”تبیان الوسائل“ کے حوالے سے نقل کیا گیا کہ آپ حضرت مولانا جلال الدین  
رومی علیہ الرحمہ کی صحبت فیض کے بھی مستفید ہوئے۔ اسی لئے مولانا جامی علیہ الرحمہ نے  
نجات الانس میں حضرت عزیزاں کے ترجمہ میں تحریر کیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ  
الرحمہ نے اپنی غزلیات میں ایک شعر لکھا ہے جس کے بارے میں اکابرین سے سنا ہے کہ اس  
میں ”حضرت خواجہ علی“ کی طرف اشارہ ہے۔

کرنہ علم حال فوق قال بودی کی شدی

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

بعض معربین نے اس شعر کو عربی قالب میں ڈھال کر یوں کہا۔

marfat.com

Marfat.com

لو لحال لم یکن فصل علی قال لما

کان اعیان بخارا عبد نساج علی

ولادت: آپ کی ولادت راتین میں ہوئی جو کہ بخارا سے دو فرسنگ دور ایک قصبہ ہے۔ جبکہ آپ کی تدفین، خوارزم میں ہوئی۔

تاریخ وفات: صاحب ارغام المرید وغیرہ نے آپ کی تاریخ وفات 28 ذوالقعدہ متعین کی ہے۔ رشحات میں اس تاریخ کے ساتھ 715ھ بھی مرقوم ہے۔ بروز پیر 130 ایک سو تیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کے کثیر خلفا نے طریقہ عالیہ کو ترجیح دینے میں سعی کی جن میں سے اعظم واکمل حضرت خواجہ محمد بابا ساسی تھے۔

### ☆ حضرت خواجہ محمد بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ ☆

آپ حضرت عزیزان کے خلیفہ تھے۔ آپ نے خواجہ بہاؤ الدین کو فرزندگی میں قبول کیا۔

آپ جب بھی ”قصر ہندوان“ سے گزرتے تو فرماتے، مجھے اس خاک سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ اور عنقریب یہ ”قصر عارقال“ بن جائے گا۔ ایک دن آپ حضرت امیر کلال جو کہ آپ کے خلفاء میں سے تھے کے گھر میں موجود تھے کہ قصر ہندوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے لگتا ہے اس مرد کی ولادت ہو گئی ہے۔ تب حضرت بہاؤ الدین کی ولادت کو تین روز گزر چکے تھے۔

ان (خواجہ بہاؤ الدین) کے جدا مجد ان کو لے کر حضرت بابا کی خدمت میں لائے تو آپ نے فرمایا یہ میرا فرزند ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ پھر اپنے مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہی وہ مرد ہے جس کی ہمیں خوشبو آیا کرتی تھی۔ یہ زمانے کا پیشوا ہو گا۔ اور سید

امیر کلال سے فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت و شفقت میں کوئی دروغ نہ کرنا۔ اگر کوئی کمی رہی تو میں تمہیں معاف نہ کروں گا۔ حضرت امیر نے عرض کیا اگر میں آپ کی وصیت میں کوئی کمی کروں تو مرد نہیں ہوں۔ (کذافی اللغات)۔

رشحات میں ہے کہ خواجہ محمد بابا کا ایک باغ قریہ سماں میں ہوا کرتا تھا آپ کبھی کبھی وہاں شاخوں کو کاٹنے کیلئے جایا کرتے تھے۔ تو غلبہ حال کی وجہ سے اندازہ سے زیادہ کاٹ دیتے۔ آپ پر بے خودی طاری ہو جاتی جو کہ ایک مدت تک باقی رہتی۔ خواجہ محمد بابا سماں کے چار خلفا ہوئے۔ تمام فاضل و کامل تھے جو ان کے بعد دعوت صادقانہ اور ارشاد طالبان میں مشغول ہوئے۔

”بیتاس“ سین کے نیچے کسرہ اور میم کی تشدید کے ساتھ، راتین کے قصبوں میں سے ایک قصبہ ہے۔ جو بخارا سے تین فرسخ شرعی دور ہے۔ آپ کی ولادت و تدفین یہیں ہوئی۔ جو لوگ سماں کو سین کے فتح کے ساتھ (سماں) پڑھتے ہیں غلطی پر ہیں۔ میم (م) کو تخفیف کی ساتھ پڑھنے کو ارغام المرید ص 55 پر ضرورتاً جائز قرار دیا ہے۔ آپ کی تاریخ وصال 10 جمادی الثانی 755 ہجری ہے۔

### حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماں کے خلفاء میں سے افضل و اکمل ہوئے ہیں۔ آپ کو ”سید“ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ خواجہ محمد بابا کا مرید ہونے کے بعد بیس 20 سال تک ان کی خدمت میں رہے اور اس مدت میں کبھی بھی معرکہ اور بازار میں نہیں گئے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین شاہ قشہند کو تعلیم آداب طریقت اور تلقین ذکر میں آپ سے نسبت ہے۔

ایک دن حضرت سید امیر کی خدمت میں مجمع عظیم موجود تھا تو آپ نے حضرت خواجہ کو بلایا اور فرمایا، بہاؤ الدین! تمہارے حق میں خواجہ محمد بابا کی وصیت میں نے پوری کر دی ہے۔ انہوں مجھے فرمایا تھا کہ جس طرح تمہاری تربیت میں نے کوئی کمی نہیں کی تم بھی میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت کرنا اور کوئی دریغ نہ کرنا لہذا میں نے ویسا کر دیا اور پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا.....

تمہارے لئے میں نے اپنے پستان کو خشک کر لیا ہے۔ اب تمہارا مرغ روحانیت بشریت کے انڈے سے باہر آ گیا لیکن تمہارا مرغ ہمت بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ جہاں سے خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے ترک و تاجیک سے حاصل کرو اور اپنی ہمت کے مطابق حاصل کرنے میں تقصیر نہ کرنا۔ (نمحات)

کسب معاش: آپ کا ذریعہ معاش کلال گری (کوزہ بنانا) تھا۔ اس لئے آپ کو سید امیر کلال کہتے ہیں۔

وفات و مدفن: آپ کا مولد و مدفن قریہ سوخار ہے۔ جو کہ بخارا سے دو فرسنگ کی مسافت پر ہے۔ آپ کی وفات ۷ جمادی الاول جمعرات کی صبح کو ہوئی۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین محمد بن محمد البخاری شاہ نقشبند قدس سرہ

آپ کا اصل نام ”محمد بن محمد البخاری“ ہے۔ بہاؤ الدین اور نقشبند کی وجہ تسمیہ میں بہت سے اقوال ہیں۔

۱۔ آپ کے خاندان کے لوگ کنو اب بنانے کا کام کرتے تھے اس لیے نقشبند کہا جاتا ہے۔

۲۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت سید امیر کلال کوزہ گری کا کام کرتے تھے

جب آپ کوئی برتن آلاؤ میں ڈالتے تو اس پر اسم ”اللہ“ نقش ہو جاتا۔

۳۔ بعض لوگوں کا کہنا کہ خواجہ محمود انجیر فنحوی کے زمانہ سے لیکر حضرت سید امیر کلال تک ذکر جہر یہ خاندان خواجگان کا معمول رہا۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نے ذکر خفی اختیار کیا جس سے زبان ساکت ہو جاتی ہے۔ اور اس کا مدار قلب، روح، سر، خفی اور اٹھنی وغیرہ ہیں اس کی ابتدا، لطیفہ قلب سے ہوتی ہے۔ اور ذکر ماسوئی حد نسیان کو پہنچ جاتا ہے جس کے بعد ذکر خفی سا لک کے دل میں ہمیشہ کیلئے قرار پا جاتا اور اس میں نقش ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ان کو نقشبند کہتے ہیں۔ اکابرین نقشبندیہ میں سے بعض نے کہا ہے.....

ای برادر در طریق نقشبند

ذکر حق را در دل خود نقش بند

ترجمہ: اے بھائی طریقہ نقشبندیہ میں ذکر خدا کو اپنے دل میں نقش کر۔

ایک مغالطہ: کچھ لوگوں نے نقشبند کو گاؤں کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ حضرت خواجہ کی پیدائش وہاں ہوئی جس طرح کہ چشتیہ قریہ چشت عرات کی طرف منسوب ہے۔ یہ قول نہایت ضعیف بلکہ بے اصل اور کسی کا خود ساختہ ہے۔ کیونکہ آپ کی ولادت و تدفین قصر عارفاں میں ہوئی جسے پہلے ”هندواں“ کہتے تھے پھر حضرت خواجہ کی شہرت کمالات کی وجہ سے اس کا نام بدل کر قصر عارفاں ہو گیا۔ آپ کی ولادت محرم 718ھ میں اس بستی (قصر عارفاں) میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حسینی سادات سے منسوب ہے۔ چنانچہ علامہ کمال الدین حریری نے تہیان الوسائل میں روضۃ السلام سے نقل کیا ہے۔ اور صاحب ارغام المرید نے ص 57 پر آپ کے سلسلہ نسب کو حضرت علی بن ابی طالب تک نقل کیا ہے (وہاں ملاحظہ کیجئے)۔

ظاہر آ آپ حضرت سید امیر کلال سے بیعت تھے لیکن حقیقتاً آپ ایسی ہیں اور حضرت خواجہ

عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہیں۔

اس کے بعد سید امیر کلال خواجہ محمد بابا ساسی کا کہا بجالائے (جو کہ ان کے ترجمہ میں بھی گزرا ہے) اور فرمایا (اے بہاؤ الدین) میں نے پستان کو تمہارے لئے خشک کر دیا اور تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے اٹھنے سے باہر آ گیا لیکن تمہاری ہمت کا پرندہ بلند پرواز ہے۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ جس جگہ سے بھی تمہیں اس کی خوشبو پہنچے اس کی صحبت میں بیٹھو اور اس کو حاصل کرنے میں تقصیر نہ کرو۔

یہی وجہ تھی کہ اس کے بعد حضرت خواجہ نے سات (7) سال تک مولانا عارف کی صحبت اختیار کی جو سید امیر کلال کے مرید و خلیفہ تھے۔

(نوٹ: ”مولانا محمد عارف دیگ گرانی قدس سرہ“ حضرت سید امیر کلال کے دوسرے خلیفہ ہیں۔ آپ کا مولد و مدفن قریہ ”دیگ گرانی“ ہے جو قصبہ ہزارہ سے کنارہ کوہک پر واقع ہے۔ مرآة الاسرار میں مولانا عارف دیگ گرانی کو حضرت خواجہ عارف ریوگری کے نام سے متعارف کروایا گیا ہے۔ حالانکہ خواجہ عارف ریوگری شاہ نقشبند سے ساہا سال قبل ہو گزرے۔ ممکن ہے یہ مرآة الاسرار کے مترجم کا تسامح ہو۔ (محمد عرفان طریقتی))

اس کے بعد ترک کے مشائخ میں سے دو افراد کی صحبت میں بھی رہے۔ جنہیں شیخ قہم اور شیخ ظلیل اتا کہتے ہیں۔ علامہ زبیدی شارح احیاء العلوم و قاموس اور علامہ کمال الدین حریری مؤلف تبیان الوسائل کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ شاہ نقشبند نے طریقہ کبرویہ میں حضرت سلطان الدین شہید سے بھی کسب کیا۔

رشحات اور فحاشات الانس میں آپ کے چند اقوال مذکور ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہے۔  
☆..... آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے یا اکتسابی؟ فرمایا ”جذبہ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین“ یعنی اللہ کے جذبوں میں سے ایک جذبہ جن



وانس کے عمل کے برابر ہے۔ میں اس سعادت سے مشرف ہوا ہوں۔

☆..... پھر لوگوں نے پوچھا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور خلوت و کمال ہے یا نہیں؟ فرمایا نہیں۔

☆..... پوچھا کہ آپ کے طریقہ کی بنا کس پر ہے؟ فرمایا انجمن میں خلوت، بظاہر مخلوق سے تعلق اور باطن حق تعالیٰ کے ساتھ۔

ازدروں شوآشناوز بروں بیگانہ وش

این جنیں زیاروش کم می بود اندر جہاں

اور آیت کریمہ ”لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ“ (ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی) سے بھی اس مقام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (نجات الانس اردو ص 416)

فائدہ: اس زمانے میں کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں تو کیفیات طاری نہیں ہوتیں اور اس میں ذکر خفی یا جہری سے ربط نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند کے زمانہ فرخندہ کی ایک حکایت جسے مقامات نقشبند میں حضرت صالح بن مبارک البخاری نے نقل کیا ہے اس جگہ فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ.....

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار عطر اللہ روحہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک دن حضرت خواجہ ابو یوسف نے حضرت خواجہ نقشبند سے التماس کی کہ اپنے قدم سے فقیر کے باغ کو مشرف فرمائیے جو سفید موں میں واقع ہے۔ خواجہ نے اس کی التماس کو شرف قبولیت بخشا اور اپنے درویشوں کے ہمراہ ان کے باغ میں سفید موں کی طرف چل دیے۔

دو روز وہاں قیام فرمایا۔ تیسرے روز درویشوں کو صحبت خواجہ میں خوان خوش و خرم میسر آئے۔

ظہر کی نماز ہوئی تمام لوگ نماز میں مشغول ہوئے۔ مولانا ابو بکر کو امامت کا حکم فرمایا۔ تکبیر تحریر کے بعد کچھ وقت گزرا مولانا سے کوئی حرکت صادر نہ ہوئی۔ خواجہ بزرگ نے فرمایا اس کو ممبر سے باہر لاؤ اور خود نماز کیلئے مشغول ہوئے۔ حضرت خواجہ نماز میں کھڑے ہوئے تو ایک بیت سی اس قوم کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور ہر کسی کے دل میں ایک کیفیت نے تصرف کیا کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ نماز پڑھ رہے ہیں یا ابو یوسف کے باغ میں ہیں۔ تقریباً ستر افراد وہاں موجود تھے اور ہر کسی پر ایک حالت طاری تھی بعض رو رہے تھے اور بعض جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ مولانا ابو بکر نے اپنا امامہ و زراعہ اتار پھینکا اور ادھر ادھر بھاگنے لگے اور کہنے لگے۔ میرا دل مجھ سے زنجیدہ ہے اور میرے سر میں خاک و خاشاک پڑے۔

وفات: صحیح قول کے مطابق آپ کی وفات تین ربیع الاول بروز پیر 791 ہجری میں 73 سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ رشحات اور ارعام المرید میں مذکور ہے۔

”قصر عارفاں“ سے آپ کی تاریخ وصال حاصل ہوتی ہے۔ آپ کا مدفن بھی قصر عارفاں میں ہے جو کہ بخارا سے ایک فرسنگ کی مسافت پر ایک قریہ کا نام ہے۔ آپ کی تاریخ وفات میں یہ شعر کہا گیا ہے۔

رفت شاہ نقشبند آں خواجہ دنیا، دین  
آنکہ بودی شاہ راہ دین و دولت طتمس  
مسکن و ماوای او چوں بود قصر عارفاں  
قصر عارفاں ز اں سبب آمد حساب رحلتش

۷۹۱

حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ابو سعید ابوالخیر سے پوچھا گیا کہ آپ کے جنازہ میں کونسی آیت پڑھیں آپ نے فرمایا آیتیں پڑھنا تو بزرگوں کا کام ہے۔ یہ شعر پڑھ دینا.....

چست ازیں خوبتر در ہمہ آفاق کار

دوست رسد نزد دوست یار نزدیک یار

ترجمہ: اس جہاں میں اس سے خوب تر کیا کام ہو سکتا ہے کہ دوست، دوست کے پاس پہنچے گا اور یار، یار کے نزدیک۔ پھر حضرت خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ میرے جنازہ میں یہ شعر پڑھ دینا.....

مفلسا نیم آمدہ در کوی تو

ہینا اللہ از جمال روی تو

### حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار عطر اللہ روحہ

آپ کا اصل نام محمد بن محمد البخاری ہے۔ شاہ نقشبند کے اعظم و اقدم خلفاء میں سے تھے۔ آپ کے نائب مطلق اور داماد تھے۔ آپ کے علوم مرتبہ کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ نقشبند کی وفات کے بعد آپ کے تمام اصحاب حتیٰ کہ خواجہ محمد پارسا نے بھی خواجہ عطار کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت خواجہ نقشبند اپنے دور حیات میں بہت سے طالبان کو ان کے سپرد کر دیتے۔ اور فرماتے کہ علاؤ الدین نے میرے بوجھ کو کافی ہلکا کر دیا ہے۔

آپ نسبا سید ہیں اور اصلاً خوارزم سے تعلق رکھتے تھے۔ جب آپ کے والد نے وفات پائی تو آپ نے ان کے ترکہ سے کوئی چیز نہ لی اور طلب علم میں مشغول ہو گئے۔ آپ مدارس بخارا میں سے ایک میں طالب علم رہے اور آپ کے حجرہ میں ایک پرانے ٹاٹ تکیہ کیلئے دو چکی اینٹوں اور وضو کیلئے ایک ٹوٹے ہوئے کوزہ کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی۔

آپ نے حضرت شاہ نقشبند کی صحبت با کرامت سے مقامات ارجمند سے مشرف ہونے کے بعد ایک عالم کو حماقت کی بستی سے صحرائے عشق و محبت کی طرف پھیر دیا۔

آپ حضرت خواجہ نقشبند کی وفات کے بعد چغانیاں میں مقیم ہو گئے اور زندگی کے باقی ایام وہیں بسر کئے۔ مولانا جامی نے نجات میں مولانا کاشفی نے، رشحات میں، صاحب ارغام المرید نے ص 52 پر اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے تعلیمات فوائد بیہ میں نقل کیا ہے۔ کہ علامہ میر سید سند (شریف جرجانی) نے اپنے تبحر علمی کے باوجود اس طرح اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جب تک میں شیخ زین الدین علی کی صحبت سے مشرف نہیں ہوا میں نے رفض سے خلاصی نہیں پائی۔ اور جب تک میں خواجہ علاؤ الدین کی صحبت سے بہرہ ور نہیں ہوا خدا کو نہیں پہچانا۔

علامہ عبد الغنی نابلسی لکھنوی مؤلف حدیقۃ الندیہ، بھی حضرت خواجہ کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہیں جس کا اعتراف انہوں نے اپنی کتاب مدخلۃ الکبریٰ میں کیا ہے اس کی مثل ارغام المرید ص 62 پر موجود ہے۔

وفات: آپ کی وفات 20 رجب 802 بدھ کی رات سوتے ہوئے ہوئی۔ رشحات عین

الحیات اور ارغام المرید ص 62 پر اسی طرح مذکور ہے جبکہ عمدۃ المقامات ص 72 پر 12 رجب

802 ہجری تحریر ہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلف رشید خواجہ حسن عطار، مولانا حسام

الدین پارسائی بلخی، مولانا نظام الدین خاموش علیہم الرحمہ آپ کے کبار خلفاء میں سے ہوئے

۔ مولانا یعقوب چرخی نے بھی آپ کی صحبت سے درجہ کمال و تکمیل تک رسائی حاصل کی۔

مدفن: عمدۃ المقامات ص 82 پر آپ کا مدفن چغانیاں گاؤں لکھا ہے جبکہ مولانا جامی نے نجات

میں صغانیاں گاؤں تحریر کیا ہے۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ عربی میں صغانیاں اور فارسی

میں چغانیاں لکھا جاتا ہے۔ ارغام المرید ص 62-63 پر حدائق الوردیہ فی حقائق اجلاء النقشبندیہ

کے حوالہ سے مذکور ہے کہ آپ کا مدفن چغانیاں میں جو بخارا کے قصبوں میں سے ایک قصبہ کا

نام ہے۔

## حضرت علامہ محمد یعقوب چرخنی لوگری رحمۃ اللہ علیہ

یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثمہ الچرخنی، ثمہ السرزدی المعروف مولانا یعقوب چرخنی ظاہری و باطنی علوم کے جامع اور صاحب مقامات و تصانیف عالیہ بزرگ تھے۔ آپ کی تصانیف اس وقت سے لیکر اب تک یادگار ہیں۔ ان میں سے قرآن مجید کے آخری دو پاروں کی تفسیر باضمیمہ، تفسیر تسمیہ و تعویذ و فاتحہ ہے جس کی تیسویں سے آپ 851 ہجری قمری میں فارغ ہوئے یہ تفسیر ہندو پاک کے مختلف مطابع سے طبع ہو چکی ہے اور ہر زمانہ میں نیاز مند اس کے مطالعہ سے بہرہ مند ہوئے۔

دوم رسالہ ناکیتہ: یہ مولانا جلال الدین الرومی بلخی کے دیباچہ، مشوی کی شرح پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں بادشاہ، اور کینز کی حکایت اور شیخ وقوفی اور شیخ محمد کی داستان زیادہ کی گئی ہے۔ سوم رسالہ انسیہ: یہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب اور آپ کے طریقہ عالیہ کے فضائل، بیان ذکر خفی، اور بعض دیگر ضروریات پر مشتمل ہے۔ 1312 ہجری میں مطبع مجبائی دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔

چہارم رسالہ حورائے یا جمالیہ: یہ حضرت ابوسعید ابوالخیر کی طرف منسوب رباعی کی شرح ہے جو اولیاءِ حق میں سے ہیں۔ یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ بعض کتب خانوں میں اس کا نسخہ نقلی دیکھا گیا ہے۔

پنجم شرح اسماء اللہ: فارسی زبان میں ہے۔ ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

ششم رسالیہ ابدالیہ: جو کہ 1398 میں طبع ہو چکا ہے۔ مردانِ غیب، ابدال اور قطب وغیرہ کے حالات پر مشتمل ہے۔

ہفتم رسالہ روائح: بعض تذکرہ نویسوں نے اس کو مولانا موصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ مولانا یعقوب بن حسن عرفی کشمیری کی بھی ایک کتاب اسی نام سے معروف ہے۔

مولانا موصوف کا اصل مولد و مسکن ”سرزد“ ہے جو چرخ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ جو لوگر میں واقع تھی۔ ان دنوں چرخ غزنی کا ہی ایک جزء تھا یہی وجہ ہے بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو غزنوی کچھ نے سرزدی اور کچھ نے چرخ ذکر کیا ہے۔

دیگر کچھ اقوال بھی نظر سے گزرے کہ آپ کو شیرازی، سوزی، سروری، اور، سرزدی اور شردی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن پہلا قول خود مولانا صاحب کے قول کے موافق ہے۔ جو انہوں نے رسالہ ناسیہ میں فرمایا ہے کہ ”سرزد“ چرخ کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے جو چرخ کے باغات کے شروع میں واقع ہے۔ اس فقیر کے آباؤ اجداد کا مسکن وہی ہے۔

آپ کے والد محترم بھی فقیر و بارسا اور صاحب علم و ادب شخص تھے۔ ابتداء میں موصوف نے تحصیل علوم کے دوران، قدیم شہر حرات میں سکونت اختیار کی پھر اس کے بعد عازم مصر ہوئے جو کہ ان دنوں اسلامی علوم و معارف کا مرکز تھا، اور شیخ زین الدین خوانی کے ہم درس وہم سنی ہوئے۔ مولانا صاحب الدین سیرامی کہ علماء حول میں سے تھے کے پاس تحصیل کی۔

مصر کے بعد بخارا کی طرف عزم سفر باندھا کہ ان دنوں علم و افتاء، درس و تدریس اور علوم و فنون  
و معارف کا نقارہ بخارا سے سنا جاتا تھا۔ بخارا کے علما سے فتویٰ کی اجازت حاصل کر کے چرخ  
کی طرف جانے کا قصد کیا۔

اس سے قبل کہ حضرت خواجہ نقشبند سے ملاقات ہوتی ان کے شوق و محبت کو دل میں رکھے باصد  
عجز و انکسار حضرت کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: کہ ہمیں بھی ایک گوشہ خاطر عطا ہو خواجہ نے  
فرمایا اس وقت ارادہ کر کے ہمارے پاس آئے ہو۔

عرض کیا..... میں خدمت کا آرزو مند ہوں۔

حضرت خواجہ نے پوچھا..... کس وجہ سے؟

عرض کیا..... اس لئے کہ آپ عوام میں برگزیدہ اور مقبول ہیں۔

فرمایا..... اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیے ہو سکتا ہے یہ قول شیطانی ہے۔

عرض کی..... حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دوست بناتا ہے تو لوگوں کے  
دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔

خواجہ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا ہم عزیزان ہیں اس بات کو سن کر مولانا کی حالت متغیر ہوئی  
کیونکہ مولانا نے اس سے ایک ماہ قبل خواب میں دیکھا تھا کہ خواجہ نے فرمایا عزیزان کا مرید  
ہو۔ آپ اس خواب کو بھول چکے تھے۔ اور حضرت خواجہ کے کہنے کے بعد آپ کو یاد آ گیا۔

اس کے بعد مولانا چرخ روانہ ہوئے اور حضرت خواجہ کی ٹوپی جو انہوں نے خود تیر کا عطا کی تھی  
اپنے پاس رکھی۔ وقت رخصت حضرت خواجہ نے فرمایا اس سفر میں خواجہ تاج الدین کو لگی کو  
تلاش کرنا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ میں بلخ کے راستے جا رہا تھا کہ حادثہ کی بنا پر دشت کو لگی روانہ ہو گیا اور  
مولانا تاج الدین کو لگی کی محبت سے مشرف ہوا جس کے بعد اپنے دل کو حضرت خواجہ نقشبند کی



محبت میں دو آتشہ پایا۔

کو لگی سے واپس عازم بخارا ہوئے۔ جب بخارا پہنچے تو ایک مخدوب کو پایا اس کی آپ نے بڑی عقیدت کی اور پوچھا کہ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں جاؤں مجذوب نے فرمایا جلدی جاؤ اس کے بعد مولانا نے شمار کئے بغیر چند خطوط ز میں پر کھینچے اور ”ان اللہ فرد یحب الفرد“ (اللہ طاق ہے اور طاق کو ہی پسند کرتا ہے۔) کے مطابق کہا کہ اگر گنتی میں طاق عدد آیا تو اس خیال کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ جب ان خطوط کو گنا تو وہ طاق نکلے اس کے بعد آپ نے اپنے خلوص و محبت میں اور اضافہ دیکھ کر قرآن مجید سے استخارا کیا تو یہ آیت سامنے آئی ”اولئک الذی ہدی اللہ فیہدہم اقتدہ“ پھر دن کے آخر میں فتح آباد (جو کہ مولانا کی جائے اقامت تھی) میں شیخ سیف الدین باخرزی کی قبر کی زیارت کیلئے متوجہ ہوئے کہ اچانک مولانا کے باطن میں شور و ولولہ جلوہ نما ہوا اور بیقرار ہوئے اور وہیں سے درگاہ حضرت خواجہ نقشبند کی طرف رخت سفر باندھا اور قصر عارفان، پہنچے۔ اور حضرت خواجہ کو سر راہ منتظر پایا جب مولانا میں اپنا راوہ (بیعت) ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم کسی کو خود قبول نہیں کرتے آج رات دیکھیں گے کہ تمہارے لئے کیا حکم ملتا ہے۔ مولانا نے یہ رات بہت سختی اور مشقت سے کاٹی کہ اپنی ساری زندگی میں اتنی سختی نہ دیکھی تھی۔ صبح نماز فجر کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا مبارک ہو تمہارے لئے قبولیت کا اشارہ ہوا ہے۔ اس کے بعد اپنا شجرہ طریقت حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی تک پڑھا اور پھر مولانا کو سلک مریدین میں پرولیا۔

اس کے بعد آپ عرصے تک حضرت خواجہ اور حضرت علاؤ الدین جو کہ حضرت خواجہ کے داماد اور خلیفہ مطلق تھے کی خدمت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت خواجہ نے آپ کو بخارا سے جانے کی اجازت دی اور وقت رخصت فرمایا جو کچھ تمہیں مجھ سے حاصل ہوا ہے اس کو بندگان خدا تک پہنچاؤ تاکہ تمہارے لئے سعادت کا سبب ہو۔

چنانچہ رشحاتِ مولانا کاشفی ص 78 پر، اور دیگر اس فن کی کتب میں موجود ہے کہ پھر حضرت خواجہ نے تین بار فرمایا ”میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا“ ”میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا“ اور ”میں نے تمہیں اللہ کے سپرد کیا“ نیز حضرت علاؤ الدین کی متابعت کا اشارہ بھی فرمایا۔ اور اس رات کے بعد جو مولانا پر سخت گذری تھی، حضرت خواجہ نے فرمایا تمہیں قبول کر لیا ہے لیکن تو خواجہ علاؤ الدین سے مراد و مقصود حاصل کرے گا۔

اس کے بعد مولانا، حضرت خواجہ کے فرمان کے مطابق بخارا سے ”کش“ پہنچے اور چند روز قیام کیا وہیں ان کے پاس حضرت خواجہ کی وفات کی خبر آئی جو کہ موجب غم و اندوہ ہوئی۔

امشب وداع یار زمرگم علامت است  
شام فراق نیست کایں صبح قیامت است

اس کے بعد مولانا کو فکر ہوا کہ کہیں دل عالم مادی کی طرف نہ راغب ہو جائے۔ اور طلبِ حق کی آرزو باقی نہ رہے۔ اس وقت آپ نے حضرت خواجہ کی روح کو دیکھا اور عالمِ روحانیت میں حضرت خواجہ سے پوچھا کہ میں کیا عمل کروں کہ آپ کو قیامت میں پاسکوں فرمایا۔ ”متابعت شریعت محمدی“

اس وقت جب کہ آپ ”کش“ سے بدخشاں گئے، حضرت علاؤ الدین عطار کا نامہ (خط) آپ کے نام پہنچا جس میں حضرت عطار کی متابعت کرنے کا اشارہ یاد دلایا گیا تھا۔

مولانا، شیخ عطار کی صحبت میں حاضر ہوئے اور ایک عرصے تک خدمت بجالائے۔ مولانا نے حضرت علاؤ الدین کی صحبت سے بقیہ کمالات و مقامات اور عروجات و حالات کو باتمام حاصل کیا لہذا وجہ ہے کہ بعض لوگ مولانا کی نسبت سلوک حضرت خواجہ بزرگ کی طرف کرتے ہیں اور بعض حضرت خواجہ عطار کی طرف۔ حضرت جامی نے تمحات میں مولانا کی نسبت دونوں طرف کی ہے۔

حضرت خواجہ عطار کی وفات (20 ربیع الاول 802 ہجری) کے بعد مولانا چغانیاں سے حصار شادمان کی طرف آئے اور حضرت خواجہ نقشبند کے فرمان ”جو کچھ تمہیں مجھ سے ملا اسے بندگانِ خدا تک پہنچاؤ“ کے مطابق ترویج طریقہ عالیہ میں خدمات پیش کیں اور اطراف و اکناف کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے مخلوط کیا۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ”خواجہ عبید اللہ احرار“ اُس وقت ہرات سے آپ کی صحبت کیلئے حاضر ہوئے کہ ابھی چغانیاں کو ترک نہ کیا جاتا تھا۔ اور حضرت مولانا کی صحبت سے مشرف ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کو حاصل کیا۔ بالخصوص مولانا اپنے وقت کے مجمع البحرین (علوم ظاہری و باطنی کے مجمع) اور ابوالوقتِ دوران تھے۔ مگر کبھی کبھی آپ کی طبع شعر کوئی کی طرف بھی حائل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

تا در طلب گوھر کانی کانی      تا زعدہ بوی وصل جانی جانی  
فی الجملہ حدیث مطلق از من بشنو      ہر چیز کہ در جستن آنی آنی

وفات: آپ نے 5 صفر 851 میں عمر 80 سال تین ماہ تقریباً قریہ ”علقتو“ جو کہ حصار شادمان میں واقع ہے میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

”انا للہ وانا الیہ راجعون“

مولانا کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے حضرت یوسف چرخانی آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ کی قبر دو شنبہ سے 40 کلومیٹر دور ایک مقام چرتک میں معروف و مشہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ بن محمود عرف خواجہ احرار علیہ الرحمہ

آپ کا لقب ناصر الدین، نام عبید اللہ بن محمود السمرقندی ہے۔ باپ کی طرف سے فاروقی اور ماں کی طرف سے حسینی سید ہیں۔ ماہ رمضان 806 میں باغستان جو کہ مضافات شاش میں ہے، میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی۔

بائیس سال کی عمر تک وہیں رہے اور اس کے بعد آپ کے ماموں شیخ ابراہیم ان کو اپنے ساتھ سمرقند لے گئے تاکہ علوم ظاہرہ سے بہرہ مند ہو سکیں۔ وہاں آپ نے دو سال قیام کیا اور وہاں کے اکثر مشائخ کبار کے مصاحب ہوئے۔ کیونکہ حضور و انبیاہ کی نسبت آپ کو تین سال کی عمر میں حاصل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد 24 سال کی عمر میں بلدۃ فاخرہ ہرات کی طرف عزم سفر باندھا اور عرصہ پانچ برس اس قدیم سر زمین میں سکونت رکھی۔ وہاں کے اکثر مشائخ و فضلاء کے ساتھ رہے۔ ان مشائخ میں سید قاسم تبریری، مولانا نظام الدین خاموش، خواجہ علاؤ الدین عجدوانی، شیخ سراج الدین چشتی اور شیخ زین الدین الخوانی شامل ہیں۔

اس کے بعد مولانا یعقوب چرخنی کی زیارت کا عزم کئے ہرات سے چھل کے راستے حصار پنجے۔ فرط محبت سے اکثر راستہ پیدل طے کیا تاکہ آپ حضرت مولانا کی صحبت سے مشرف ہو

گئے جو اس سفر کا مقصد وداعی تھے۔

مولانا چرخِ خشکیں پیشانی کے ساتھ خواجہ کی نظر میں جلوہ نما ہوئے اور مولانا کی پیشانی میں سفیدی تھی جو برص کی وجہ سے نہ تھی۔ خواجہ کے دل میں کراہت سی پیدا ہوئی۔ مولانا نے اپنا دست اقدس واپس کھینچ لیا اور ایک دوسری صورت میں خواجہ کے سامنے متجلی ہوئے تو خواجہ بے اختیار گرویدہ ہو گئے۔ اور اپنا ہاتھ خود دراز کر دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ میرا ہاتھ خواجہ بزرگ بہاؤ الدین نقشبند نے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جو تیرا ہاتھ پکڑے درحقیقت میرا ہاتھ پکڑے گا۔ پھر اس کے بعد طریقہ خواجگان تلقین فرمایا۔ حضرت خواجہ احرار، مولانا کے پاس انفاس سے اعلیٰ مرتبہ کمال کو پہنچے آپ کی ترویج و ارشاد مکمل ہوئی تو آپ کے فیوضات کے بحر بے کراں سے ایک عالم سیراب ہوا۔

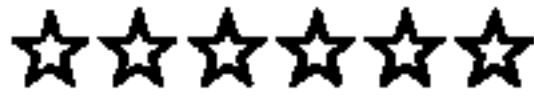
آپ کی ذات بابرکت غناء ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ اگرچہ آپ اوائل عمر میں بھی (غناء میں) کمال رکھتے تھے۔ اور عمر کے وسط اور اواخر میں اسم الغنی کے مظہر ہوئے۔ آپ کی مثل کم ہی کوئی اس طریقہ میں غناء ظاہری سے مشرف ہوا ہے۔ علوم و معارف میں آپ کی تالیفات کثیر ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ الفقرات ۲۔ الواردات ۳۔ رسالہ والدیہ..... وغیرہ

29 ربيع الاول 894 یا 895 کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جان جان آفریں کو سپرد کردی۔ آپ کے بعد آپ کے دو فرزند ان با کمال اور 40 خلفاء با صفا اس طریقہ عالیہ کی ترویج کرتے رہے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد کو اگر مفصل بیان کیا جائے تو طوالت و تفصیل طلب ہے تاہم مولانا زاہد وحشی، مولانا عبدالرحمن جامی، مولانا عبدالغفور لاری محشی شرح جامی، شہرت عام رکھتے ہیں۔

آپ کی مرقد اقدس شہر سمرقند میں مرجع خاص و عام ہے۔



## حضرت مولانا محمد زاہد وحشی حصارى قدس اللہ سرہ

آپ موضع وحش سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ حصار شادمان کے مضافات میں ایک

جگہ کا نام ہے۔

مدۃ القامات ص 82 پر حضرت محمد فضل اللہ کے بیان کے مطابق آپ مولانا یعقوب چرنی کے اقارب میں سے تھے۔ علامہ محمد زاہد نے ارغام المرید ص 67 پر روضۃ الاسلام کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے ”الہ سبط مولانا یعقوب الجرنی“ (کہ آپ مولانا یعقوب چرنی کے سبط ہیں)

بہر حال آپ ذی وقار علماء مصر میں سے تھے۔ خواجہ احرار سے فیوضات و برکات کے حصول سے قبل آپ نے مولانا یعقوب چرنی کے دیگر خلفاء سے بھی کچھ فیوضات و برکات حاصل کئے۔ اسی طرح آپ چند سال ریاضت شاقہ میں بھی مشغول رہے۔ لیکن اضطراب و فتنگی میں تسکین حاصل نہ ہوئی۔ اسی حالت میں آپ عازم سمرقند ہوئے۔ حضرت خواجہ احرار، مولانا یعقوب چرنی سے قرمی نسبت ہونے کی وجہ سے آپ کا استقبال کرنے کے کیلئے شہر سے باہر تشریف لائے۔ اور بڑے (اعزاز و اکرام) کے ساتھ اپنے سنگ شہر سمرقند میں لے گئے۔

اور مولانا ایک عرصہ تک خواجہ احرار کی خدمت و صحبت میں رہے اور اس ولی کامل کی مجلس با برکت کے فیض سے اپنے وقت میں مقامات بلند پر فائز ہوئے۔ آپ کے سبب یہ طریقہ عالیہ جہان کے اطراف و اکناف میں پہنچا۔

آپ نے ربیع الاول 936 ہجری میں قصبہ و خش جس کو دشور بھی کہتے ہیں اور یہ حصار شادمان کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے، میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور وہی دن ہوئے۔ یہ علاقہ مرکزی شہر دوشنبہ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

### حضرت مولانا درویش محمد الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت مولانا زاہد وحشی کے بھانجے اور نائب کامل و مناب مکمل تھے۔ علوم عقلی و نقلی میں نظر وافر رکھتے تھے۔ بالخصوص علم حدیث میں بلند پایہ رکھتے تھے اور تدریس میں ہر دلپسند مدرس تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اس علم شریف کی تدریس میں بسر کیا۔ آپ ہمیشہ گوشہ گنہامی میں رہے اور زاویہ عزلت میں عمر بسر کی۔

بیعت و کسب فیض: ابتدا آپ خواجہ احرار سے بیعت تھے لیکن آپ کی تربیت درجہ کمال تک مولانا زاہد وحشی کی طرف سے پہنچی جیسا کہ نفائس السانحات میں ہے۔ آپ کی کرامات و خوارق عادات حد شمارے باہر ہیں۔ ان کی تفصیل کیلئے نسماۃ القدس کی طرف رجوع کریں۔

وفات: آپ کی وفات 19 محرم الحرام 970 ہجری میں موضع اسفراء میں ہوئی۔





## حضرت مولانا خواجہ محمد مقتدی الملکنکی علیہ الرحمہ

آپ اصلاً امکنہ سے تعلق رکھتے تھے جو بخارا کے توابع میں سے ایک گاؤں کا نام ہے جیسا کہ ارغام المرید 68 ہے۔ بعض کتابوں میں اسے سمرقند کے توابع میں سے کہا گیا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت 918 ہجری میں ہوئی۔ آپ نے بھی اپنی زندگی والد محترم مولانا درویش محمد کی طرح علم حدیث شریف کی تدریس اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج میں صرف کی۔ اور اخلاق مصطفوی کے پھیلانے اور سنن نبویہ کی اتباع میں دل و جان سے کوشاں رہے۔ آپ اپنے زمانے میں فیوض و برکات اور آیات پینات کا مظہر اور انوار و برکات کا مرکز تھے۔ ابتداء میں آپ نے طریقہ عالیہ مولانا محمد زاہد وحشی سے حاصل کیا پھر والد محترم درویش محمد کی صحبت بابرکت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ اپنے والد محترم کے خلیفہ اور وارثت ظاہری و باطنی کے وارث تھے۔

آخری وقت میں یہ رباعی اکثر آپ کی زبان پر رہتی تھی۔

زماں تازماں یاد مرگ آیدم ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم

جدائی مبادا مرا از خدا ذکر حرجہ پیش آیدم شایدم

آپ کی تاریخ وصال 22 شعبان 1008 ہجری ہے اور مدفن قصبہ امکنہ ہے۔



حضرت خواجہ مؤید الدین بیرنگ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

مؤید الدین خواجہ محمد باقی باللہ ملقب بخواجه بیرنگ کی ولادت باسعادت شہر کابل (اللہ اے آفات وزلازل سے بچائے) میں 971ھ میں ہوئی۔ جب تعلیم کے قابل ہوئے تو مولانا صادق حلوانی سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے جو اس وقت کے اکابر علماء میں سے تھے۔

پھر انہی کے ساتھ عازم ماوراء النہر ہوئے اور صغریٰ کے باوجود اس دیار کے کثیر درویشوں کی صحبت اختیار کی اور حضرت خواجہ نقشبند اور خواجہ احرار کی روحانیت سے اکتساب فیض کیا۔

ایک مدت خواجہ عبید اللہ جو کہ خواجہ لطف اللہ کے خلیفہ تھے کی خدمت میں بسر کی۔ اور جناب امیر عبداللہ بلخی سے بھی کسب فیض کیا۔ اس کے بعد کشمیر کی طرف عزم ہمت باندھا اور خانقاہ شیخ باباوالی جو کہ طریقہ عالیہ خواجگان کے مجازان میں سے تھے، میں ایک عرصے تک سکونت اختیار کی۔ اور شہر کو اس مدت میں اپنی تشریف آوری سے معطر و منور کیا۔ اس کے بعد ہندوستان کی تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے کثرت شوق کی بنا پر واپس ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ اور خواجہ املکنگی کی صحبت سے مشرف ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے خاص نسبت کی وجہ سے تھوڑی مدت میں ہی درجہ کمال کو پہنچے کہ مولانا املکنگی کے دیگر اصحاب حیرت میں

پڑے کہتے رہ گئے کہ..... ”ہم نے کئی سال اس خانقاہ میں بسر کئے۔ ریاضتیں کیں، مگر ابھی تک ان انعامات سے مشرف نہیں ہوئے۔“

مولانا ملکنگی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فرمایا ”اس کا کام تو مکمل ہو چکا تھا صرف تصحیح کی غرض سے ہمارے پاس آیا تھا۔“

لاچار ہر کوئی جسے آیا تھا ویسے ہی چل دیا۔ حضرت مولانا دن رات ان کے ساتھ خلوت میں صحبت رکھتے اور پھر بعض فوائد و زوائد پر اطلاع دے کر واپس ہندوستان کی طرف مامور کیا، اور فرمایا تمہارے وجود سے طریقہ عالیہ ہندوستان میں رونق عظیم اور شہرت فخریہ حاصل کرے گا۔ اور وہاں کے تشکلات علم و عرفان کا جام تجھ سے سیراب ہوگا۔

مختصر یہ کہ اس بار جب آپ ہندوستان آئے تو شہر لاہور میں کچھ عرصہ گزارا۔ وقت کے بہت سے علماء و فضلاء نے آپ سے استفادہ کیا۔ پھر وہاں سے آپ دہلی کی جانب متوجہ ہوئے اور وہاں قلعہ فیروز آباد جو کہ دریا کے کنارے ایک صاف و شفاف مقام ہے، میں سکونت پذیر ہوئے۔

چونکہ خواجہ ملکنگی کا ارشاد حکمت سے خالی نہ تھا لہذا ایسا ہی ہوا اور آپ کی تربیت اکیر نما سے کمالات مجددیہ کا ظہور ہوا اور انوار و برکات کا آفتاب شعاع بار ہندوستان میں نصف اتھار پر چمکنے لگا۔ اور جہان کے اطراف اکناف آپ کے دریاہ محیط سے سیراب و شاداب ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے بقیہ زندگی اسی خطہ میں بسی کی۔ اور ہمیشہ یاد الہی اور طلب مولیٰ میں خود کو تشنہ پایا۔ آپ نے ترویج دین اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بہت سی خدمات پیش کیں۔ یہ رباعی آپ کے مقصد کی خبر دیتی اور آپ کے مدعا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود      تاجان باقی ست در طلب باید بود

در یادریا اگر بکامت ریزند      کم باید کرد خشک لب باید بود

نظر کیسے کیا اثر: آپ کی نظر مبارک ایسی تاثیر رکھتی تھی کہ جسے غصہ یا غم سے صرف دیکھنے سے ہی جذبہ و کیفیت میں پہنچ جاتا اور بیہوش ہو کر مجذوب و مغلوب ہو جاتا۔ ایک بار ایک خطیب نے ممبر پر بیٹھے ہوئے آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو چیخ مار کر ممبر سے گر گیا۔

ایک روز وضو کرتے ہوئے آپ کی نظر کیسے کیا اثر ایک شخص پر پڑی جس نے گھوڑے کی لگام کو ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ جب آپ مسجد میں پہنچے تو خبر آئی کہ وہ شخص گھوڑوں کے درمیان شور و اضطراب کی کیفیت میں ہے۔ قبل از شام سے رات کے کچھ وقت تک وہ اسی حالت میں رہا پھر اچانک اس نے اپنا رخ بازار کی جانب پھیرا اور اسی حالت میں جنگل کی طرف چلا گیا اور اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ ملی۔

ایک روز آپ نے نان بابائی کو توجہ مخصوص فرمائی تو کمالات باطن کے علاوہ اس کی ظاہری شکل و صورت بھی حضرت خواجہ کی مانند ہو گئی اور تین روز کے بعد وہ عدم استعداد اور قلت ظرفیت کی وجہ سے اس عالم سے گذر گیا۔

اس واقعہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سورۃ اقرآء کی تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے۔ وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

ہمارے عصر و زمان کے بے خبر لوگ اس حالت کا اشد انکار کرتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ سے جذبات و کیفیات کا انکار کرنا اپنا وظیفہ و شعار جانتے ہیں۔ (ایسے لوگوں کیلئے یہ واقعات توجہ طلب ہیں)

جب آپ کی عمر 40 سال سے تجاوز کر گئی تو آپ نے لوگوں سے میل جول ترک کر دیا اور منصب مشیخت حضرت امام ربانی جو کہ آپ کے نائب مطلق تھے کے حوالہ کر دیا۔ اور رفیق اعلیٰ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں 1310ھ میں مشرف بلقاء اللہ ہوئے جیسے

کہ ارغام المرید 69 میں ہے۔

اور خواجہ محمد فضل اللہ قدھاری مجددی عمدة المقامات ص 96 پر فرماتے ہیں کہ آپ کی

عمر 40 سال سے تجاوز تھی۔ اتوار کے روز 20 جمادی الثانی 1012 میں عالم فانی کو ترک کیا

اور دارالحدیث کی جانب روانہ ہوئے۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

آپ کا مزار پر انوار پرانی دہلی میں واقع ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

جناب قطب ربانی محبوب صدیقی قیوم رحمانی غوث یزدانی واقف متشابہات قرآنی حضرت شیخ

احمد فاروقی کابلی مجدد الف ثانی بن مولانا شیخ عبدالاحد فاروقی، آپ کا نسب 28 واسطوں سے

سیدنا امیر المومنین عمر بن خطاب تک پہنچ جاتا ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

آپ رحمۃ اللہ علیہ بزرگان سرہند، بلکہ باعث فخر اہل ہند عالم ربانی اور مجدد الف ثانی ہیں۔

آپ علوم ظاہر و باطن میں جامع اور شرافت نوع انسانی پر بلند پایہ دلیل تھے۔ دسویں صدی

کے 71 ویں سال عالم وجود میں قدم رنجہ فرمائے۔ صغریٰ میں حفظ قرآن مجید سے فراغت پائی

اور علوم متداولہ کی تحصیل میں شروع ہوئے۔ اولاً اپنے والد ماجد سے بعض علوم کا استفادہ کیا

پھر سیالکوٹ گئے۔ اور مولانا کمال الدین کشمیری سے تمام کتب معقولہ تحقیق و تدقیق مکمل

کیں۔ اور علم حدیث مولانا یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ پھر مولانا عبدالرحمن محدث جو کہ

ہندوستان کے بڑے محدثین میں سے تھے سے حدیث مسلسل ایک واسطہ سے اور اجازت تفسیر

اور صحاح ستہ اور دیگر مفردات حاصل کیں اور 17 سال کی عمر میں علوم ظاہریہ سے فراغت

حاصل کی۔ اور درس و تصنیف میں مشغول ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اور سلسلہ قادریہ میں سعادت بیعت و خلافت شیخ سکندر کتھلی سے پائی۔ پھر نضائے حجاز سے محمل شوق باندھے دہلی پہنچے۔ وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ ملکنگی سے دولتِ ملاقات حاصل ہوئی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سعادت بیعت حاصل کی۔ اور دو ماہ چند روز میں ہی سلسلہ عالیہ میں نسبتِ حضوری حاصل کر لی۔ انہی دنوں خواجہ باقی باللہ نے اپنے مخلصین میں سے کسی کو رقم (تحریر) فرمایا کہ۔

”سرہند کا ایک شیخ احمد نامی شخص کثیر العلم اور قوی العمل چند روز ہوئے فقیر کے ساتھ نشست و برخاست کر کے زمانے سے اپنے اوقات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ اس طرح ہے جیسے وہ ایک آفتاب ہوتا ہے اور سارا زمانہ اس سے روشن ہوتا ہے“

ہر زمانہ میں آپ کا آوازہ ہمیشہ بلند رہا، ان کا آستانہ محیط رجال اور مجمعہ اصحاب کمال تھا۔ دور و نزدیک کے علما ترک و تاجیک کے امراء آپ کے شرفِ حضور سے بہرہ ور ہوئے۔ مشائخ آپ کے مرید ہوئے اور آپ کا سلسلہ ہند سے ماوراء النہر، روم، شام اور مغرب تک پہنچا۔ آپ کی ذات آیات ربانی میں سے ایک آیت اور یزدان کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی۔ علماء کرام اور صوفیہ عظام کے درمیان نزاع جو کہ ہزار سال سے چلا آ رہا تھا آپ نے دور کیا اور ”حدیث صلہ“ کا مصداق ہوئے۔ آپ علماء ظاہر اور صوفیہ کے درمیان ”صلہ“ (واسطہ) تھے۔ کیونکہ فریقین (علماء ظاہر اور صوفیہ) کو مسئلہ وحدۃ الوجود میں اختلاف تھا عادات و صفات: صبر، رضا، تسلیم، مخلوق پر شفقت اور صلہ رحمی، ارباب حقوق کی رعایت، سلام کرنے میں پہل کرنا اور کلام میں نرمی آپ کی عادت کریمہ تھی۔ بایں ہمہ کتاب و سنت سے تمسک بھی ایک ایسی فضیلت ہے جو ہزار فضائل پر بھاری ہے۔

منقول ہے کہ کچھ ظاہرین علما نے سلطان جہانگیر بن اکبر شاہ کے سامنے شکایت کی کہ شیخ احمد دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مقام صدیق اکبر سے بلند ہے۔ بادشاہ نے آپ کو بلا کر استفسار کیا تو آپ نے فرمایا اگر آپ کسی ادنیٰ خادم کو اپنے سامنے بلائیں اور مہربانی کرتے ہوئے اس سے کوئی پوشیدہ بات کریں تو لازمی بات ہے کہ وہ ادنیٰ خادم عالی درجہ امراء کے مقامات سے گزر کر آپ کے پاس پہنچے گا اور پھر واپس اپنی جگہ پر لوٹ جائے گا۔ تو کیا اس آمد و رفت سے یہ لازم آتا ہے کہ اس ادنیٰ خادم کا مرتبہ امرء نامدار سے زیادہ ہو جائے؟ بادشاہ خاموش ہو گیا اور سزا دینے سے باز آ گیا۔ اس وقت ایک شخص جسے دربار شاہی میں حضوری حاصل تھی، آگے بڑھا اور بادشاہ سے کہا کہ شیخ کا تکبر تو دیکھو کہ آپ کے دربار میں آیا اور آپ کو سجدہ نہ کیا حالانکہ آپ ظل الہی اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ اس بنا پر بادشاہ آپ پر غضب ناک ہوا اور آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔

آپ کے دربار شاہی میں آنے سے قبل جہانگیر کے بیٹے شاہجہان جو حضرت سے تخلص تھا، نے افضل خان اور خواجہ عبدالرحمن مفتی کو بعض کتب فقہ دیکر شیخ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ علما نے سیلاطین کیلئے سجدہ کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ وقت ملاقات بادشاہ کو سجدہ کر دیں اور میں ضامن ہوں کہ بادشاہ آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ شیخ نے اس کے جواب میں کہا اجازت سجدہ تو رخصت (فتویٰ) ہے اور عزیمت (تقویٰ) یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ الغرض آپ عرصہ تین سال تک قید میں رہے اس کے بعد جہانگیر نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ آپ لشکر سلطانی کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ گشت کریں۔ چنانچہ شیخ چند روز لشکر سلطانی کے ساتھ رہے۔ پھر بادشاہ سے رخصت لے کر سرحد میں رونق افروز ہوئے۔

وفات حسرت آیات: 28 صفر 1034 میں رحمت خداوندی سے پوست ہو گئے۔ اور سرحد



میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات ”رفع المراتب“ سے نکلتی ہے۔

آپ کی تصانیف 1۔ رسالہ ”تہلیلہ“ 2۔ رسالہ اثبات نبوت 3۔ رسالہ مبداء و معاد 4۔ رسالہ  
مکاشفات غیبیہ 5۔ آداب المریدین 6۔ معارف لدنیہ 7۔ رد الشیعہ 8۔ تعلیقات العوارف 9۔ شرح  
رباعیات خواجہ باقی باللہ 10۔ مکتوبات۔

حدیث مجددہ: ”ان اللہ یبعث لہذا الامۃ علی رأس کل مائة سنة من یجد امر دینہا“۔  
یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے آخر میں ایک شخص کو بھیجے گا جو اس کے امور دینیہ کی  
تجدید کرے گا۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد وغیرہ کتب معتبرہ میں مروی ہے اور ”رأس مائة“ سے مراد باتفاق محدثین صدی  
کا آخر ہے۔

مجدد کی علامات و شرائط: مجدد کی علامات و شرائط یہ ہیں کہ  
1۔ وہ علوم ظاہر و باطن کا عالم ہو۔

2۔ اس کی تدریس، تالیف و تذکیر سے نفع کثیر ہو۔

3۔ وہ احیاء سنت اور بدعت مٹانے میں سرگرم ہو۔

4۔ صدی کے آخر اور اگلی صدی کے شروع میں اس کے علوم و شیوع کی شہرت اور نفع عام ہو۔

پس شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے فضائل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ وہ مجدد ہیں۔ اور نہ صرف  
مجدد مائة (سوسالہ مجدد ہیں) بلکہ مجدد الف ثانی (ہزار سالہ مجدد) ہیں۔ اور سو سے ہزار کا فرق واضح  
ہے۔ جیسا کہ تذکرہ علماء ہند صفحہ 10 تا 12 آپ کے فضائل و کمالات جو کہ بارگاہ احدیت سے  
انہیں حاصل تھے، تحریر ہیں۔ آپ کے مکتوبات قدسی آیات آپ کے علوم فنون اور فضائل و کمالات پر  
آیہ واضحہ اور دلیل قاطعہ ہیں۔

آپ کے مزید حالات سے واقفیت کیلئے درج ذیل کتب کی طرف رجوع کریں۔

حضرات القدس۔ عمدۃ المقامات، زبدة المقامات، مقامات کھرندیہ، روضۃ القیومیہ، روضۃ الاسلام، جوہر علویہ، تذکرۃ آدمیہ، حدائق وردیہ فی حقائق اجلاء انقشید یہ، سجتہ المرجان، نزہۃ الخواطر (کھرندیہ) سین اور راء پر کسرہ، ہائے سھوز اور نون ساکن اور آخر میں دال (سہرند) ایک شہر ہے جو لاہور اور دہلی کے درمیان شارع عام پر واقع ہے۔ اسی طرح حسان الہند نے سجتہ المرجان میں ذکر کیا ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند ص 12)

### حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اول قدس سرہ

آپ کا لقب عروۃ الوثقیٰ ہے آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے تیسرے نمبر

پر صاحبزادے اور نائب مناب ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی آپ کو دیگر بیٹوں پر فضیلت دیتے۔ آپ کے بڑے بھائی خواجہ خازن الرحمہ بڑا ہونے کا باوجود آپ کو خود سے ممتاز سمجھتے تھے۔ اور ان کے مسند ارشاد کو تسلیم کرتے۔ نیز آپ منصب قیومیت جو کہ تمام مناصب کمال پر فائق ہے تک پہنچے ہوئے تھے۔ بلکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ اشیا از قیومیت من بتوراضی توند۔

(عمدۃ المقامات 251)

نیز آپ فرماتے تھے۔

میرے فرزند محمد معصوم کی تشریف آوری میرے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئے۔ اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مجھے حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہ) کی ملازمت نصیب ہوئی۔ اور یہ تمام علوم و معارف حاصل ہوئے۔

مرتبہ و مقام: (آپ کی شان عظمت کا) اندازہ لگاؤ کہ ایک روز آپ اپنے والد (حضرت

مجدد الف ثانی) کی جگہ پر سو رہے تھے حضرت مجددان کو دیکھ کر جلدی سے لٹے پاؤں واپس ہوئے اور گھر سے باہر نکل گئے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ترساں ولرزاں ہوں کہ خدا کا دوست آرام کر رہا ہے کہیں میں اس کیلئے حزن و ملال کا باعث نہ بن جاؤں۔ آپ کافی دیر تک فیروزی مسجد کے پتھر پر بیٹھے رہے حتیٰ کہ وہ گرم ہو گیا۔ آپ بیٹھے رہے یہاں تک کہ حضرت عروۃ الوثقی نیند سے بیدار ہو گئے۔ (حضرات القدس ملخصاً 266)

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت 11 شوال 1007 ہوئی۔ ایسا ہی عمدة المقامات میں ہے جو کہ از غلام المرید کے بھی مطابق ہے۔ علامہ شیخ بدال الدین سرہندی نے حضرت القدس میں 1009 تحریر کی جو تذکرہ علمائے ہند کے موافق ہے۔

میں یہاں تذکرہ علمائے ہند ص 212 سے حضرت کے بقیہ حالات و واقعات نقل کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی ولادت ایک ہزار نو 1009 ہجری کو ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد گرمی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ جامع علوم عقلی و نقلی اور مخزن کمالات صوری و معنوی تھے۔ مقام نسبت اور منصب قومیت کی بشارت اپنے والد بزرگوار سے پائی۔

آپ کی توجہات سے سلسلہ عالیہ احمدیہ مجددیہ اطراف عالم میں شائع ہوا۔ اور ایک عالم (آپ کی توجہات سے) احوال بلند اور مقامات ارجمند تک پہنچا۔ کشف مقامات الہیہ میں اس طرح تھے کہ اپنے مریدوں کو ولایات بعیدہ کی خبر دیا کرتے تھے کہ فلاں ولایت موسوی تک پہنچا ہے اور فلاں ولایت محمدی سے مشرف ہوا ہے۔

نوے ہزار افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سات 7 ہزار کو آپ نے خلافت سے نوازا۔ آپ کی خدمت میں طالب، ایک ہفتہ میں مرتبہ فنا تک اور ایک ماہ میں کمال

ولایت تک پہنچ جاتا تھا اور بعض کو تو آپ ایک ہی توجہ سے تمام مقامات تک پہنچا دیتے۔  
 آپ کی طرح آپ کے فرزند ان بھی وقت کے اقطاب تھے اور انہوں نے نہفت اقلیم کو منور کیا۔  
 9 ربیع الاول 1070ھ میں رضوان جنت سے جا ملے۔

صاحب ارغام المرید نے ص 74 پر اس طرح تحریر کیا کہ آپ نے 1079ھ میں  
 وفات پائی آپ کا مزار اقدس سمرند میں ہے جہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے اور برکت  
 حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ فضل اللہ برور اصغر حضرت شہید صاحب جو کہ اس خاندان میں بمنزلہ صاحب  
 البیت ہیں، نے عمدۃ المقامات ص 335 پر اس طرح لکھا ہے کہ آپ کا وصال مبارک ہفتہ کو  
 نصف دن کے وقت ماہ ربیع الاول 1079ھ کو ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آخر الذخردو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تذکرۃ علماء ہند نے تاریخ وصال نو سال کم  
 لکھی ہے یا پھر سہو ہوا ہے۔

عالمگیر اور نگزیب بادشاہ جو کہ آپ کے مریدین میں سے تھے اس جملہ ”رفتہ ز  
 جہان امام معصوم“ سے آپ کی تاریخ وصال نکالے۔

آپ کی عمر پورے 72 سال ہوئی۔ آخری کلام جو آپ سے سنا گیا وہ ”السلام علیکم“ تھا۔  
 آپ کا مدفن باغچہ میں ہے جس کی طرف آپ نے اپنی زندگی میں اشارہ کیا تھا کہ یہ ایک  
 صاحب کمال فقیر کی جگہ بنے گی۔ آپ وہیں مدفون ہوئے

یہ حضرت مجدد کے روضہ انور سے نزدیک ہے۔ اور نگزیب عالمگیر کی بہن نے آپ کی مرقد  
 انور پر ایک عالی شان قبہ تعمیر کروایا تھا جو دور سے ”گنبد خضراء“ کی طرح نظر آتا ہے



## حضرت تاج الاولیاء خواجہ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں 'قیوم الزمان اور تاج الاولیاء' ہے۔ آپ حضرت مجدد کے ذی وقار پوتے، اور حضرت عروۃ الثقیی کے خلف اکبر ہیں۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت 11 ربیع الثانی 1033 میں آپ کے جد محترم کی حیات مبارکہ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ ان دنوں حضرت مجدد علیہ الرحمہ اجمیر شریف میں تھے، اور والد ماجد (حضرت عروۃ الثقیی) حضرت مجدد کی زیارت کیلئے گئے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے اس بوستان ولایت کے نونہال کا اسم گرامی جد بزرگوار اور والد پر انوار کی تشریف آوری پر موقوف رکھ چھوڑا۔

راستے میں ان دونوں بزرگوں کو اس قرۃ العین کی ولادت کی خبر ہوئی۔ یہ خبر سن کر والد اور جد محترم نہایت خوش و مسرور ہوئے۔ جب گھر آئے تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ "السلام علیکم ملا صبغۃ اللہ" پھر چہرہ مبارک ان کے کان کے قریب لیجا کر چند خفیہ کلمات بولے جن کے راز سے کوئی شخص بھی آگاہ نہ ہو سکا۔

پھر فرمایا اس کا نام میں نے ”صبغۃ اللہ“ اس لئے رکھا ہے کہ میں اس میں شرافت کا رنگ پاتا ہوں اور اسی طرح ہوا کہ حضرت مجدد کے بعد آپ منصب قومیت پر فائز ہوئے اور رنگ اصالت ظاہر ہوا۔

آپ کے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں میں تمہاری نسبت ”صحابہ“ کی طرح ہے کہ تم نے حضرت مجدد کی زیارت کی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مجدد نے جو اشارات و بشارات آپ کے حق میں ارشاد فرماتی تھیں پائے ثبوت کو پہنچیں اور آپ خاندانِ مجددیت میں اپنے وقت کے قیوم الزمان اور مربی الدوران ہوئے۔ اور اطراف و اکناف کو طریقہ مجددیہ کے فیوضات و برکات سے روشن کیا۔ اور جو کمالات والد محترم نے حضرت مجدد سے کسب کئے تھے۔ آپ کو تفویض کر دیئے اور فرمایا.....

عرصہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہارے لئے ایثار کر دیا اگر اس میں زیادتی کا شوق ہو تو حضرت مجدد کے روضہ انور پر جاؤ اور ہمیں بھی تازہ نعمتوں میں شریک بناؤ۔

صاحب برکاتِ معصومی، لکھتے ہیں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی باپ کیلئے بیٹے کی تعظیم کرنا ہوتا تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی تعظیم کرتا۔

تمسک بالسنتہ: آپ کی تمام عبادات و عادات حتیٰ کہ کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سفر و حضر کی دعا میں، موقوفہ و غیر موقوفہ دعائیں۔ ذکر و اذکارِ لسانی و جنانی، سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تھا۔ آپ ہر روز و شب میں اپنے اعمال کا موبہ و محاسبہ کرتے اور اپنے اعمال کو معیوب سمجھتے۔ اپنے کشف و حالات کو بال برابر بھی حکم شرعی کے مقابل نہ رکھتے۔ حالانکہ وہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کرتے تھے۔ باوجود تبحر علمی کے کبھی ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی علماء کرام کے مشورہ کے بغیر عمل میں نہ لاتے۔

منصب غوثیت: منصب قطبیت و قیومیت کے بعد آپ منصب غوثیت و فردیت سے بھی ممتاز ہوئے تھے۔ یہ مناصب آپ کو اس سال حاصل ہوئے جب آپ حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آئے۔ اور پھر والد ماجد کی اجازت سے امام طریقہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس دربار پر انوار پر حضرت غوث الاعظم کے عطایا سے یہ مناصب آپ کو حاصل ہوئے۔

آپ نے اپنے والد کی رحلت سے 1122 ہجری تک طریقہ عالیہ کو عرب و عجم میں رونق بخشی۔ اور تشنگان عرفان و علم کو سیراب کیا۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ 9 ربیع الثانی بروز جمعہ 1122 کو 80 سال کی عمر میں ”کل نفس ذائقۃ الموت“ کا شربت چکھا اور عالم فانی کو وداع کہا۔  
 ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

113 افراد آپ کے خلفاء میں سے تھے جن میں حضرت میاں سزا احمد مولف معدن الجواہر اور برکات معصومی، اور خلف رشید حضرت خواجہ محمد اسماعیل کے اسماء نمایاں ہے۔ آپ کی مرقد انور سرحد تشریف میں آپ کے والد محترم کے گنبد میں داخل ہے اور پردہ خاک میں آپ والد محترم کے دریاے کرم میں غوطہ زن ہیں۔





## حضرت امام العارفين خواجہ محمد اسماعیل قدس اللہ سرہ

آپ اس طریقہ عالیہ میں امام العارفين کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے وقت کے عرفاء کے مقتدی تصور کئے جاتے تھے۔ آپ کے انوار و برکات اطراف و اکناف میں منتشر تھے۔ بڑے بڑے صاحبان کمالات و عرفان آپ کی صحبت عنبر نشاں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک جہان آپ کے پاس انفاس سے صاحب تکمیل ہوا اور درجہ ارشاد کو پہنچا۔

کسب فیض : آپ حضرت تاج الاولیا خواجہ صبغۃ اللہ کے فرزند دوم تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم (جد بزرگوار) کو بھی پایا اور آپ کی خدمت کر کے دریائے علم و عرفان سے مستفیض ہوئے۔ اور بہت سے فیوضات و برکات حاصل کئے۔

اس مقتدی ارباب کمال کے وصال کے بعد والد محترم کی خدمت میں بقیہ کمالات و مقامات طے کئے اور درجہ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ آپ کا درجہ علمیت پایہ مولویت کو پہنچا ہوا تھا۔ اشعار کہنے میں بھی آپ طبع عالی رکھتے تھے۔ اشعار گوئی میں آپ کا تخصص

عاشق ہے۔ آپ کے اشعار عالی کو جمع کر کے ایک دیوان بھی بنا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے آباؤ  
جداد کی مدح میں بہت سے مضامین نظم و نثر کی صورت میں تخلیق کئے۔

وفات: جب آپ کی عمر مبارک اسی 80 سال کی حد میں پہنچی تو آپ نے دارفانی سے کوچ  
کیا..... ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ آپ کی مرقد انور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ کے بیرون  
میں معروف و مشہور ہے۔

خلفاء و مجازان: آپ کے خلیفہ مجاز بہت سے ہیں۔ ان میں سے دو فرزند ان ارجمند ہیں۔  
ایک شاہ محمد صبغۃ اللہ ہیں کہ ان کا سلسلہ ارشاد پشاور، کابل، ماوردانہ، روم اور بلغاریہ تک پہنچا۔  
انہی کے خلفاء میں سے خواجہ حسن اتا ہوئے ہیں، جو کابل کے نواحی علاقے کی ایک بستی میں  
ہو گزرے۔ دوسرے فرزند حضرت حاجی غلام محمد معصوم، جو ”خواجہ معصوم ثانی“ کے نام سے  
معروف ہیں۔

### حضرت حاجی غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی قدس سرہ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب قطب الاقطاب ہے۔ شہرت آپ کی خواجہ معصوم ثانی کے نام  
سے ہے۔ آپ اپنے زمانے میں منصب قومیت، غوثیت و قطبیت کے جامع تھے۔

بشارت ولادت: حضرت عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمہ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت تاج  
الاولیاء کو بشارت دی تھی کہ تیری نسل سے ایک فرزند تولد ہوگا وہ بالوسطہ تمہاری اولاد ہو یا بلاوا  
سطہ، جب وہ پیدا ہو تو میرے نام پر اس کا نام رکھ دینا کیونکہ نسبت مجددی، معصومی اس سے  
شرافت پائے گی۔ اس کے فیوضات و برکات اس کی اولاد و مریدین میں تا قیام قیامت باقی  
رہیں گے۔ وہ طریقہ عالیہ کو مزید رواج دے گا۔ آپ نے حضرت معصوم ثانی کیلئے فوق الذکر

مقامات عالیہ کی بھی بشارت دی تھی۔

آپ کی یہ بشارت حضرت سلطان العارفین کی بشارت کی مانند ہے جو انہوں نے حضرت ابوالحسن خرقانی کے حوالے سے ان کی ولادت سے چند سال پہلے دی تھی۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ کے جدا مجد نے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ وہ اپنے زمانہ میں ایک عالم کو روشن کرے گا اور اس طریقہ عالیہ کو اوج کمال تک پہنچائے گا۔

تخصیص علم ظاہر و باطن: آپ نے تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ کی ابتدا کی اور بیس 20 سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔ اپنے زمانے میں ممتاز اور اوجد الدھر ہوئے۔ دورہ فراغت کے بعد اپنے جد محترم خواجہ صبغۃ اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں طریقہ عالیہ کے کسب میں مشغول ہوئے، اور تھوڑے ہی عرصے میں درجہ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے۔ اور جدا مجد کی طرف سے خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔

آپ اپنے والد محترم کے مرید و خلیفہ ہیں اور وہ اپنے والد محترم حضرت قیوم الزماں کے مرید و خلیفہ ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ فضل اللہ جو کہ اس خاندان کو زیادہ جانتے ہیں انہوں نے عمدۃ المقامات 378 پر آپ کو حضرت قیوم الزماں کا مرید و خلیفہ قرار دیا ہے۔

راقم الحروف (علی محمد بلخی) بھی یہی کہتا ہے کہ آپ کا اپنے جد محترم سے کسب کمالات باطنی کا حاصل کرنا اس بات کے منافی نہیں کہ آپ نے (اپنے والد محترم) سے اکتساب فیض کیا ہو۔ کیونکہ آپ کے والد محترم بھی اولیا اللہ میں سے تھے۔ اور پھر تمبر کا جدا مجد سے منصب خلافت حاصل کیا ہو۔ مثلاً ایک شخص کا والد بھی عالم ہو اور دادا بھی عالم و فاضل ہو۔ اور جب یہ شخص دونوں کی تربیت سے مرتبہ مولویت پر فائز ہوگا تو تمبر کا اپنے جد محترم سے دستار فضیلت حاصل کرے گا، کیونکہ ان کا مرتبہ و مقام والد کے مرتبہ سے اعلیٰ و فضل ہے۔

وفات حسرت آیات: جب آپ کی عمر 90 سے تجاوز کر گئی تو 5 ذوالحجہ 1161ھ میں اس جہان سے دارالخلد کی طرف منتقل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں ٹھکانہ پایا۔

”انا للہ وانا الیہ راجعون“

آپ کا مزار پرانور درالار شاد سرحد شریف میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد کے باہر والد محترم کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد معلوم نہیں۔ آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ غلام محمد آپ کے خلف رشید اور ولد شریف، حضرت میر غیاث الدین حرمی صاحب دیوان غیاثی، معروف و مشہور ہیں۔

### حضرت شاہ غلام محمد عرف قدوة الاولیاء قدس سرہ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں ”قدوة الاولیاء“ اور حضرت جی صاحب کلاں ہے۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد کسب کمالات باطنی اپنے والد محترم حضرت قطب الاقطاب سے حاصل کئے۔ اور آپ کی خاص نسبتوں سے مشرف ہوئے۔ اور درجہء کمال و اکمال تک پہنچ کر خلیفہ مجاز ہونے کا شرف پایا۔

جب آپ کے والد محترم نے آپ کی خدمت کو کامل و مکمل پایا تو مسند مشیخت ان کی طرف تفویض فرمادی۔ اور تمام فرزند ان و مرید ان کو ان کے سپر فرمادیا۔ آپ اپنے والد محترم کی حیات میں ہی مسند ارشاد پر جلوۂ اقلن ہو کر مخلوق کی راہنمائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے رشد و ہدایت کا ہنگامہ تمام جہان کے اطراف اکناف میں پھیل گیا اور پوری دنیا سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور فیوض و برکات حاصل کر کے سرور و برکات کے مظہر ہوئے۔

المختصر آپ اپنے وقت میں مرجع کل تھے۔ تمام بھائیوں اور کثیر قوم نے آپ کی خدمت سے فیوض و برکات اخذ کئے۔ ”اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون في دين الله افواجا“ (جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی۔ اور تم دیکھو گے کہ لوگ فوج ورفوج دین میں داخل ہونگے) کے مصداق امیر و غیر یب، بادشاہ و حکام، مشائخ و اکابر اور علماء و فضلا جوق در جوق آپ کی جانب مرجوع ہوئے۔ اور آپ کے خلفاء دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔

جو رواج اس طریقہ عالیہ کو ان دنوں آپ کے وجود باجود سے اور آپ کے فرزند ان، برادران اور خلفاء مجازان سے حاصل ہوا، کاتب کا حوصلہ اس کو گنتے سے عاجز اور زبانِ قلم اس کو لکھنے سے قاصر ہے۔

اکابرین سے سنا گیا ہے کہ آپ کے صبح و شام کے مراقبہ میں معمولی طور پر بارہ 12 ہزار سے زائد افراد شریک ہوتے تھے اور نماز جمعہ کے بعد مراقبہ میں اتنے لوگ ہوتے تھے جن کی تعداد اعداد و شمار سے باہر ہے۔ (عمدة القامات ص 424- 423)

آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ چھ ماہ لاہور میں اپنے اہل و عیال میں اور چھ ماہ پشاور میں گذارتے۔ اور لوگ آپ کی راہ میں خیمے لگا کر سراپا انتظار ہوتے۔ آپ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ نے تمام عمر خدمت حدیث شریف میں بسر کی اور کئی ہزار حدیثوں کو آپ نے باسناد حفظ کیا ہوا تھا۔ آپ جو بھی عمل کرتے اس پر دلیل کے طور پر حدیث شریف روایت کرتے۔

وفات: بالآخر ماہ شوال کے شروع میں عید الفطر کی رات 1177 ہجری میں پشاور میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور شہر سے باہر اسد خان جو کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا کے

باغ میں مدفون ہوئے۔

مرقد اقدس: شروع شروع میں مزار کی عمارت بڑی عالی شان تھی پھر سٹیکوں کے ہاتھوں خراب ہو گئی۔ ان دنوں (1403 ہجری محرم الحرام) آپ کی مسجد جو حضرت بابا جی کے نام سے معروف ہے کے احاطہ میں ہے اور شہر پشاور میں موضع شہبہ میں مشہور ہے۔

آپ کے مزار پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس کے ایک طرف آیۃ الکرسی کندہ ہے۔ اور باقی اطراف میں حضرت غیاث الدین جرئی کے چند اشعار آپ کی وفات کے بارے میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس کتبے میں آپ کی تاریخ وفات 1178 ہجری درج ہے جو کہ عمدۃ المقامات کی عبارت کے خلاف ہے۔ آپ کے خلف اور خلیفہ حضرت شاہ غلام حسن کا مزار بھی اس احاطہ میں ہے۔

### حضرت حاجی صفی اللہ قدس سرہ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب قیوم جہاں اور کنیت ابوالبشر ہے۔

ولادت و بشارت و ولادت: آپ کی ولادت 4 ذوالعقدہ 1156 کو ہوئی۔ کہتے ہیں

کہ آپ کے والد حضرت قطب الاقطاب نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور آپ نے والد محترم کو بشارت دی تھی، کہ کل تمہارے گھر میں ایک فرزند تولد ہوگا جو برگزیدہ روزگار اور عجوبہ زمانہ ہوگا۔ اس کے قدم میمنت لزوم کو غنیمت سمجھنا اور اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نماز فجر کے بعد خانقاہ معلیٰ میں فقراء کے ساتھ مراقبہ میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ بیت اللہ ان کے گھر کی طرف اتر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے فرزند کی زیارت کیلئے آیا ہوں جو ابھی تولد ہوا ہے۔ اسی اثنا میں آپ کی خادمہ گھر سے آئی اور اس قرۃ العین کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی۔

(ولادت کے بعد) آپ نے رونے سے قبل تین بار اسم ”اللہ“ بکمال فصاحت بولا اور پھر

گریہ کرنے (رونے) لگے۔

جب آپ کے کان میں اذان و تکبیر کہی تو آپ نے بھی تکبیر کیلئے لب ہلائے جس کی آواز تمام حاضرین نے سنی۔

ابھی عمر عزیز کے چند سال ہی گزرے تھے کہ والد محترم جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نے اخذ فیض ”قطب الاقطاب“ سے کیا جبکہ آپ کے والد نے ایام طفولیت میں بھی اپنی توجہات عالیہ سے ان کو دور نہیں رکھا۔

حضرت قطب الاقطاب کی وفات حسرت آیات کے بعد بقیہ کمالات و مقامات برادر بزرگ حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے حاصل کئے اور صاحب جذبات و بلند حالات ہوئے۔

آپ عرصے تک شہر کابل (اللہ اس کو آفات و زلازل سے بچائے) میں سکونت پزیر رہے۔ اس وقت آپ کے ارشاد و الارشاد کا شور و غل تھا۔ ایک عالم کو اس طریقہ عالیہ خواجگان اور اکابرین خاندان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور ہر دور و نزدیک شخص کے کانوں تک آپ کے حالات و کیفیات کا طنطنہ پہنچ گیا تھا۔ آپ کی صحبت، عاشقانہ جذبات و صحبات سے مالا مال تھی۔

شعر گوئی: آپ شعر گوئی میں بھی طبع نازک اور بلند مقام رکھتے تھے۔ ایک دیوان عالی شان بھی لکھا تھا جو ایام جذب میں خود ہی پانی سے دھو ڈالا۔ اس دیوان سے چند اشعار باقی بچے۔  
تصانیف: آپ کی تصانیف میں (دیوان کے علاوہ) تین رسالے اور بھی یادگار ہیں۔

1۔ آداب الارشاد جس کو معدن الاسرار بھی کہتے ہیں

2۔ مخزن انوار صفی احمدی جو کہ ”مخزن الانوار احمدی فی کشف الاسرار لمجد دی“ کے نام سے



مشہور ہے۔

3۔ رسالہ چہار جوی۔

سفر وفات: جب آپ کی عمر آخری منزل تک پہنچی تو دل میں زیارت حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا لہذا آپ عزنی، قلات، سندھ اور بلوچستان کے راستے سے ہوتے ہوئے عازم حج ہوئے۔ اس سفر میں حضرت شہید، اور برادر بزرگ حضرت محمد فضل اللہ مولف عمدۃ المقامات اور حضرت بی بی قیومہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی قسمت میں زیارت حرمین شریفین نہ تھی لہذا ابھی راستے میں ہی تھے کہ بیمار ہو گئے۔ اور چھ 6 ذوالعقدہ 1212 ہجری کی صبح دارفانی کو الوداع کہا اور رحمت خداوندی سے پوست ہو گئے۔

آپ کا مزار پر انوار شہر حدیدہ جو کہ یمن کے توابع میں سے ہے، میں روشن ہندی مسجد سے متصل ایک درخت کے نیچے واقع ہے۔

جناب حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت ایشان شہید قدس سرہ

آپ نام حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق ہے۔ نیز آپ میاں ضیاء الحق کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت ”حضرت شہید اور ایشان شہید“ کے نام سے ہے۔ صاحب گلدستہ کرامات شمس نے آپ کا نام یوں ذکر کیا ہے.....  
حضرت غوث العلمین، قدوة المحققین زبدۃ العارفین حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت شہید قدس سرہ العزیز۔

الغرض، شاہ ضیاء الحق، میاں ضیاء الحق، محمد ضیاء الحق، حاجی شاہ محمد ضیاء الحق، حضرت شہید اور

حضرت ایٹان شہید، سبھی آپ کے اسماء والقباباٹ ہیں۔

آپ حضرت بی بی صاحبہ کے بیٹے ہیں جو اس طریقہ میں بی بی قیومہ کے نام سے شہرت رکھتی ہیں۔ آپ حضرت صفی اللہ کی عینی بھانجی ہیں۔ اور والد کی طرف سے حضرت شاہ غلام محمد کی نواسی ہیں۔ حضرت شہید تمام دور سلوک میں مرشد گرامی حضرت صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ رہے۔ سفر حرمین میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

مرشد گرامی کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے ماوراء النہر کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس سفر میں بردار اعظم حضرت خواجہ محمد فضل اللہ المعروف حضرت حاجی، مولف عمدۃ المقامات اور والدہ ماجدہ حضرت بی بی صاحبہ آپ کے ساتھ تھیں۔ بخارا کے مزارات مقدسہ اور تبرکات کی زیارت کے بعد واپس ہوئے۔ جب مزار شریف جو کہ بلخ میں واقع ہے میں پہنچے تو بتاریخ 12 ربیع الاول بروز جمعہ 1218ھ حضرت بی بی صاحبہ رحلت فرمائی اور گنبد شرقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روضہ انور کے پاس مدفون ہوئیں۔

اس کے بعد آپ کی بقیہ عمر شہر کابل میں طریقہ عالیہ کی ترویج اور اخلاق مصطفویہ کی اشاعت میں صرف ہوئی۔

بعض دوستوں سے شنید کے مطابق آپ نے حضرت بی بی صاحبہ المعروف بی بی قیومہ اپنی والدہ سے خلافت حاصل کی۔ بلکہ یہ بات بھی کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بی بی صاحبہ، حضرت ایٹان شہید کی والدہ ہیں۔ لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک فرد مستورات میں سے ہے۔ فقط راقم الحروف (علی محمد بلخی) نے اس معاملے میں جدوجہد کی ہے۔

صحیح قول کے مطابق آپ (حضرت شہید) حضرت صفی اللہ کے خلیفہ ہیں اور حضرت بی بی صاحبہ بھی انہی کی خلیفہ تھیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اپنی والدہ کی طرف سے بھی بشارات عالی اور اشارات مثالی سے سرفراز ہوئے ہیں۔

حضرت ایساں شہید کے حضرت صفی اللہ کا خلیفہ ہونے پر یہ عبارت دلیل کے طور پر ملاحظہ فرمائیں، صاحبِ گلدستہ کراماتِ شمسیہ فرماتے ہیں.....

”آپ (حضرت شاہ محمد ضیاء الحق) حضرت قیوم ربانی، غوثِ صمدانی مجددِ مائتہِ ثالثہ عشریٰ باسم ابوالبشر سرگرواہل اللہ حضرت حاجی صفی اللہ المعروف قیوم الجہان کے مریدِ مکرم اور خلیفہ و جانشین تھے۔ (گلدستہ کراماتِ شمسیہ 14)

اس سے بڑھ کر اس بات پر دلیل یہ ہے کہ حضرت فضل اللہ نے کتاب مستطاب عمدۃ المقامات ص 490 پر حضرت صفی اللہ کے چار خلفاء میں حضرت شہید کو بھی شمار کیا ہے۔ عبارت اس طرح ہے.....

”اور اس فقیر کے برادر یعنی میاں ضیاء الحق آپ (حضرت صفی اللہ) کے خلفا میں سے ہیں۔ آپ حالاتِ بلند اور معارفِ ارجمند کے منبع تھے اور حضرت قیوم جہاں اور حضرت بی بی صلابہ کی طرف سے بھی بشارتِ عالیہ سے سرفراز ہوئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان عبارات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے والدہ محترمہ حضرت بی بی صاحبہ سے بھی فیوضات و برکات حاصل کئے ہیں مگر آپ خلیفہ و مازون ہونا، صرف حضرت صفی اللہ کی طرف سے قطعی ہے۔

علم لدنی: حضرت شہید کا ایک عجیب واقعہ ان دنوں پیش آیا جب آپ حضرات خواجگان کے مزارات کی زیارت کیلئے بخارا تشریف فرما تھے۔ بخارا کے بادشاہ نے آپ کو آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ مولفِ عمدۃ المقامات جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ کے ساتھ دعوت پر بلایا۔ حضرت شہید باوجودیکہ مقاماتِ بلند اور معارفِ عام رکھتے تھے مگر رسمی تعلیم سے بہت کم حصہ حاصل کیا تھا۔ جبکہ آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ جامعِ علوم اور عالم و فاضل تھے۔

دعوت کے درمیان بادشاہ نے حضرت شہید سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت خواجہ فضل اللہ نے جواب دینے میں جلدی کی کہ کہیں حضرت شہید کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور دربار شاہی سے نکال نہ دیے جائیں۔ اس حادثہ سے حضرت شہید بڑے غمگین ہوئے۔ رات کو حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ کی قبر پر گئے اور اپنے احوال حضرت خواجہ کے واسطے سے بارگاہ رب تعالیٰ میں عرض کئے۔ پھر رات کو وہیں سو گئے۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو تمام علوم و معارف آپ کو دو چند حاصل ہو چکے تھے۔

تالیفات و تصنیفات: بہت سی تالیفات ان کی یادگار ہیں جو ان کے علم لدنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک ”مفتاح الحقائق“ ہے جس میں علم تصوف کے دقیق مسائل درج ہیں۔ اسی طرح نعت سرور دو عالم ﷺ اور دیگر بزرگان دین کی مدح میں اشعار کثیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

وصال صد ملال: آپ کا وصال یوم عاشوراء 1255ھ کو ہوا آپ کی مرقد انور نجرا ب جو کہ درہ حضرت فرخ شاہ ولی میں ہے، میں واقع ہے۔ یہ آپ کے اجداد کبار میں سے ہیں۔

### حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی صاحب قدس اللہ سرہ

آپ کا نام حضرت شاہ ضیاء ہے۔ نیز حاجی شاہ ضیاء کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت، ”حضرت میانجی“ کے نام سے ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت ایٹان شہید میاں ضیاء الحق کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب و سلوک حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہ تک جا کر یکجا ہو جاتا ہے۔ آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ اپنے والد بزرگوار سے کسب کیا۔

صاحب گلدستہ کرامات شمسیہ ص 17 پر لکھتے ہیں۔

حضرت والد بزرگوار محمد ضیاء الحق نے آخری عمر آپ کے بارے فرمایا تھا کہ جو معارف و مدراج قرب الہی جل سلطانہ، اور تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ مجھ سے متعلق تھے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام کے تمام سلوک میں نے تمہیں دے دیئے ہیں ذرہ بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن چونکہ تمہاری استعداد ابھی بلند ہے۔ تمہیں چاہیے کہ ہندوستان کے شہر پنجاب کی اطراف میں چلے جاؤ۔ ایک درویش خاک نشین کہ ظاہر اقلندری کے لباس اور گداگری کی صفات سے متصف ہوگا۔ تم سے ملے گا۔ باقی معاملات سلوک اس درویش کی ملاقات پر محصور ہے۔

چنانچہ حضرت شہید کے سانچہ ارتحال کے بعد حسب الامر آپ پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اور بڑی تتبع و جستجو کے بعد درویش موصوف کو پالیا۔ جو کہ ایک مٹی کے تودہ پر مدھوش و مستغرق پڑے تھے۔

سوائے ایک چادر کے جو کہ ستر کو چھپا رہی تھی کوئی اور لباس بدن پر نہ تھا۔ اور جو حلیہ حضرت شہید نے بیان کیا تھا عینہ اس پر پورے اتر رہے تھے۔

آپ نے چند کھانے کی نرم چیزیں اور شکر والا شربت موصوف کے منہ میں ڈالا تاکہ کچھ ہوش آجائے۔ بعد ازاں وہ اٹھ بیٹھے اور حضرت صاحب کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے پھر جلدی سے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحب بھی آپ کی تلاش میں چل دیے اور ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے اس دن بڑی جستجو کی لیکن حضرت صاحب کو تلاش نہ کر سکے۔

آخر ایک دن بعد بڑی جستجو اور تلاش کے بعد گردونواح کے ایک جنگل میں گئے دیکھا کہ وہاں ایک چبوتراینا ہوا ہے۔ اور حضرت میانچی وہاں اس پر بے ہوش پڑے ہیں۔ لیکن درویش موصوف کی کوئی علامت وہاں پر نہ تھی۔ آپ کے رفقاء میں سے ایک نے آپ کا

سراپنے زانو پر رکھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت ممدوح کو ہوش آیا آپ نے سر اٹھایا اور رفقاء کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سنا گیا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ باقی کمالات تصوف اور معاملات سلوک اس درویش کی صحبت سے حاصل ہو گئے۔

وصال پر ملال: آپ کی تاریخ وصال پنجم 5 شوال بروز جمعہ 1316 ہجری ہے۔ آپ کا مزار پرانوار کابل سے شمال کی طرف 20 کوس پر واقع بستی لغمانی میں ہے۔

### حضرت شمس الحق المعروف حضرت صاحب کوہستان قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی شمس الحق ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب 5 سے سراج العارفین شمس المقرین حضرت امام سیف الدین تک پہنچ جاتا ہے جو کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔

حضرت شمس الحق بن شاہ عزیز احمد عرف حضرت پیرزادہ بن حضرت شیخ فدا احمد بن حضرت شیخ فضا احمد بن حضرت چیخ محمد موسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہم

حضرت غلام نجم الدین کابلی نے آپ کی سوانح حیات، خوارق و کرامات، ایک رسالہ ”گلدستہ کرامات شمس“ میں جمع کی ہیں جس میں آپ کے القاب و اوصاف اس طرح تحریر ہیں۔

قطب دائرہ زمان غوث انس و جان قیوم عالم و عالمیان و ... گاہ حضرت منان غوث الجن والبشر مجدد مائتہ و العشر شینا و امانا قدوة الحقیقین زبدۃ العارفین شاہ محمد شمس الحق والدین علیہ الرحمۃ والرضوان الفاروقی نسباً لخصی مذہباً الحمدی والنقشبندی مشرباً۔

آپ کے والد محترم نے انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد براعظم ہندوستان کی طرف ہجرت مسنون اختیار کی اور کابل تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت شاہ ضیاء الحق کے ارشاد ولایت کا طنطنہ کابل اور اس کے اطراف و اکناف میں خوب بج رہا تھا۔

حضرت عزیز احمد (والد حضرت شمس الحق) جب حضرت ضیاء الحق کی صحبت میں پہنچے تو فرد واحد تھے اور آپ کی اہلیہ اپنے دو فرزندوں شیخ فدا محمد اور شیخ عطا محمد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھیں۔ موصوف فارسی میں بہت کم مہارت رکھتے تھے۔ حضرت ایٹان شہید نے کوہستان اور پنجشیر کے معتبر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا..... یہ حضرت صاحب تمہارے پیرزادہ ہیں۔ لہذا کوہستان و پنجشیر کے لوگ ان کی طرف لپک پڑے اور ان کو اپنے ساتھ وطن لیجانے کیلئے کمر ہمت باندھی۔

حضرت ایٹان شہید نے اپنی بیٹی جن کا نام خوبی جہان بی بی تھا کو حضرت صاحب موصوف کے (نکاح) کیلئے دے دیا۔ حضرت عزیز احمد کو اقامت اختیار کئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میاں ضیاء الحق شہید عالم فانی کو وداع کہہ گئے۔

آپ کی رحلت کے چند سال بعد آپ کے بیٹوں حضرت میانچی اور ان کے بھائی حضرت تبرک شاہ نے مذکورہ بیٹی کا نکاح حضرت عزیز احمد سے کر دیا۔ اور پھر انہی کے بطن اطہر سے حضرت شمس الحق المعروف حضرت کوہستان قدس سرہ پیدا ہوئے۔ حضرت پیرزادہ (عزیز احمد) کی اس سے قبل بھی شادیاں ہو چکی تھیں۔

ابھی اس بوستان ولایت کے نونہال کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی کہ والد محترم حضرت عزیز احمد 3 صفر المظفر 1296ھ میں وفات پا گئے۔

واقعہ وفات اور مقامات تصوف کی منتقلی: آپ اپنی وفات کے سال کابل، پغمان،



لوگرد، کوہ دامن اور چہارویہ کی طرف اپنے مخلصین کے پاس تشریف لائے۔ اس سفر میں حضرت شمس الحق صاحب کم عمری کے وجود آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عزیز نے لوگوں کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا ”اللہ بہتر جانتا ہے کہ اب ہماری ملاقات ہوگی یا نہیں، لہذا میرے بعد یہ میرا بیٹا تمہارا پیر ہے“۔ اس سفر سے اپنے وطن کوہستان واپس تشریف لائے اور چند دن بعد ملک پنجشیر کی جانب تشریف لے گئے۔

حضرت شمس الحق نے قرآن و حالات سے جان لیا کہ ان کی رحلت کا وقت قریب ہے۔ لہذا مضبوطی سے ان کا دامن تھام لیا اور روتے ہوئے کہنے لگے ”آپ تو جا رہے ہیں مجھے کس کیلئے چھوڑا ہے“ اس حالت میں آپ نے بیٹے کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

مقامات تصوف و معارف میں سے جو کچھ میرے پاس تھا اللہ وحدہ لا شریک کی توفیق سے سب میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ لیکن ظاہراً تمہارے سلوک کا تعلق تمہارے ماموں حضرت حاجی ضیاء مجدد کے ساتھ ہے۔ اور پھر اسی دوران آپ کے والد حضرت عزیز احمد ملک پنجشیر کی بستی رنخہ میں وفات پا گئے۔

حضرت شمس الحق صاحب نے اپنے والد محترم کے فرمان کے مطابق کمالات تصوف کو بدرجہ اتم اپنے ماموں حضرت میاں جی قدس سرہ سے حاصل کیا۔ اور ان کی طرف سے خلافت اور ارشاد خلق اللہ کیلئے مامور ہوئے۔ ہر دور و نزہ یک سے مخلص نیت آنے والے کو توجہات طریقہ عالیہ سے خوب نوازا۔ اور ایک جہان آپ کی توجہات سے روشن ہوا۔ مرشد گرامی حضرت میانجی قدس سرہ کی حیات میں آپ لوگوں سے کٹ کر رہا کرتے تھے اور ان کی جانب متوجہ نہ ہوتے۔ اور فرماتے میرا دل لوگوں کی آشنائی و صحبت سے سرد ہو چکا ہے۔ آپ کے والد گرامی کے مریدوں نے حضرت میانجی سے عرض کیا کہ آپ نے

ان کو ہمارے لئے خلافت عطا کی ہے لیکن وہ تو ہمارے حالات کی خبر گیری نہیں رکھتے۔

ان شکایات کی بنا پر حضرت میانجی قدس سرہ نے ان کو بلایا اور ڈانٹا کہ کیوں اپنے والد کے مخلصین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے؟۔ اور پھر ایک تصوف کی کتاب انہیں دیتے ہوئے مزید تاکید ارشاد فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شمس الحق پغمان چلے گئے، اس واقعہ کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میانجی کے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد آپ کے دل کی بے کلی اور پڑھ گئی اور آپ بے حد غمگین ہوئے۔ سکتے دل کے ساتھ واپس وطن لوٹے لیکن لوگوں کنارہ کش ہی رہے۔ اس کے تھوڑی مدت بعد آپ نے حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کے اس طریقہ کار سے آزرہ تھے۔ پھر اس کے بعد آپ کو مخلصین کی جانب متوجہ ہو گئے اور لوگوں کو توجہات عالیہ سے نوازا شروع کر دیا۔

وفات: 22 ربیع الاول 1350ھ شب جمعہ نماز مغرب کے بعد آپ نے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالم فانی کو الوداع کہا اور آپ کا مرغ روح پنجرہ جسم سے پرواز کر گیا۔

”انا للہ وانا الیہ راجعون“

تب آپ کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔ کوہستان کے مضافات میں علاقہ اشترگرام کی ایک بستی ”دیمھنو“ میں آپ کی مرقدا نور عام و خاص کو فیض بانٹ رہی ہے۔ اس وقت یہ بستی شہر گل بہار کے قرب و جوار میں مشہور معروف ہے۔

☆☆☆☆☆☆

## حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ

اسم گرامی: شاہ رسول ہے مگر آپ مبارک، مولانا طالقان کے لقب سے مشہور تھے آپ کا اصلی وطن نکاب شریف تھا۔ آپ مبارک نے اپنے زمانے کے معروف اساتذہ کرام سے علوم عقلی و نقلی خوب اچھے طریقے سے حاصل کرنے کے بعد فراغت و دستار فضیلت حاصل کی اور ان علماء زمانہ کی علمی جلالت و فقاہت کے وارث بنے اور جو اس زمانہ میں صاحب کمال مروجہ علوم فنون تھے ان میں کمال حاصل کیا اور آپ کے علمی کمال کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا اور اعلیٰ مدرس کی حیثیت سے آپ کی اچھی شہرت ہو گئی اور طالب علم علم ظاہری کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے کے لیے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہو گئے دوران تدریس آپ مبارک نے مکتوب امام ربانی کا مطالعہ فرمایا جس سے علوم باطنی کا شوق و ذوق بڑھ گیا اور کسی کامل و مکمل مرشد کی تلاش شروع فرمادی اور حصول علم باطن کے لیے اس زمانے کے عظیم المرتبت شیخ کامل و مکمل عارف باللہ ولی زمانہ یگانہ روزگار حضرت اخندزادہ نکاب قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور تین سلاسل

قادریہ چشتیہ سہروردیہ مبارکہ کی مکمل تفصیل حاصل کی اور حضرت نے ان تینوں سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

مگر اس تکمیل سے پیاس باقی رہی اور مولانا حضرت شاہ رسول علیہ الرحمۃ نے نقشبندیہ سے حصول طریقہ کے لیے تلاش جاری رکھی اگرچہ تینوں سلاسل سے فیض لے چکے تھے دوست احباب اور علماء کرام سے زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام المحققین حضرت سیدنا شمس الحق کوہستانی کی روحانی شہرت و کمال کے چہ سنے جن کی توجہ شریف سے مرجھائی ہوئی جانیں التفات حاصل کرتی تھیں طلب حق اور تلاش مرشد میں چلتے چلتے حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

پہلی صحبت و توجہ شریف نے ایسا اثر کیا کہ حضرت مولانا شمس الحق کے ہو کے رہ گئے امام طریقہ خواجہ خواجگان نقشبندیہ فرماتے ہیں۔

اول ما آخر ہر منتہی آخر ما جیب تمنا تہی

ہماری ابتداء اوروں کی انتہاء ہے اور ہماری انتہا دامن آرزو خالی کر دیتی ہے۔

حضرت سے بیعت کی التجا کی جس پر آپ مبارک نے قبول فرمایا اور اپنی خدمت اقدس میں کچھ دن گزارنے کا اشارہ فرمایا روزانہ کی لاجواب توجہ شریف وہ رنگ لائی جس کی تمنا تھی حضرت نے بہت کم عرصہ میں تمام اسباق مکمل فرما کر درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

ہر کجا چشمہ شیریں بود مردم و مرغ و مور گرد آئیند

اور با کمال بنا کر اجازت تلقین و توجہ بھی فرمادی۔

دل سے تیری نگاہ جگر تک اتر گئی دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دوسرے سلسلوں کی نسبت پیروی سنت نبوی ﷺ زیادہ ہے اور ترقی کا انحصار زیادہ تراجم سنت پر رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اے محبوب فرمادیجئے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا (ال عمران ۳۱)

لہذا جو طریق سنت کی پیروی نہ کرے گا وہ ترقی سے محروم رہے گا حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں ”طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ مارو گرداند خطرہ دین در رو چرا کہ این طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کبار است“

”ہمارے طریقہ میں کسی کو محرومی نہیں ہے جو کوئی طریقہ سے منہ پھیر لے وہ جان لے کہ دین کے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق ہے۔ اور کامل و مکمل استاد کی رہنمائی کے بغیر یہ منزل بہت دشوار ہے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

کار بے استاد خواہی ساختن جاہلانہ جان بخوای باختن

اگر استاد کے بغیر کام بنانا چاہے تو کامیابی ممکن نہیں بلکہ جاہلوں کی طرح اپنی جان پر کھیلنا پڑے گا حضرت خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

نیست ممکن در رہ عشق اے پسر راہ برون بے دلیل راہبر

اے بیٹے راہ عشق میں یہ ممکن نہیں ہے کہ بغیر راہبر (پیر) راستہ پر چلا جاسکے۔ مزید عارف رومی فرماتے ہیں۔

هیچ چیزے خود بخود پیدانہ شد

هیچ آہن خود بخود تیغ نہ شد

کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوئی اور نہ کوئی لوہا خود بخود تلواری بنا

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

تا غلام شمس تبریز نہ شد

مولوی اس وقت تک مولائے روم نہیں بن سکا جب تک وہ حضرت شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا  
مزید مولانا روئی فرماتے ہیں۔ پیر را بگذین کہ بے پیر این سفر  
ہست راہ پر آفت و خوف و خطر  
اپنے لئے پیر و مرشد پکڑ کیونکہ بغیر پیر کامل و مکمل کے یہ سفر نہایت پر آشوب اور خطرناک ہے۔  
دامن او گیر زور تر بے گماں      تاریخ از آفت آخر زماں

بلاشک و شبہ اس بندہ خاص کا دامن جلد از جلد پکڑتا کہ تو اس آخری زمانہ کی آفتوں سے بچا  
رہے۔

حضرت شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا شمس الحق علیہ الرحمہ کی  
صحبت اور روحانیت سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا اور ان کی خدمت میں درجہ کمال کو پہنچے آپ  
مبارک کے حالات و واقعات اکثر حضرت مولانا خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ سے ملتے جلتے ہیں  
اکثر آپ مبارک کی کیفیات انہی کی طرح ہیں لوگ نور ہدایت و خوشبو معطر اور معرفت کا  
حصول آپ کے وجود بابرکت سے حاصل کرتے ہیں آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو نور  
معرفت سے ایسا پہچانا کہ آپ مبارک کی لیاقت استعداد و قابلیت نامہ کی بنا پر دوسرے پرانے  
اور کئی سالوں سے زیر تربیت احباب طریقت سے پہلے اور بہت کم عرصہ میں خلافت سے  
سرفراز فرمایا۔

ہر ایک نے تجھے اپنی نظر سے پہچانا      جدا جدا ہے تیرا انداز دلربائی کا

حضرت شاہ رسول علیہ الرحمہ خلافت عطا ہونے کے واقعہ کو اس طرح خود بیان کرتے ہیں۔  
میں اور میرے کامل و مکمل مرشد علیہ الرحمہ ایک سفر میں جا رہے تھے کہ آپ مبارک گھوڑے پر  
سوار تھے اور ہم دوسرے لوگ پیدل جا رہے تھے کہ آپ مبارک نے فرمایا ”اے ملاذ کردیا کرو  
“ حالانکہ ابھی مولانا شاہ رسول علیہ الرحمہ کے تمام اسباق مکمل نہیں ہوئے تھے۔

اس واقعہ سے آپ مبارک کی استعداد اور صلاحیتوں اور روحانی کمال اور مرشد کامل و مکمل کی خصوصی نظر عنایت کا واضح پتہ چلتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

اس کے بعد آپ نے منازل سلوک کو بہت جلد مکمل فرمایا اور آپ مبارک کے مرشد گرامی قدر نے سلوک و روحانیت کے تمام راستوں کو طے کروا دیا جب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مکمل ہو گیا اور تمام اسباق بھی منزل مقصود تک پہنچ گئے تو حضرت مولانا شمس الحق علیہ الرحمۃ نے آپ مبارک کو تلقین و توجہ کی مکمل اجازت فرمادی مگر ارشاد خط ابھی تک تحریری عطا نہیں فرمایا تھا کہ سلطان اولیاء، قدوۃ السالکین شمس العارفین مولانا شمس الحق کو ہستانی کا مورخہ 1350ھ کو انتقال ہو گیا تو حضرت کے اس جہان فانی سے رخصت ہونے کے بعد مولانا شاہ رسول علیہ الرحمۃ اپنے وطن نگاب شریف میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور طلباء کو علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ مزین کرنے لگے جو بھی آپ مبارک کی زیر تربیت رہ کر دونوں علوم کی فضیلت سے بہرہ ور ہوتا تو وہ کندن بن کر مدرسہ سے نکلتا اور جو سالک ذکر و بیعت کی سعادت حاصل کرتا تو وہ جذب و کمال حاصل کر کے دوسرے لوگوں کو بھی سیراب کرنے لگ جاتا اس طرح آپ مبارک کے مریدین اور مخلصین و احباب کی تعداد زور پکڑ گئی اور ایسا اضافہ شروع ہو گیا کہ ہر طرف ذکر و فکر و جد، حال و مستی شروع ہو گئی اس میں شک نہیں کہ جب آگ لگتی ہے تو دھواں ضرور اٹھتا ہے جیسے جیسے محبت کرنے والے بڑھتے گئے ساتھ ساتھ مخالفین کے دل بھی حسد کی آگ سے بھڑکتے گئے آپ کے مریدین و سالکین کے جذب و حالات بہت عجیب تھے مستی حال و کیف اس طرح وارد تھا کہ جس طرف آپ کی نظر جاتی عاشقوں کو مرغ بسمل کی طرح تڑپاتی جاتی جب لوگوں کے سینے نگاہوں سے چرنے لگے تو حاسدوں نے شور شرابہ شروع کر دیا کیونکہ آپ اپنے مرشد گرامی سے تحریر ارشاد خط حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اس وجہ سے اس



مشائخ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کا ایمان افروز تذکرہ



ترجمہ و تالیف

محمد عرفان طریقتی قادری  
چیف ایڈیٹر  
ماہنامہ بہار اسلام لاہور

بہار اسلام پبلیکیشنز  
1910/D-1 بلاک گجر پورہ  
سکیم شیر شاہ روڈ لاہور  
0333-0312-0322-4229760-0322-0313-4642506-0423-6844786

marfat.com

Marfat.com

آنحضرت پر ایمان اور اسلام کے زیر پرچم



درس

قرآن کریم

روزانہ بعد نماز فجر

جامع مسجد گلزار مدینہ لاہور  
D/1 بلاک گجر پورہ سکیم

آستانہ عالیہ غفاریہ مجددیہ

بروز ہفتہ  
بعد نماز عشاء

محفل ذکر و فکر

محمد احمد سٹریٹ  
(گیان سٹریٹ)  
گوالمنڈی لاہور  
0300-9454345

زیر صدارت  
پیر طریقت صاحبزادہ  
لذی مجددی  
توصیف ابی

آستانہ عالیہ انوریہ سیفیہ

ہر انگریزی  
مہینے کی پہلی پیر  
بعد نماز عصر

محفل ذکر و فکر

مکان نمبر 7 ای  
سی، جی، ای، کالونی  
وحدت روڈ لاہور  
0321-4153860

زیر صدارت  
پیر طریقت  
صوفی محمد انوریہ سیفی

دینی خدمات میں اپنی مثال آپ تنظیم المدارس المستعدہ الحاق شدہ اہل سنت و جماعت کی تنظیم اور ادارہ دارالحدیث

# دارالعلوم جامعہ اسلامیہ

میں کی کلاسز کا برائے طلباء و طالبات

# حفاظ قاری

داخلہ  
فارسی

تنظیم المدارس کے  
اصاب کے مطابق  
ثانویہ عامہ (ص) درجہ  
عالمہ فاضلہ  
ترجمہ قرآن  
دوسرا کیمبل  
دوسرا کیمبل  
برائے طلباء بمعہ تعلیم عصری  
کورس اہل طالبات  
کورس اہل طالبات  
کورس اہل طالبات

منجی حافظ قاری محمد عرفان طریقتی قادری  
0313-0322-4642506

تقویم المدارس (الہدیت) کے الحاق شدہ اسلامی تعلیمات کے فروغ و اشاعت میں سرگرم

# جامعہ اسلامیہ

## داخلہ

جاری ہے

دو سالہ مکمل

دو سالہ

ترجمہ قرآن  
برائے طالبات

علاؤ الضل  
برائے طالبات

دیگر شعبہ جات  
حفظ القرآن  
ناظرۃ القرآن  
تعلیم عصری  
پرائمری تا میٹرک  
بہار اسلام  
لابیری  
شمارت  
کورسز

دارالعلوم، ریسندہ

جامعہ اسلامیہ

1910 ڈی ون بلاک گجر پورہ سکیم شیر شاہ روڈ لاہور

مجیدی نامہ  
برپست ہنگی  
سیفی

محمد عباس

ابوالرضا محمد

# کتاب با وس

ہمارے ہاں ہر قسم کی اسلامی کتب اور رسائل و ٹوپی، عمائم، مسواک، عطریات وغیرہ دستیاب ہیں

ماہنامہ بہار اسلام کا تازہ شمارہ اور بہار اسلام کی دیگر مطبوعات بھی دستیاب ہیں

صوفی اصغر علی سیفی

0333-4783166

مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد شریف

marfat.com

Marfat.com

بات کو وجہ بنا کر حضرت کو نشانہ بنایا گیا کہ آپ بے خلافت اور ارشاد خط کے بغیر پیری مریدی کر رہے ہیں اس واقعہ کی خبر علاقہ کے افسر مجاز کو دی گئی کہ یہ مولوی بے سند پیری مریدی کر رہا ہے اور اس کے مریدوں کی ان کیفیات سے اہلیان شہر پریشان ہیں یہ بات چلتے چلتے حضرت نور المشائخ قدس سرہ حضرات کا بل تک پہنچی۔ حضرت کی عزت و کمال اور بزرگی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ظرف اور بصیرت سے نوازا تھا۔

آپ نے مخالفین کی من گھڑت توہمات اور پروپیگنڈا دیکھا تو اپنے دست مبارک سے ارشاد خط تحریر فرما کر خدام کے ذریعے مولانا شاہ رسول علیہ الرحمۃ کو ارسال کیا مگر مخالفین ارشاد خط کی وجہ سے آپ کو پریشان نہیں کر رہے تھے وہ تو آپ مبارک کی عزت و کمال سے پریشان تھے حضرت نے ارشاد خط قبول فرمایا اور حضرات نور المشائخ علیہ الرحمۃ کا شکر یہ ادا کیا اور عرض کی کہ حضرت آپ کو جن حالات و واقعات کی خبر ہوئی ہے وہ حقیقت ہے یہ لوگ خود تو روحانیت و کمالات سے بے خبر ہیں ان کی اپنی توجہ میں یہ طاقت نہیں کہ کسی کو اپنی توجہ سے درجہ کمال تک عروج دے سکیں یہ لوگ صرف پریشان کرنے کے لیے ایسی باتوں میں گرفتار ہیں۔

اب اگرچہ ارشاد خط کا اعتراض ختم ہونا چاہیے تھا مگر مخالفین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور اسی طرح دشمنی اور مخالفت پر اترے رہے اور حسد کی آگ تھوڑی سی بھی سرد نہ ہوئی تو مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمۃ نے سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے ہجرت فرمانے کا ارادہ فرمایا اور وطن چھوڑ کر طالقان کے علاقہ میں تشریف لے آئے اور یہاں علوم ظاہری و باطنی کے ارشاد کا کام زور و شور سے شروع فرمایا سلوک کی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاق نبوی ﷺ کی تربیت اور احباب طریقت کو منور فرماتے رہے اور درس و تدریس کو بھی ترک نہ فرمایا آخری عمر تک طالقان کی سرزمین پر آئیوالے عاشقین کی عشق و محبت رسول ﷺ اور روحانی جسمانی تعلیمات اور دونوں علوم کی روشنی سے روحانی تربیت فرمائی اور باقی تمام عمر



کا حصہ اسی جگہ پر گزارا اور لوگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہوتے رہے۔

جیسا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند کہ برندا زرہ نہا محرم قافلہ را

حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ پوشیدہ طور پر اپنے طلبہ کو حرم میں لے جاتے ہیں

از دل سالک رہ جاؤ بہ محبت شاں می بردوسوسہ خلوت و فکر چلہ را  
سالک کے دل سے ان کی محبت کی کشش خلوت کے خیال اور چلہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔  
تو نقش نقش بنداں را چہ دانی تو شکل پیکر جاں را چہ دانی  
تو نقش نقشبنداں کو کیا جانے تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے۔

گیاہ سبزہ داند قدر باراں تو خشکی قدر باراں را چہ دانی  
تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے۔

ہنوز از کفر ایمانت خبر نیست حقائق ایمان را چہ دانی  
ابھی تجھے کفر و ایمان کی خبر نہیں ہے تو بھلا کمالات ایمان کو کیا جانے۔

بالآخر 1360 ہجری جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقام امامت سے سرفراز فرمایا تو آپ سیدنا  
ومولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمۃ نے اس دارقانی کو الوداع کہا۔

”ان اللہ وانا الیہ راجعون“

☆ قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ ☆

عطار ہو روی ہو سجدی ہو غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر دور ہوزمانہ اوز ہر صدی میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور  
ہوتی ہے جو اپنی نظیر آپ ہوتی ہے اور اس کے رخصت ہونے سے کبھی نہ پر ہونے والا خلا پیدا  
ہو جاتا ہے اور پھر چشم عالم اس جیسی ہستی کا مشاہدہ کرنے کیلئے عرصہ دراز تک انتظار کرتی ہے۔

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان ہی دیدہ وروں میں سے ایک ہستی جن کی دید کو آج دنیا ترستی ہے فرید عصر  
صاحب خوارق و معارف عالم الوری ولی کامل و کمل محبوب ذات سبحانی مجاہد ملت اسلامیہ  
چراغ خانوادہ ولایت فخر الہست نامپ تاجدار طالقان حضرت شاہ رسول طالقانی سیدنا و مولانا

محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف مولوی بزرگ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سمنگان میں ہوئی آپ پچیس برس کی عمر میں طاہری علوم کے حصول کیلئے گھر سے نکلے اور تمام مروجہ علوم و فنون ایک سال اور دو ماہ میں مکمل فرمائے۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت کی طرح روزانہ بخاری کے پچیس چھیس اوراق کی تلاوت فرماتے۔ طالب علمی کے دور میں کبھی کبھی آپ کتاب شریف نامی قریہ میں تشریف لے جاتے، وہاں فرید دوراں شیخ المشائخ حضرت مولانا سلطان تگابی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف تھا جو اپنے زمانے کے فرید عصر اور صاحب خوارق کثیرہ تھے، اور ان کی کئی کرامات بعد از وصال بھی مشہور تھیں اور مولانا صاحب مبارک اکثر ان کے مزار شریف پر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان محمد تگابی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام علوم مجھے عطا ہو گئے اور اس خواب کے بعد مجھ پر علوم معارف اور فنون کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ جس کتاب پر میں نظر کرتا تو اس کے مطالعے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوتی اور میں کتاب کی تہہ تک پہنچ جاتا۔

در مدرسہ ہائے کشور غیب

تحصیل نمودہ علم لاریب

آپ مبارک کے علمی و ادبی حلقوں میں مقام کو سمجھنے کیلئے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے جنہیں حتی المقدور انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ مبارک نے، صرف و نحو کی تعلیم کا آغاز اپنے زمانہ کے بڑے بڑے قابل علماء سے کیا اور انہیں سے علوم کا اختتام ہوا یہاں تک کہ آپ آسمان علم و تحقیق کے آفتاب بن کر چمکے۔ آپ مبارک کو تلاوت کلام پاک سے از حد محبت تھی۔ آپ مبارک پانچ گھنٹوں میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔ آپ قرآن پاک کے اٹھارہ پاروں کے حافظ تھے۔ جب تلاوت فرماتے تو

آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ آپ نے صیام داؤدی کے مطابق روزے رکھے کیونکہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے پانچ سال روزے رکھے تھے۔

بیعت و ذکر: آپ مبارک نے اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ سلطان الاولیاء شمس العارفین سراج السالکین حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور ذکر حاصل کیا۔ آپ نے بہت کم وقت میں اپنے شیخ کامل و مکمل کی صحبت میں رہ کر کمال حاصل کیا اور حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں اور خلفاء کرام میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی کے سلسلہ طریقت کو بہت عروج حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بہاریں عطا فرمائیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں

رہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

کوئی آدمی جب مولانا صاحب مبارک کی صحبت میں آ بیٹھتا تو آپ مبارک کی کمال توجہ کی برکت سے بہت جلد مقام ولایت پر سرفراز ہو جاتا، گویا کہ آپ مبارک کی محفل اولیاء کرام کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اگر آپ مبارک کسی بھی عالم دین سے گفتگو فرماتے تو وہ عالم خود کو علوم سے عاری اور اپنے آپ کو محض عوام سمجھتا کیونکہ آپ مبارک دقائق اور معارف اکثر قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی نصوص سے بیان فرماتے تھے، اور سامعین تو حالت اضطراب میں رہ جاتے۔

کرامات: آپ مبارک صاحب خوارق و کرامات تھے، ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید اپنی کمزور بچی سمیت سیلاب کے پانی میں گر گیا، بے یار و مددگار ہونے کی وجہ سے کبھی کسی پتھر

پر ہاتھ ڈالتا اور کبھی کسی جھاڑی پر۔ اچانک اس کے دل میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد موجزن ہوئی تو اس نے آپ مبارک کو پکارا، اس کے سامنے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس نے انہیں خشکی پر پہنچا دیا۔

اسی طرح عبدالرزاق نامی شخص جو ”بزکشی“ (بزکشی ایک کھیل ہے جو افغانستان میں کھیلا جاتا ہے) کھیلتا تھا۔ دوران کھیل اچانک زین سمیت گھوڑے کی کمر سے پیٹ کی طرف پھسل کر لٹک گیا، اگر گر جاتا تو گھوڑے کے پاؤں تلے روند جاتا۔ اس نے اس پریشانی کی حالت میں سرکار مولانا صاحب علیہ الرحمہ کو یاد کیا تو ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس کو زین سمیت اوپر کر دیا۔ جب یہ واقعہ عبدالرزاق نے مولانا صاحب مبارک کے مریدوں اور عقیدت مندوں سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی، کہ فلاں دن ہم نے حضرت مولانا صاحب مبارک کو ”عبدالرزاق“ ”عبدالرزاق“ فرماتے سنا تھا۔ اور ہم اس وقت حیران ہوئے کہ حضرت مولانا صاحب کس کو بلارہے ہیں؟۔

ان کے علاوہ اور بہت سی کرامات ہیں جن کو یکجا کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب بنے گی۔ آپ مبارک لباس فاخرہ و عمدہ پہنتے تھے۔ خصوصاً آپ سیاہ اور سبز دستار پسند فرماتے تھے۔

از درون شد آشنا و از برون جی گانہ شد

کایں چنین زیاروش کم می بود اندر جہاں

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کامل و مکمل اشخاص کی تلاش میں مختلف مزاروں پر گئے اور مشائخ کبار علیہم الرحمہ سے ملاقاتیں کیں، مگر دل کو تسلی نہ ہوئی۔ جو چیز آپ مبارک کو قبلہ شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ سے حاصل ہوئی تھی اس کا دوسری جگہ عشر مشیر بھی نظر نہ آیا۔ دل کی تمنائیں کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ جیسا شخص دوبارہ

مل جائے اور اس سے فیض حاصل کر کے روحانیت کی پیاس مزید بجھائی جائے، مگر ایسا کہیں نظر نہ آیا۔ ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی اور سیدنا اخندزادہ سیف الرحمن مدظلہما آپس میں پیر بھائی تھے۔ مولانا صاحب مبارک نے سلاسل اربعہ کا مروجہ سلوک حضرت شاہ رسول طالقانی سے مکمل کیا تھا مگر سرکار اخندزادہ مبارک مدظلہ ابھی ابتدائی سلوک میں تھے کہ حضرت شاہ رسول طالقانی کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے سرکار اخندزادہ مبارک مدظلہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ اگرچہ سلسلہ نقشبندیہ میں پانچ لطائف جاری ہو گئے تھے، مگر باقی سلاسل کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بھی تمام اسباق و مراقبات مکمل کئے۔

سرکار اخندزادہ مبارک تو شاہ صاحب کیا انتقال کے بعد مولانا محمد ہاشم سمنگانی سے مل گئے مگر مولانا صاحب علیہ الرحمہ کو شاہ صاحب کے بعد ایسا شخص نہیں ملا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری چند سال طریقت و ارشاد کا کام کیا، مگر ہر کس کو آپ فوراً بیعت نہیں فرماتے تھے اور آنے والے سالک کو ایک ہی نظر میں مکمل پڑھ لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ  
نور سے دیکھتا ہے۔

تقوا فراسة المومن فانه  
ينظر بنور الله عزوجل

آپ کے خلفاء کرام: حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد نہیں کے قریب تھی وہ خلافت عطا کرنے میں جلدی نہیں فرماتے تھے اور اسباق بھی وقت کے ساتھ تبدیل کرتے تھے۔ آپ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بہت پر اثر ہوا کرتی تھی، جو آتا اس میں گم ہو جاتا اور اس کا آپ کی صحبت سے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ صرف وہ لوگ جو

دنیاوی نام و نمود کو پسند کرتے وہ آپ کی محبت سے کچھ حاصل نہ کرتے۔

”قدر ایں می ندانی بخدا تانہ بخشی“

جب تک کسی چیز کو چکھنا نہ جائے اس کا ذائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

اکثر اوقات جس طرح لوگ عام مشائخ کبار کو تحفہ دیتے یا خدمت کرتے ہیں تو آپ کی بھی معتقدین خدمت کرتے تو آپ فوراً اسی وقت غرباء اور مساکین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ نے کبھی دنیا کی زیب و زینت کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا اور اسے کوڑی کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔ آپ کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ مبارک نے مال و دولت کو اپنے لئے کبھی بھی جمع نہیں فرمایا، بلکہ اکثر اوقات اسے غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ میرے مرشد گرامی حضرت سیدنا اخندزادہ مبارک مدظلہ نے مال کی تقسیم کی بابت بہت عمدہ جملہ استعمال فرمایا کہ ”ناطع..... نہ جمع..... نہ منع“ کوئی لے آئے تو لالچ نہیں آجائے تو جمع نہیں۔ کیونکہ مال جمع کرنا فقر نہیں۔ اور اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے تحفہ دیتا ہے تو سنت رسول ﷺ ہے کہ صدق دل سے اسے قبول کیا جائے اور اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت قیوم زماں سیدنا و مرشدنا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کا یہی طریقہ کار تھا۔ جیسا کہ میرے عالی مرتبت مرشد اخندزادہ مبارک مدظلہ کا عمل ہے کہ ہزاروں غرباء کی دادرسی فرماتے ہیں اور کئی خاندان آپ مبارک کی وجہ سے چل رہے ہیں۔ اور آپ کے در اقدس کے نمک خوار ہیں۔ اور آپ کا آستانہ غریبوں، فقیروں اور مسکینوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ آپ وہ دولت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ صبح و شام فی سبیل اللہ تقسیم فرما رہے ہیں جس سے لاکھوں دنیا سیراب ہو رہی ہے اور آگے جا کر دنیا والوں کو مزید سیراب کر رہی ہے۔

حضرت اخندزادہ مبارک مدظلہ کا سینہ مبارک جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت سے سیراب ہوا اور سرکار اخندزادہ مبارک نے اپنے اٹھارہ ہزار خلفاء کو سیراب کر



کے ایسی جماعت تیار کی ہے جس سے ایک جہاں فیض یاب ہو رہا ہے اور دن بدن اس سلسلے کو عروج واقع ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کو علوم معارف اور تصوف میں ایسی مہارت حاصل تھی کہ جو حقائق و معارف آپ کے پاس تھے وہ دوسرے ہم عصر علماء و مشائخ کو حاصل نہ تھے۔ خصوصاً آپ مبارک کو مکتوبات امام ربانی اور مثنوی شریف مولانا روم میں بہت مہارت حاصل تھی۔

وفات: آپ اکثر و بیشتر بیمار رہتے اور مختلف قسم کی بیماریاں اور امراض آپ کو لاحق تھے۔ مگر آنے والے سائل توجہ اور فیوض و برکات سے ضرور نوازے جاتے۔ جب آپ کی عمر 42 سال ہوئی تو تکالیف مزید بڑھ گئیں۔ آپ کو ٹی بی اور تپ دق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ علاج کی غرض سے آپ پاکستان تشریف لائے مگر بقضائے الہی 9 شوال المکرم 1391 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا لله وانا اليه راجعون

آپ کے خلفائے کرام میں سے حضرت سیدنا و مرشدنا اخندزادہ سیف الرحمن المعروف پیر ارچی و خراسانی مدظلہ العالی ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ نے خط میں تحریر فرمایا ”مقبولہ مقبولی و مردودہ مردودی“ (جو ان کی نظر میں مقبول ہے وہ میری نزدیک بھی مقبول ہے اور جو ان کے نزدیک مردود ہے وہ میرے نزدیک بھی مردود ہے) ایک اور مکتوب میں فرمایا ”ردیف کمالا تم“ اور ساتھ شعر تحریر فرمائے جن کا مطلب ہے کہ تم میرا خط پڑھو تو گریہ و زاری کرو کیونکہ جس وقت میں نے خط تحریر کیا تھا تو میں بھی رویا تھا۔

لوگوں میرے دوست کو سلام پہنچاؤ

میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

اولاد: آپ مبارک نے دو شادیاں فرمائیں پہلی شادی مرزا حضرت کی بیٹی کے ساتھ اور دوسری شادی حضرت اخندزادہ مبارک کے بڑے بھائی بادشاہ لالہ مولانا عبدالباسط علیہ الرحمہ کی بیٹی کے ساتھ۔ پہلی بیوی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ اور دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی عطا فرمائی جس کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ آپ اخندزادہ مبارک دامت برکاتہ کے بھائی کی نو اسی ہیں اور ان کی والدہ اور مخدوم زادہ علامہ محمد سعید احمد حیدری جو سرکار مبارک کے بڑے بیٹے ہیں دونوں ہمیشہ ہیں یعنی دودھ کے بہن بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے قبلہ حیدری صاحب مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر کے ماموں لگے اور اخندزادہ مبارک مدظلہ کی پہلی زوجہ کی تمام اولاد ان کی خالائیں اور ماموں ہوئے اس وجہ سے محترمہ بی بی فاطمہ، سرکار اخندزادہ مبارک کے گھر میں زیادہ جاتی ہیں۔

قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کا عرس ہر سال 9 شوال المکرم کو آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد لکھنؤ میں بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اختر زادہ سیف الرحمن مبارک پیر ارچی خراسانی

نام و نسب: آپ کا نام ”سیف الرحمن“ اور آپ کے والد محترم کا اسم گرامی صوفی  
باصفا قاری سرفراز خان قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا جبکہ مزید نسب نامہ کچھ یوں ہے۔  
سیف الرحمن بن قاری سرفراز خان بن محمد حیدر بن محمد علی بن بابا نور علی۔

لقب: اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب ”حضرت مبارک صاحب“ ہے مگر آپ اور بہت سے  
القابات سے بھی پہچانے جاتے تھے۔

ولادت باسعادت:۔ آپ کی ولادت باسعادت 1349ھ میں جلال آباد (افغانستان)  
سے 20 کلومیٹر دور جنوب کی جانب واقع ایک گاؤں کوٹ بابا کلی میں ہوئی۔

بچپن: آپ بچپن سے ہی صاحب کشف و مشاہدہ تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں.....

میں چھوٹے ہوتے، کون و مکان اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ اور اللہ کی عجیب و  
غریب مخلوق جو دوسروں کی نظروں پوشیدہ ہوتی، میں دیکھا کرتا تھا۔ (تاریخ اولیاء)

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاری سرفراز خان صاحب سے

حاصل کی جو صوفیاء صافیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ اپنے وقت و دیار کے دیگر علماء  
ذی وقار سے بھی استفادہ کیا۔

تخصیص علم کیلئے سفر: شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں.....

طلب کردن علم شد بر تو فرض

وگر واجب است از پیش قطع ارض

(اے مخاطب! تجھ پر علم حاصل کرنا فرض اور اس کی تخصیص کیلئے زمین کا سفر کرنا واجب ہے)

اس شعر کے مصداق آپ نے علوم و فنون میں ترقی پانے کیلئے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ پاکستان

کے علاقہ پشاور میں متعدد علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ آپ کے اساتذہ میں

سے چند ایک کے اسماء حسب ذیل ہیں.....

1- شیخ القرآن مولانا محمد اسلام بابا صاحب

2- حضرت مولانا محمد آدم خان صاحب آماز و گڑھی

3- مولوی محمد اسلم صاحب

4- مولانا محمد حسین صاحب

5- حضرت مولانا محمد ولید صاحب

6- حضرت مولانا محمد عبد الباسط

7- مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب وغیرہم

ان اساتذہ کے علاوہ دیگر ذی علم شخصیات سے صرف، نحو، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث

اور اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، تجوید و قرأت اور عقائد میں کامل دسترس حاصل کی۔

بالخصوص آپ کو فقہ حنفی اور اصول فقہ پر کھل دستگاہ تھی۔ اس بات کا اندازہ آپ سے پوچھے گئے

سوالات کے جوابات پڑھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

بیعت و ذکر: تحصیل علوم ظاہری کے بعد باطنی فیوض و برکات کیلئے آپ مرد حق کی تلاش میں سرگرواں رہے حتیٰ کہ آپ کی ملاقات جامع معقول و منقول حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی علیہ الرحمہ سے ہوئی۔ حضرت مبارک صاحب ان کی شخصیت سے بے حد و شمار متاثر ہوئے اور ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق شروع فرمائے۔

ابھی آپ لطیفہ قلب پر تھے کہ 1381ھ میں مولانا طالقانی دارفانی کو الوداع کہہ گئے۔ تو آپ نے بقیہ منازل سلوک مولانا طالقانی کے بڑے خلیفہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی کے زیر سایہ مکمل کیں۔

حضرت مبارک صاحب اور محبت شیخ: حضرت اخندزادہ مبارک علیہ الرحمہ کو اپنے پیر و مرشد، حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی سے بے حد بہت تھی۔ جس کا اظہار وقتاً فوقتاً آپ کے افعال و اقوال سے ہوتا رہتا تھا۔ اس کی ایک بین دلیل یہ بھی ہے کہ 9 سوال کو مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ کی یاد اور ایصالِ ثواب کیلئے عرس مقدس کا اہتمام حضرت مبارک علیہ السلام نے بڑے ذوق و اہتمام سے کرتے ہیں۔

مرشد گرامی کی نظر التفات: حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اخندزادہ مبارک سے غایت درجہ محبت تھی اسی لئے انہوں نے سرکار اخندزادہ مبارک کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی اپنے مریدین و متوسلین کو حضرت اخندزادہ مبارک کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرمائی۔ ان احباب کی باہمی محبت اس سے بھی اجاگر ہو جاتی ہے کہ مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ نے یہ حکم نامہ جاری فرمایا کہ جو اخندزادہ سیف

الرحمن کو مقبول ہوگا وہ مجھے مقبول ہے اور جو ان کی طرف سے مردود ہوگا وہ میری جانب سے بھی مردود ہے عبارت کچھ اس طرح ہے۔

”مقبولہ مقبولی و مردودہ مردودی“

ازدواجی زندگی: حضرت اخندزادہ مبارک نے کل سات شادیاں کی۔ تاوقت وصال آپ کے عقد میں چار بیویاں تھیں۔

اولاد و امجاد: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی طرح اولاد میں بھی آپ کو حظ وافر عطا فرمایا ہے۔

آپ کی اولاد میں تیرہ 13 بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ بیٹیوں کے اسماء درج ذیل ہیں.....

1- مولانا محمد سعید حیدری سیفی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیفیہ

2- شیخ الحدیث مولانا محمد حمید جان سیفی

3- علامہ محمد احمد سعید المعروف یار جان سیفی

4- مولانا عبدالباقی سیفی

5- الحافظ القاری مولانا قاری محمد حبیب جان سیفی

6- الحافظ مولانا سید احمد حسین سیفی (والدہ کی جانب سے سید ہیں)

7- مولانا سید احمد حسن سیفی

8- سید محمد محسن (یہ تینوں ایک ہی بیوی سے ہیں جو سیدہ ہیں)

9- محمد سیف اللہ

10- محمد صفی اللہ

11- محمد نجیب اللہ

12- محمد حبیب اللہ

قطغن تشریف آوری: پہلی شادی کے 6 ماہ بعد آپ قطغن تشریف لے گئے اور لو دین میں سکونت اختیار کی جو قدوز میں واقع ہے۔ تین سال کا عرصہ وہاں گزارا۔ حکومت افغانستان کی طرف سے دشت ارچی میں آپ کو زمین دی گئی جہاں آپ نے مکان تعمیر کیا اور رہائش اختیار کی۔ وہاں کی آبادی بڑھتی گئی اور بڑھتے بڑھتے ایک گاؤں صورت اختیار کر گئی۔ وہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کی اور امامت و خطابت کے فرائض بخیر و خوبی انجام دینے لگے۔

درس و تدریس: حضرت اخندزادہ مبارک نے اپنی عمر کا کافی حصہ درس و تدریس میں صرف فرمایا اور ساتھ ساتھ طریقت و ارشاد کے کام کو بھی جاری رکھا اور آپ ایک اعلیٰ پائے کے معتبر عالم ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد میں علماء کرام کے مرجع ہوئے۔ آپ کے علمی کمالات کی وجہ سے افغانستان و پاکستان کے طول و عرض میں شہرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ پشاور کے علاوہ ڈاگئی صوابی کے مشہور و معروف عالم دین جو طالبان حکومت کی طرف سے شیخ الحدیث کی حیثیت سے مرکز کابل کے مرکزی جامعہ میں مقرر کئے گئے، انہوں نے بھی اس زمانہ میں دشت ارچی میں حاضر ہو کر ذکر و بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس سے حضرت صاحب کے علمی و روحانی قد کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

آپ مبارک کا تقویٰ: ایک شیخ و عالم دین کا سب سے بڑا وصف اور کمال یہ ہے کہ وہ زہد و تقویٰ اور خشیت الہی کی دولت بے بہا سے مالا مال ہو۔ حضرت علامہ پیر سیف الرحمن مبارک تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ مبارک کے تقویٰ کا اعتراف تو آپ مبارک کے پیر حضرت مُرشدنا قوم زمان مولانا محمد ہاشم سمنگانی کو بھی تھا جس کی وجہ سے آپ اخندزادہ مبارک کو مصلیٰ و امامت پر کھڑا فرماتے اور ان کی افتاء پر فخر کرتے۔



سرکار اخندزادہ مبارک جہاں علوم و معارف میں یگانہ روزگار ہیں اور نابغہ عصر تھے اسی طرح اپنے وقت میں تقویٰ و طہارت کے کوہ عظیم تھے۔ ہم نے ابھی تک آپ مبارک سے بڑھ کر زاہد و عابد متقی اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے ڈرنے اور خوف رکھنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اپنے وقت کے اصحاب تقویٰ و زہد کے امام تصور کیے جاتے تھے۔

**مسائل میں استقامت:** آپ مبارک کوئی موقف اختیار فرماتے ہیں تو جذباتی تخیلات کی بنا پر نہیں اپنے پورے عالمانہ کمال و تحقیق کے بعد اختیار فرماتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے کہ کسی عالم دین یا شیخ زمانہ کو میرے قائم کئے ہوئے موقف سے اگر اختلاف ہو تو میرے ساتھ براہ راست گفتگو کر کے مجھے قائل کرے۔ جس کسی کو میرے ساتھ علمی اختلاف ہے وہ ایک بار میرے پاس تو آئے میں قرآن و حدیث سے اپنے موقف کی وضاحت کروں گا! **اصاف کریمانہ:** آپ اخندزادہ مبارک نہایت اخلاق، ملنسار اور متواضع شخصیت کے مالک تھے۔ آفتاب و مہتاب علم و عرفاں ہونے کے باوجود عجب، خود بینی اور ریا کاری سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔ سالکین سے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے ملتے کہ آنے والا آپ کے اخلاق کریمہ کو دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ مزاج مبارک میں حیرت انگیز تحمل کہ عام سالک بھی بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر سکے۔ کیا مجال کہ آپ کی پیشانی پر شکن پڑ جائے اس کے باوجود آپ کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علماء و مشائخ جب حاضری دیتے تو ڈر سے گفتگو نہ کر پاتے، مگر سرکار مبارک ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

**آپ کے بیعت کرنے کا طریقہ:** حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو بیعت کرتے مندرجہ ذیل طریقہ کار اپناتے تھے۔

(1)..... ایک بار سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر اس کا ثواب سلسلہ نقشبندیہ کے

بزرگوں کو ایصال کرتے۔

(2)..... مرید ہونے والے کے دونوں ہاتھوں کو مصافحہ کرنے کے انداز میں پکڑتے۔

(3)..... کلمہ شہادت خود بھی پڑھتے اور مرید کو بھی حکم دیتے

(4)..... اور پھر اس کے بعد ”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر“

(5)..... اس کے بعد ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“

(6)..... پھر کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد لہی وہییت وہو علی کل شی

قدیر“

(7)..... اس کے بعد تین بار استغفار ”استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہوا لکی القیوم واتوب الیہ

“پڑھتے۔

(8)..... ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھتے اور پڑھاتے۔

(9)..... پھر ”رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً و محمد ﷺ نبیاً ورسولاً“

(10)..... اگر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کرنا ہو تو سیدھے ہاتھ کی انگلیاں (انگوٹھے کے

علاوہ) مرید کے لطیفہ قلب (جس کا مقام بائیں پستان کے دو انگشت نیچے ہے) پر رکھتے اور

اپنی زبان سے تین بار ”اللہ، اللہ، اللہ“ پڑھتے اور پھر زبان بند کر کے دل سے ذکر شروع

کرواتے اور اپنے خاص طریقہ سے توجہ فرماتے۔

(11)..... اگر سلسلہ عالیہ، قادریہ، چشتیہ یا سہروردیہ میں بیعت کرتے تو حضور قلبی کے ساتھ

ساتھ زبان سے اسباق اور کرنے کی تلقین فرماتے۔ اور ان سلاسل کے خاص لوازمات کی

تعلیم دیتے۔

سرکار اخذ زاوہ مبارک کی خدمات: آپ مبارک کے علم و فضل و سیرت و کردار

اخلاق کے ساتھ ساتھ ایک پہلو آپ کی خدمت کا ہے۔ آپ نے تقریباً ان تمام شعبہ جات میں خدمات انجام دیں جو کسی بھی باعمل عالم اور با تقویٰ مرشد و ہادی کیلئے ضروری ہوتے ہیں علمی مرتبہ و مقام: کسی بھی صوفی کی صوفیت اور راہ طریقت میں اس کی چال ڈھال کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے مختلف زاویوں سے اس کی شخصیت کا مطالعہ ضروری ہے۔ ان مختلف گوشوں میں سے ایک گوشہ ”علم و فقہ“ ہے۔ جس سے اس کی فقہی بصیرت اور علمی لیاقت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص کس حد تک قرب الہی کی تحصیل کر سکتا ہے۔

”علم، انبیاء کی وراثت ہے“ اور کائنات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کسی شخص کو تقرب الہی کا حصول نہیں۔ لہذا ہر صوفی اور قرب الہی پانے کے متمنی کیلئے انبیاء کی وراثت سے حصہ پانا از حد ضروری ہے۔ جو شخص انبیاء کرام کی وراثت کو سنبھال نہیں پاتا اس سے امانت الہی اور قرب الہی کے حصول کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

اگر کوئی شخص علم و فقہ کو چھوڑ کر صوفی بننے کی سعی کرتا ہے تو اللہ کی محبت تو نہیں البتہ شیطان کی مسخریت اس کے حصے میں ضرور آجاتی ہے۔ امام احمد رضا قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.....

”صوفی بے علم مسخرۃ شیطان است“

یعنی بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے

(فتاویٰ رضویہ)

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ تحصیل علم کا مقصد قرب الہی کا حصول ہے۔ لہذا اگر کسی شخص کے علم نے اسے ذات الہی کا قرب عطا نہ کیا تو بلاشبہ اس کی محنت اور علمی لیاقت رائیگاں جائے گی۔ لہذا صوفی بننے اور ذات رب العلمین کا قرب پانے کیلئے فقہ و تصوف

دونوں از حد ضروری اور لازم و ملزوم ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان اس بات کی عکاسی کرتا ہے.....

”من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم يتصوف فقد لفسق ومن جمع بينهما فقد تحقق“ یعنی جو صوفی بنے مگر فقہ حاصل نہ کرے وہ زندیق ہے اور جو فقہ حاصل کرے مگر تصوف کی طرف مائل نہ ہو وہ فاسق ہے اور جس نے دونوں کو حاصل کیا اس نے حقیقت کو پایا۔ (ایفاظ الہم ص 6)

بلاشبہ حضرت اختر زادہ پیر سیف الرحمن مبارک علیہ الرحمہ اپنے دور کے نابغہ عصر فقیہ اور بلند پایہ صوفی تھے۔ انہوں نے علم فقہ اور تصوف دونوں کو بدرجہ کمال حاصل کیا۔ آپ کی تصوف کے بارے خدمات تو آفتاب نصف النہار کی طرح واضح و روشن ہیں، مگر بہت سارے لوگ ان کی علمی لیاقت اور فقہی بصیرت سے لاعلم ہیں۔ حضرت مبارک کی علمی و فقہی خدمات پر ”بہار اسلام“ کے پلیٹ فارم سے تحقیقاتی مقالے جات ترتیب دیئے جا رہے جن کا مختصر تذکرہ ”غرض تالیف“ میں آچکا۔

تاہم حضرت مبارک صاحب کی علمی و فنی خصوصیات پر چند باتیں زینت قرطاس کرتا ہوں تاکہ ان کی علمی حیثیت سے کچھ نہ واقفیت ہو جائے۔

تفسیر قرآن میں آپ کی خدمات: تمام علوم کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ جو عالم اس کتاب لاریب کو سمجھ جاتا ہے اس کے تبحر علمی کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ حضرت اختر زادہ مبارک علیہ الرحمہ کی ذات کو اس حوالے سے دیکھا جائے تو آپ اپنے وقت کے ماہر مفسر کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

ہماری معلومات کے مطابق 40 سے زائد تفسیر پر آپ کے تشریحی و توضیحی حواشی موجود

ہیں جو کسی بھی راہ تحقیق کے راہی کیلئے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

علم حدیث میں گو ہر افشائیاں : اشرف و اعلیٰ علوم میں سے ایک ”علم الحدیث الشریف“ بھی ہے۔ چونکہ اس علم کا تعلق ”سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ“ کے فرامین و افعال کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس کی قدر و قیمت تمام علوم سے بڑھ کر ہے۔

100 سے زائد کتب احادیث پر ”حضرت اخندزادہ مبارک“ کی تعلیقات تحریر ہیں جن کے مطالعہ سے آپ کی جودت و ہنی اور نقطہ آفرینی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور جو اس بات پر شاہد و عادل ہیں کہ حضرت اپنے دور کے عظیم محدث و شارح حدیث تھے۔

فقہ و اصول فقہ: تقریباً تیسری صدی ہجری میں باقاعدہ فقہ اور اصول فقہ کی تدوین کی گئی جس کا سہرا امام الائمہ حضرت سیدنا و امامنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے۔ دیگر ائمہ نے بھی اس علم میں خدمات سرانجام دی ہیں مگر فقہ و اصول میں وہ تمام حضرت امام صاحب کے ہی خوشہ چیں ہیں۔

حضرت اخندزادہ مبارک کے دو سو 200 سے زائد مکتوبات آپ کی فقہی بصارت پر وال ہیں۔ ان میں سے چند ایک مکاتیب کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔

”عورتوں کیلئے دعوت و ارشاد جائز ہے نہیں“ ”مسئلہ حلق شوارب (مونچھوں کو پست کرنے کے بارے تحقیقی مواد)“ ”وجد و تواجد کے بارے فتویٰ“ وغیرہم۔ ان کے علاوہ متعدد مکاتیب کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ جو آپ کی فقہی بصیرت پر وال ہے۔

جو بندہ ”مسئلہ حلق شوارب“ کی ابتدائی گفتگو ہی پڑھ لے وہ آپ کی فقہ اور خصوصاً ”فقہ حنفی“ پر گہری نظر کا معترف ہو جاتا ہے۔

علم صرف و نحو پر نظر اور شریعت و طریقت: ”لو لا السنتان لہلک النعمان“

یعنی اگر دو سال (جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی صحبت میں گزارے) نہ ہوتے تو نعمان (امام ابوحنیفہ) ہلاک ہو جاتا۔ یہ جملہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

اس میں ”السُّنَّتَانِ“ عربی لغت کے اعتبار سے ”السُّنَّةُ“ کا تثنیہ ہے جس کا معنی ہے ”دو سال“۔ (اس کا مفہوم اوپر ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے۔)

حضرت اخندزادہ مبارک اس کا ایک اور معنی بیان فرماتے ہیں کہ ”السُّنَّتَانِ“ میں سین پر رفع (پیش) اور نون مشدد ہے (السُّنَّتَانِ)۔ اب اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ.....  
”اگر دو سنتیں نہ ہوتی تو نعمان ہلاک ہو جاتا“ ایک سنت سے مراد ”شریعت“ اور دوسری سے مراد ”طریقت“ ہے۔

اس سے آپ مبارک کی ذہانت و فطانت کا اندازہ لگایا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

”حب الوطن من الایمان“ سے نقطہ آفرینی: حضرت اخندزادہ مبارک خود فرماتے ہیں کہ.....

میں حضرت مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ارچی میں تھا کہ آپ نے یہ حدیث شریفی پڑھی ”حب الوطن من الایمان“ (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے) اور فارسی کا یہ مصرعہ پڑھا

تو مکانی اصل تو در لا مکان

مولانا صاحب نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا.....

وطن سے مراد اصل روح ہے جو کہ عرش کے فوق عالم امر میں ہے۔ جہاں سے روح انسان کے جسم میں آئی ہے۔ (لہذا اس مقام سے محبت کرنا ”وطن سے محبت“ کرنا ہے۔)

حضرت اخندزادہ مبارک فرماتے ہیں کہ مجھ پر کشف ہوا کہ اس وطن سے مراد وہ وطن جس میں

دیدارِ خداوندی ہوتا ہے۔ اس مراد جنت ہے۔ چنانچہ جب میں نے یہ بیان کیا تو مولانا صاحب نے مجھے ڈانٹا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ میری تربیت صحیح ہو کیونکہ میں نے حدیث شریف کی تشریح مولانا صاحب کی تشریح کے خلاف کی تھی۔

اس کے بعد مولانا ہاشم سمنگانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی کوئی غرض و حاجت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے اور انکو جنت و دوزخ کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا بے شک لوگوں کے تین مراتب ہیں.....

1۔ عوام      2۔ خواص      3۔ اخص الخواص

پس عوام جنت کی آرزو اور خواہش کرتے ہیں کیونکہ وہ عشرت و آرام کی جگہ ہے۔ اور جو خواص ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہوتے ہیں اور جنت و دوزخ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اخص الخواص کی طلب جنت ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور دیدار کی جگہ ہے۔ اور وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور دیدار سے محرومی کی جگہ ہے۔ پس میں نے جو تشریح بیان کی ہے وہ اخص الخواص کے مقام کے لائق ہے اور یہ کہ اولیاء اللہ کا جنت و دوزخ کی پرواہ نہ کرنا خواص کا درجہ ہے اس لئے میری اور آپ کی تاویل میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ملخصاً ہدیۃ السالکین فی روائع المنکرین ص 417)

حضرت مبارک صاحب کے علمی گوشوں میں سے چند ایک گوشے آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں جن سے آپ کے پایہ علمی کا اندازہ لگا مشکل نہیں رہا۔ تاہم ان خدمات پر تحقیق کا کام جاری ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ”انجمن بہار اسلام“ کو اس مقصد میں بامراد فرمائے۔

کرامات: کسی بھی ولی کی سب سے بڑی کرامت شریعتِ مطہرہ پر سختی سے عمل پیرا ہونا



ہے۔ ”الاستقامۃ فوق الکرمۃ“ (استقامت کا درجہ کرامت سے بلند ہے) کے مصداق حضرت اخندزادہ مبارک کی ہستی عمل بالشریعہ اور تمسک بالنسۃ کی بنیاد پر صاحب استقامت و کرامت بزرگ تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کرامت اولیاء کا حیض ہے اس معنی میں کہ جس طرح خواتین اپنی اس کیفیت و حالت کو چھپاتی ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتیں اسی طرح اولیاء اللہ بھی کرامات کو چھپاتے ہیں اور ان کے ظہور سے اعتنا برتتے ہیں۔

تاہم حضرت مبارک سے بہت سی خوارقِ عادات (کرامات) کا ظہور بھی ہوا۔ جن کی تفصیلی بحث کے لئے درجنوں صفحات درکار ہیں اور وقت کی کثرت بھی۔ ذوق طبع کی خاطر ایک آدھ واقعہ نظر نواز ہے۔

نظرِ کیمیا اثر: حضرت علامہ پیر سیف الرحمن خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نظر عطا فرمائی تھی کہ جس پر پڑ جاتی اس کے شب و روز میں صوفیانہ تغیر آجاتا ہے۔ سرکار مبارک کے چہیتے خلیفہ پیر مفتی عابد حسین سیفی صاحب فرماتے ہیں کہ اتفاق کی بات تھی میں آپ مبارک کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ کسی شخص کو توجہ فرما رہے تھے مگر وہ کیفیت روکنے کی پوری کوشش میں تھا کیونکہ وہ ایک نامور ڈاکٹر تھا اور اپنے آپ کو ان مجذوبوں میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا یا ان کی چیخ و پکار و حال و مستی کی کیفیت میں اپنے آپ کو ڈالنے سے گریزاں تھا۔ جب اس کیفیت کو وہ نہ روک سکا اور ان مجذوبوں کی طرح خود بھی اس حال میں مست ہوا تو اس کا جملہ ابھی تک مجھے یاد ہے کہ ”آج سائنس فیل ہو گئی ہے“ اور اسی جملے کو بار بار دہراتا تھا جب اسے ہوش آیا تو میں نے کہا یہ کیفیت دوبارہ چاہو گے؟ یا دوبارہ یہاں آؤ گے؟ تو کہنے لگا میٹھا شربت پینے سے پہلے اس کا ذائقہ کون بتا سکتا ہے اب تو چاہتا ہوں کہ پوری زندگی آستانہ کی خدمت گزاری میں صرف کر دوں۔

جبین نیاز جھک گئی: بانی بہار اسلام ابو الرضا محمد عباس سینفی صاحب کی زبانی یہ واقعہ بھی حضرت مبارک صاحب کی کرامات میں سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ.....

قریب قریب انیس یا بیس سال قبل کی بات ہے جب مجھے بیعت ہوئے ایک دو سال ہی گزرے تھے کہ حضرت مبارک صاحب کی خدمت میں ایک ایسا شخص حاضر ہوا جس کی کمر میں کوئی مسئلہ تھا اور وہ نماز پڑھتے ہوئے رکوع و سجود کی لذت کو نہیں پاسکتا تھا۔ 10 سال کا عرصہ اس نے اسی مشقت و پریشانی میں گزارا۔ بڑی جگہوں سے دم دور و کروایا مگر افاقہ نہ ہو سکا اور رکوع و سجود کی لذت سے آشنائی نہ ہو پائی۔ جب حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کی بارگاہ فیض آیا اور اپنا مسئلہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا..... ”نماز پڑھو“۔

آپ کے اس فرمان اثر نشان کی برکت ہی تھی کہ جب اس نے نماز ادا کی تو نہ تو رکوع کرنے میں کوئی دقت ہوئی اور نہ ہی سجدے میں کسی قسم کی پریشانی سامنے آئی۔ اور اس آدمی کی جبین نیاز جو 10 سال سے بارگاہ ایزدی میں جھکنے سے ترس رہی تھی آشنائے لذت سجود ہو گئی۔

وفات حسرت آیات: موت ایسی تلخ حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، نہ جانے کتنوں کو یہ ہر روز یتیم کرتی ہے اور کتنوں کتنوں کو بے اولاد، کتنی سہاگنیں اس کی آمد پر اپنے سہاگ کا ماتم کرتی ہیں اور کتنی ماؤں کے کلیجے کٹ جاتے ہیں۔ موت..... بہت سے لوگ اس کی کڑی نگاہوں سے بچنا چاہتے ہیں مگر راہ نہیں پاتے۔

ہاں! مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنکے پاس موت ”سعادت“ پانے کیلئے آتی ہے۔ حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی بلا شک و ریب ایسی ہی محترم ہستیوں میں ہوتا تھا جن کی قدم بوسی موت کیلئے راحت کا سامان ہے۔ موت شاید اسی

لئے لوگوں کے کوسنے اور بد دعائیں (جو وہ اپنے کسی پیارے کی موت پر اسے سناتے ہیں)  
برداشت کر لی جی ہے کہ چلو کبھی کبھی اللہ کے پیاروں کی قدم بوسی بھی تو ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت اخندزادہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے جسے  
آپ کے صاحبزادے مولانا احمد سعید یار جان صاحب نے بیان فرمایا ہے جو اس رات آپ  
کے ساتھ خدمت پر مامور تھے۔ آپ فرماتے ہیں.....

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کی بیماری کے باعث ہم (صاحبزادگان) میں  
سے کوئی نہ کوئی روزانہ ان کے ساتھ ہوتا تا کہ رات کے وقت کوئی حاجت ہو نپٹائی جاسکے۔

آپ مبارک کے وصال کی رات میری ڈیوٹی تھی۔ جب آپ بستر پر تشریف لائے  
تو فرمایا ”امشب بسیار گراں است و معلوم میشود کہ شاید امشب، شب سفر و رفتن است“ آج  
کی رات بہت بھاری ہے معلوم ہوتا ہے کہ آج سفر کرنے اور جانے کی رات ہے۔ یہ جملہ  
آپ نے متعدد بار دہرایا اور پھر مجھے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے راضی ہوں۔ تم مجھے معاف کر دو  
میں عرض کیا کہ میں نے آپ کو معاف کیا آپ نے بھی فرمایا کہ میں نے بھی تمہیں معاف کیا۔  
پھر رات ایک بجے تقریباً آپ نے تین پیالی چائے نوش کی اور پشتو کا ایک شعر پڑھا جس کا  
منہوم کچھ اس طرح ہے کہ ”اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے جہانِ ثانی میں چلے جانا ہے۔  
موت کا نعرہ ہر وقت یاد ہونا چاہئے“ پھر فرمایا مجھے نیند آرہی ہے اور آپ سو گئے۔

رات تقریباً پونے دو بجے 1:45 آپ نے اپنے دونوں بازو اچانک اوپر کی طرف  
بلند کر دیئے، میں جلدی سے اٹھا اور آپ کو سہارا دیا ان کا سر میرے سینے پر تھا، آپ کی جانکنی کا  
عالم تھا۔ آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا اور اشارے سے مجھے بھی حکم فرمایا تو میں بھی  
کلمہ شریف پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ پھر آپ نے اپنا منہ اور آنکھیں بند کیں اور چہرہ قبلہ کی  
طرف کر کے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ماہنامہ

# بھارا اسلام

لاہور

احادیث کی مصطفیٰ ﷺ کی عام فہم شرح  
**بھار حلیت**

جس میں سے

تفسیر قرآن کا چھوٹا انداز  
**بھار قرآن**

ایک ایسا موضوع جس پر ماضی میں کوئی کتاب لکھی گئی  
**انوکھی عبادت**

ابھی اور  
اسی وقت  
سالانہ  
ممبر شپ  
حاصل کیجئے

فقہی مسائل کے آسان اور لایضاہ کی بہترین شرح  
**بھار فقہ**

تحریک پاکستان میں علامہ عثمان ڈسٹ کا کردار اور اثر  
**عروس بزرگان دین**

کتوبات چھوٹے مال کی آسان شرح اور تاریخ میں پہلی بار  
**مکتوبات امام ربانی**

اس کے علاوہ اور بہت کچھ جو کچھ ہم  
دوست انسان کیلئے نہایت ضروری ہے

مسائل فقہیہ نئے کا جدید انداز  
**فقہی پھیلیاں**

دوستوں کو تحفے میں پیش کیجئے

ذرا سی پیڑھے اور دہریوں کو خوش ہوت دیکھئے

ہر اسلامی مہینے کے پہلے شرف میں شرافت

1910 D-1

200

15 سالانہ

0333 4229760  
0312 mam\_saif@yahoo.com  
0322 4642506  
0313 h\_atiab@yahoo.com

بھارا اسلام

marfat.com

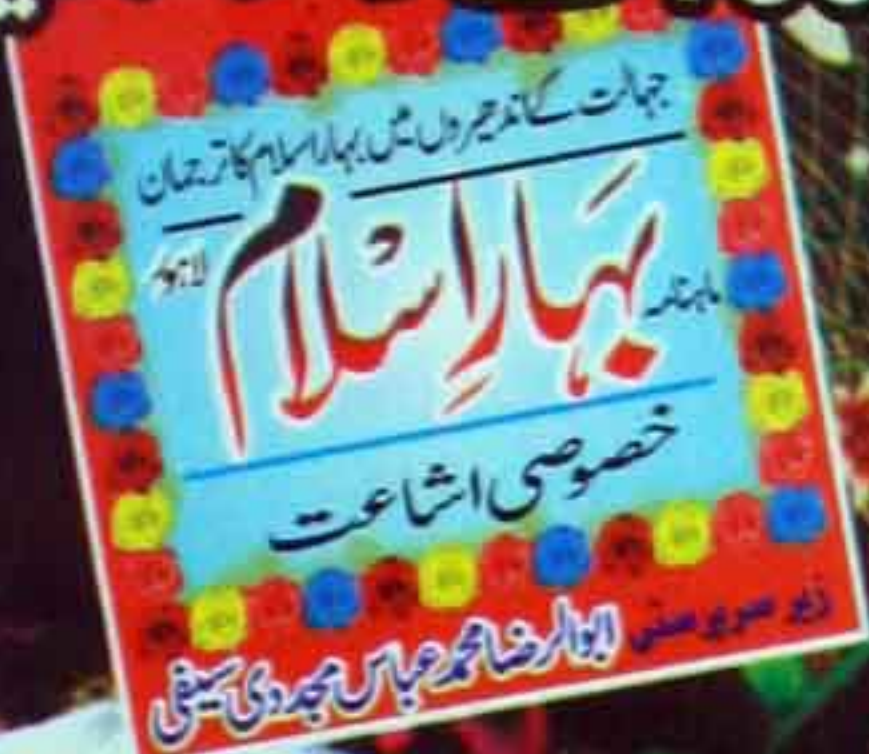
Marfat.com



# بہار اسلام کا بہار افزاء تحفہ

حضرت اخندزادہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و

واقعات اور 150 سے زائد تصاویر پر مشتمل تاریخی دستاویز



دانش میں خوف مرگ سے مطلق اول سیدنا زہرا  
میں پانچواں اول کہ موت ہے سنت حضور صلی

عکس مجدد الف ثانی  
حضرت امام خراسانی

بہار اسلام پبلسنگ ہاؤس  
1910 ڈی ون بلاک گجر پورہ سکیم لاہور  
0322-0333-4229760  
0322-0313-4642506